کتاب البرزخ
اہلِ قبور کے سُننے، اولیاء اللہ سے استمداد، ایصالِ ثواب
اور دیگر ضروری مسائل کی تحقیق
علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالےٰ
نوری کتب خانہ ۔ لاہور

انگوٹھی کے اندر موجود ۲۴ تعویزات کی فضیلت

① **حروف مقطعات** یہ نقش جس کے پاس رہے گا تلوار چھری گولی وغیرہ کا اثر نہیں ہوگا کسی قسم کا سحر جادو وظیفہ اس پر کارگر نہ ہوگا جملہ آفات و بلیات سے محفوظ رہے گا خوشی اور شادمانی میسر ہوگی۔ ہر شخص مطیع و مسخر رہے گا۔

② **نقش دُرود شریف** مرگی، شقیقہ، کھنٹہ مالا، نظر بد ہر قسم کا بخار، آدھے سر کا درد، ناف کا ٹلنا وغیرہ بہت سے کاموں کے لیے مجرب ہے۔

③ **۲۱۳ کا تسخیر خلائق کے لئے** نقش ہر قسم کی کامیابی کے لیے اکسیر ہے۔ مقدمہ، امتحان، حاکم کے سامنے جانا، ناانفاقی، ملاقات، لڑائی جھگڑا وغیرہ عمدہ امور کے لیے مجرب ہے ہر طرف سے مہربانی حاصل ہوگی۔ فضلہ اشارہ کافی است۔

④ **یا عزیز** دشمن پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہو۔ حکام و سلاطین کے سامنے جانے تو عزت ہو ہر قسم کے شر اور فسادات کے عالم سے مامون ہو اسرار میں عزت سے آراستہ ہو۔ رزق میں فراخی کاروبار میں برکت کے لیے مجرب ہے۔

⑤ **نقش حفاظتِ جان** ہر قسم کے حادثات سے محفوظ رہنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

⑥ **نقش دردِ سر و ہر درد** یہ ہر قسم کے درد، بخار وغیرہ کے لیے نیز ہر دل عزیزی کے لیے بے شمار برکتیں اور فضیلتیں رکھتا ہے۔

⑦ **تطمئن القلوب** دل کی تمام بیماریوں کے لیے ہے ہر کام اس اسم پاک کی برکت سے انجام پاتا ہے۔

⑧ **برائے تپ و لرزہ** یہ ہر مرض کے لیے مفید ہے۔

⑨ **سنگِ مثانہ و گردہ** نہایت مفید ہے۔

⑩ **پندرہ کا نقش** یہ پندرہ کے ساتھ دوسرے نقوش پر مشتمل ہے۔

⑪ **امراضِ مردانہ کے لیے** بہت ہی مجرب ہے۔

⑫ **دفع احتلام** مرض کثرت سے ہو تو یہ نقش اکسیر ہے۔

⑬ **غنی اور دولت مند ہونے کے لیے** اسم لطیف کا یہ نقش ملازمت یا روزگار کے لیے فقر و فاقہ سے بچنے کے لیے خلق خدا کا لطف اور شفقت پانے کے لیے ہے۔

⑭ **اسم وہاب کا نقش رزق** میں برکت کے لیے فقر و فاقہ ختم کرنے کے لیے ہے حق تعالیٰ اتنا عطا فرماتا ہے کہ انسان حیران رہ جائے۔

⑮ **اسم رزاق کا نقش** غیب سے روزی ملے ضروریات زندگی پوری ہوں۔

⑯ **نقش اسم ذات اللہ** آدھے سر کے درد کے لیے نیز مستجاب الدعوات ہونے کیلئے مراد حاصل ہونے معرز بننے کے لیے مجرب ہے۔

⑰ **نقش کھیعص** پورے سر کے درد کے لیے اکسیر ہے۔

⑱ **اسم جبار کا نقش** مقاصد میں کامیابی ہو اور دشمنوں پر غلبہ عظیم القدر اور جلیل المرتبت گردانا جائے نفس مغلوب ہو اور شہوت سے محفوظ رہے۔

⑲ **اسم فتاح کا نقش** یہ نقش امتحان دینے والوں وکیلوں نئی ایجادات کرنے والے سائنسدانوں مبلغوں مقرروں کیلئے شمع ہے۔ مشکلات کی آسانی حاجت برآری مقدمات میں کامیابی کے لیے اکسیر ہے ڈر خوف دور کرنے کے لیے یہ نقش نہایت مفید ہے ہر خطرے سے محفوظ رہے گا۔

⑳ **اسم کریم کا نقش** زندگی بھر معزز و مکرم رہے تنگدستی اور مفلسی دور ہو۔ علم دولت عزت جو بھی نعمت ملے انشاء اللہ ختم نہ ہو۔

㉑ **برائے وسعت رزق حصول** دولت و غنا اور وسعت روزگار کے لیے اکسیر ہے۔

㉒ **اسم ودود کا نقش** ہر شخص محبت سے پیش آئے نافرمان مطیع ہو جائے۔

㉓ **شفائے امراض** ہر مرض کے لیے اکسیر ہے۔

㉔ **نقش ہر نعمت** یہ نقش یا اللہ بلا فناء ولا زوال لملکہ وبقائہ پر مشتمل ہے۔ فوائد کثیرہ کا حامل ہے۔

انگوٹھی پہننے کا طریقہ

جمعہ کے دن طلوع آفتاب سے ایک گھنٹے کے اندر سورج کی طرف منہ کر کے انگوٹھی پہن لے کر یہ دعا یا منان ذوالاحسان قدعم کل الخلائق منہ یا منان (۹۹) بار پڑھیں اول اور آخر درود شریف ۹۰۹ بار بعد میں انگوٹھی پہن لیں۔ حسب توفیق نیاز پر فاتحہ دلائیں خود بھی کھائیں اور گھر والوں کو بھی کھلائیں۔

نوٹ: خواتین کے لیے ۲۴ نقش کا لاکٹ سونے اور چاندی کا آرڈر پر تیار مل سکتا ہے۔

نوری کتب خانہ ○ لاہور

اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت

مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ

بریلی شریف کے کندہ شدہ نقوش سے اس وقت ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے اور لاکھوں ضرورت مندوں کے کام بنتے ہیں مریض صحت یاب ہوتے ہیں بے اولاد صاحب اولاد ہوئے ہیں نفرتیں ختم ہوتی ہیں آپس میں محبتیں بڑھتی ہیں غرض یہ کہ مخلوق خدا کو بزرگوں کے عطا فرمودہ ان تبرکات سے فیض عام ملا ہے اور یہ سلسلہ اب بھی مستقل جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ پاکستان میں بھی یہ نقوش بریلی شریف سے تیار ہو کر آتے ہیں اور ان کو وہی کاریگر کندہ کرتے ہیں جنہیں حضور مفتی اعظم ہند (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حیات سے ہی اجازت خاص حاصل ہے۔

۲۴ نقش والی انگوٹھی کی مختصر تفصیل یہ ہے

یہ انگوٹھی جو نقش اعلحضرت کے نام سے مشہور ہے اس انگوٹھی کے کمالات فضائل اور فوائد احاطہ تحریر سے باہر ہیں یوں سمجھیں گویا سمندر در کوزہ ہیں۔ یہ انگوٹھی چاندی کی ہوتی ہے ہر انگوٹھی میں نگینہ یا پتھر کے نیچے ۲۴ نقش کندہ کیے ہوتے ہیں نیچے سے بالکل بند ہوتی ہے اور اس طرح یہ نقش ہر وقت پردے میں محفوظ رہتے ہیں اور پہننے والے کو کسی بھی حالت میں یہ انگوٹھی اتارنے کا تکلف نہیں کرنا پڑتا۔ بناتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے چاندی کا وزن شرعی یعنی ۴½ ماشہ سے کم ہو۔

۲۴ نقوش کا سیٹ انگوٹھی سے علاوہ بھی دستیاب ہے

درگاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف انڈیا سے آمدہ پاکستان میں اعلحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصلی تعویزات ملنے کا مستند ادارہ

نوری کتب خانہ

نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن

دربار مارکیٹ۔ گنج بخش روڈ

لاہور

ضروری گذارش

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ نوری کتب خانہ لاہور نے حتی الامکان آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کیں ان میں جدید طرز طباعت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں۔

ہر کتاب کی پروف ریڈنگ بارہا کئی علمائے دین سے کروائی گئی ہے مگر اس کے باوجود اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ہمیں نشاندہی کر کے ممنون فرمایئے تاکہ اسے آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جاسکے

خیر اندیش

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

ناظم نوری کتب خانہ ۔ لاہور

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو
حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (القرآن)

اہل قبور کے سننے، اولیاء اللہ سے استمداد، ایصال ثواب
اور دیگر ضروری مسائل کی تحقیق

علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ

نوری کتب خانہ لاہور
(معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن)

اہتمام اشاعت

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

2002

ناشر: نوری کتب خانہ، لاہور

طابع: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور

قیمت 84 روپے

تقسیم کار

نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور

نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

حُسن ترتیب

اعتذار

کتاب البرزخ کو اس حالت میں پیش کرتے ہوئے فقیر چند کلمے بطور معذرت لکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اس کتاب کی کاپیاں جو کاتب نے لکھیں بوجہ قلت سرمایہ انجمن قریباً ایک سال مطبع میں نہ جاسکیں۔ اور کچھ تصحیح کے لیے بسبیل ڈاک میرے پاس بھیجی گئیں۔ اس طرح عرصہ دراز گزرنے اور ریل میں دستمال ہونے کے سبب ان کی حالت خراب تو تھی ہی، مگر چھپنے میں اور خراب کردی گئیں۔ بعض جگہ حروف ٹوٹ گئے یا بالکل اڑ گئے۔ بعض نادان سنگ ساز نے بنانے میں خلاف تصحیح کچھ کا کچھ بنا دیا۔ غرض وجوہات بالا سے اس کتاب کی چھپائی اور صحت چنداں قابل اطمینان نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسری بار طبع ہونے میں یہ نقائص رفع کردیے جائیں گے۔ ارباب تصنیف وتالیف جنہیں اکثر ایسی باتوں سے پالا پڑتا ہے وہ ضرور مجھے معذور سمجھیں گے۔

والعذر عند كرام الناس مقبول

نوری توکلی

لاہور، ٦۔ جمادی الآخر ١٣٣٩ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین. والصلوة والسلام علی حبیبه سیدنا و

مولانا و وسیلتنا فی الدارین محمد و علی آله واصحابه و اتباعه اجمعین.

امابعد فقیر توکلی برادران اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے کہ سماع موتے کے ثبوت میں علمائے کرام نے کئی رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔ مگران دنوں میں انجمن نعمانیہ ہند، لاہور کے دفتر میں بعض بیرونی تحریریں اس قسم کی موصول ہوئی ہیں کہ جن پر مکرمنا مولوی مفتی حکیم سلیم اللہ خاں صاحب صدر انجمن نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالی جائے۔

مخدومنا مولی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کے علاوہ دبیر انجمن نے بھی خواہش ظاہر فرمائی کہ اس مسئلے کو بغور دیکھا جائے۔ لہذا یہ چند اوراق باوجود تفرقہ اوقات لکھے جاتے ہیں جن میں مسئلہ مذکور کے علاوہ دیگر مسائل ضروریہ بھی درج کیے گئے ہیں اور طرز تحریر ایسا آسان رکھا گیا ہے کہ معمولی لیاقت کے اردو خواں اصحاب بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اور اسے مقبول عام بنانے کے لیے ایک اور طریق بھی اختیار کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ قرآن و حدیث کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی کی تصنیف "الکتاب الروح" سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تائید میں علامہ سیوطی وغیرہ علماء کے اقوال نقل کیے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مستند ہو، مگر بایں ہمہ کسی صورت میں طریق اہلسنت و جماعت کو ہاتھ جانے نہیں دیا گیا۔ آخر میں ناظرین سے استدعا ہے کہ کتاب ہذا کے مطالعہ کے بعد جناب صدر و دبیر صاحبان کے حق میں جو "الدال علی الخیر کفاعله" کے مصداق ہیں، نیز اس فقیر سراپا تقصیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ فرمائیں۔ اب یہاں سے آغاز کتاب ہے۔ واللہ ھوالمستعان و علیه التکلان۔

1۔روح کی حقیقت

حقیقت روح کے بارے میں بعض علماء نے توقف کیا ہے اور جنہوں نے اس میں کلام کیا ہے، ان
کے مختلف قول ہیں۔ مگر جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین
ابن (متوفی ۷۶۵ھ) لکھتے ہیں:

من الناس من توقف فيه وهو اسلم و حمل على ذلك قوله تعالى قل الروح من امر ربي و انه لم يامره ان يبينه لهم و منهم من قال انها جسم وهئولاء تنوعوا انواعا امثلها قول من قال انها اجسام لطيفه مشتبكه بالاجسام الكثيفه اجرى الله العاده بالحياة معه مقامها وهو مذهب جمهورا اهل السنه والى ذلك يشير قول الاشعري والباقلاني و امام الحرمين و غيرهم و يوافقهم قول كثير من قدماء الفلاسفه.

بعض لوگوں نے اس میں توقف کیا ہے اور وہ اسلم طریق ہے اور انہوں
نے اللہ تعالیٰ کے قول (۱) (قل الروح من امر ربی) کو اس پر محمول کیا ہے اور

---

(۱) اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حقیقت روح میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اس سے تو منع نہیں کیا کہ
... ریق اجمال جنس روح میں کلام کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اس علم قلیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے
... ما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور تم نہیں دیئے گئے علم روح سے مگر تھوڑا) لہذا جب ہم کہتے ہیں کہ روح ایک جسم ہے تو ہم
... کو امر اللہ سے خارج نہیں کرتے۔ (حاشیہ شیخ زین الدین قاسم حنفی بر مسایرۂ علامہ ابن الہمام)

اس پر کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو حقیقت روح بیان فرمانے کا امر نہیں کیا۔
اور بعض لوگ قائل ہیں کہ روح ایک جسم ہے۔ پھر ان کے کئی قول ہیں سب سے اچھا قول ان کا ہے جو کہتے ہیں کہ روحیں لطیف جسم ہیں جو کثیف جسموں سے ملی ہوئی ہیں۔ قانون الٰہی یوں جاری ہے کہ جب تک روح، جسم میں رہتی ہے انسان زندہ رہتا ہے۔ اور یہی جمہور اہلسنّت کا مذہب ہے۔ اور اسی کی طرف اشعری، باقلانی اور امام الحرمین وغیرہ کا قول اشارہ کرتا ہے اور بہت سے فلاسفہ متقدمین کا قول انہی کے موافق ہے۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، باب تاسع۔ فصل خامس)

اور علامہ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے روح کی جسمانیت کے بارے میں چھٹا قول یوں لکھا ہے

انه جسم مخالف بالماهيه لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانى علوى خفيف حى متحرك ينفذ فى جوهر الاعضاء و يسرى فيها سريان الماء فى الورد و سريان الدهن فى الزيتون و النار فى الفحم فما دامت هذه الاعضاء صالحه لقبول الاثار الفائضه عليها من هذا الجسم اللطيف بقى ذلك الجسم اللطيف مشابكا لهذه الاعضاء و افادها وهذه الاثار من الحس و الحركه الاراديه و اذا فسدت هذه الاعضاء بسبب استيلاء الاخلاط الغليظه عليها و خرجت عن قبول تلك الاثار فارق الروح البدن و انفصل الى عالم الارواح وهذا القول هو الصواب فى المسئله وهو الذى لا يصح غيره و كل الاقوال سواه باطله و عليه دل الكتاب والسنه و اجماع الصحابه و ادله العقل و الفطره.

روح ایک جسم ہے جو ماہیت میں اس جسم محسوس کے مخالف ہے۔ اور وہ ایک جسم ہے نورانی، علوی، ہلکا، زندہ، متحرک جو جوہر اعضاء میں نفوذ کرتا ہے۔ اور ان

میں سرایت کرتا ہے۔ جیسے پانی گلاب (۱) کے پھول میں اور تیل زیتون میں اور آگ کوئلے میں۔ پس جب تک یہ اعضاء ان آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جوان کو اس لطیف جسم سے پہنچتے ہیں وہ لطیف جسم ان اعضاء سے باہم ملا ہوا رہتا ہے اور ان کو یہ آثار یعنی حس وحرکت ارادیہ دیتا ہے، اور جب یہ اعضاء اخلاط غلیظہ کے غلبہ کے سبب بگڑ جاتے ہیں اور ان آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت سے خارج ہو جاتے ہیں تو روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے اور عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس مسئلے میں یہی قول درست ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا قول صحیح نہیں، اور اس کے سوا سب اقوال باطل ہیں اور اسی پر قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ اور عقل وفطرت کی دلیلیں دلالت کرتی ہیں۔ (کتاب الروح، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن، ص ۲۸۵)

اکثر متکلمین بھی روح کی جسمانیت کے قائل ہیں۔ مگر اہل سنت کی ایک جماعت مثلاً امام غزالی اور امام ابو منصور ماتریدی وغیرہ روح کو جوہر مجرد کہتے ہیں۔ (کتاب مسایرہ مع مسامرہ، ص ۲۲۴، ۲۲۶) چونکہ اہل سنت وجماعت اور متکلمین کی اکثریت روح کی جسمانیت کی قائل ہے، اس لیے اب اس کے جسم ہونے پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

آیات قرآنیہ

۱۔ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ (الانعام: ۹۳)

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان۔

---

(۱) حدیث براء بن عازب میں ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے یعنی فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال فتخرج تسیل کما تسیل القطرہ من السقاء۔

پس نکلتی ہے روح مومن کی اس حال میں کہ رواں ہوتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشک سے رواں ہوتا ہے۔ (مشکوۃ، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضرہ الموت، فصل ثالث)

ملا علی قاری مرقات میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

وھذا یوید ما علیہ اکثر اھل السنہ ممن تکلم علی الروح انھا جسم لطیف سار فی البدن کسریان ماء الورد فی الورد۔

یعنی یہ قول تائید کرتا ہے اس قول کی جس پر اکثر اہلسنت ہیں۔ جنہوں نے روح پر کلام کیا ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں یوں سرایت کرنے والا ہے، جیسے آب گل گلاب میں۔

اس آیت میں روح کے جسم ہونے پر دو دلیلیں ہیں۔ایک ارواح کو لینے کے لیے فرشتوں کا ہاتھ پھیلانا۔دوسرے ارواح کا نکالنے سے متصف ہونا اور یہ دونوں اجسام کے اوصاف ہیں۔جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے:

باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم ای یبسطون الیهم ایدیهم یقولون هاتوا ارواحکم اخرجوها الینا من اجسادکم وهذه عباره عن التشدید فی الازهاق من غیر تنفیس و امهال۔

یعنی فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو لاؤ اور ان کو اپنے جسم سے ہماری طرف نکال دو اور اس سے مراد مبالغہ ہے نکالنے میں بغیر آسائش و مہلت کے

۲۔ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O (الانعام:۶۰)

اور وہی ہے کہ تم کو پھیر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے دن کو پھر تم کو اٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا ٹھہرا دیا۔پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتائے گا تم کو جو کرتے تھے۔

۳۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ O (الانعام:۶۱)

اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب پہنچے تم کسی کو موت، اس کو بھر لیں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ قصور نہیں کرتے۔

ان دو آیتوں میں تین دلیلیں ہیں:(۱) رات کے وقت روح کا قبض کیا جانا۔(۲) پھر دن کے وقت بدن میں آ جانا (۳) اور موت کے وقت فرشتوں کا روح کو قبض کرنا۔

۴۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ O (الزمر:۴۲)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا۔اور جو نہ مریں اپنی نیند میں، پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرایا، اور بھیجتا ہے دوسروں کو مقررہ وعدے تک۔البتہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

اس آیت میں قبض کیے جانے کے علاوہ دو اور دلیلیں ہیں: (۱) روح کا رکھ چھوڑنا (۲) روح کا چھوڑ دینا۔

۵۔۶۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ ۝ (سورہ الشمس: ۷۔۸)
اور (قسم) جی کی اور جیسا اس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اس کو فجور و تقویٰ کی۔

یہاں دو دلیلیں ہیں: ایک تو روح کو فجور و تقویٰ کی سمجھ دینا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو ٹھیک بنایا ہے جیسا کہ اس نے بدن کو ٹھیک بنایا ہے۔ چنانچہ بدن کی نسبت فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ۔ جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا۔

دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں آئندہ سطور میں مذکور ہوتی ہیں جن سے موت کے بعد روح کا بقاء بھی ثابت ہوگا۔

۲۔ موت کے بعد روح کا باقی رہنا

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح نیست و نابود نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے۔ ذیل میں چند دلیلیں پیش کی جاتی ہیں:

آیات قرآنیہ

۱۔ ۲۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۰)

اور تو مردے نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزی پاتے، خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے ان میں پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم ہے۔

ان آیتوں میں خبر دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے، ان کی روحیں زندہ اور مقرب الٰہی ہیں اور ان کی روحوں کو دوسروں کی روحوں کی طرح صرف بقاء ہی نہیں بلکہ ان کو زندوں کی طرح (۱) رزق

---

(۱) حدیث مسلم میں ہے ولا تحسبن الذین قتلوا (الایہ) کی تفسیر صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

ارواحهم فی اجواف طیر خضر لها قنادیل معلقه بالعرش تسرح من الجنه حیث شاء ت ثم تاوی الی تلک القنادیل۔

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں۔ ان پرندوں کے لیے عرش سے لگی ہوئی قندیلیں ہیں۔ وہ بہشت کی جس جگہ چاہیں چرتے ہیں۔ پھر ان قندیلوں میں آ رہتے ہیں۔ (مشکوۃ، کتاب الجہاد، فصل اول)

...ر ہی ملتا ہے اور وہ خوش ہوتی ہیں کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں، اور ابھی شہید نہیں ہوئے
...ر ہیں انہیں بھی وہی اجر ملے گا، جو ہم کو ملا ہے۔ یہ حال ان بزرگوں کی روحوں کا ہے جنہوں نے جہاد اصغر کیا ہے۔
...ار ہیں اولیاء اللہ جنہوں نے جہاد اکبر کیا ہے ان کا حال انہی پر قیاس کر لیجئے کہ کیا ہوگا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وقال ابوحيان في تفسيره عند هذه الايه اختلف الناس في هذه الحياة فقال قوم معناها بقاء ارواحهم دون اجسادهم لانا نشاهد فسادها و فناء ها و ذهب آخرون الى ان الشهيد حي الجسد و الروح ولا يقدح في ذلك عدم شعورنا به فنحن نرهم على صفه الاموات وهم احياء كما قال الله تعالىٰ و ترى الجبال تحسبها جامدة و هي تمر مر السحاب و كما يرى النائم على هيئته و هو يرى في منامه ما يتنعم به اويتالم قلت و لذلك قال الله تعالىٰ احياء ولكن لا تشعرون فنبه بقوله ذلك خطابا للمومنين على انهم لا يدركون هذه الحياه بالمشاهده الحس و بهذا يتمير الشهيد عن غيره ولو كان المراد حياه الروح فقط لم يحصل له تميز عن غيره لمشاركه سائر الاموات له في ذلك و لعلم المومنين باسرهم حياه كل الارواح فلم يكن لقوله ولكن لا تشعرون معنى و قد يكشف الله لبعض اوليائه فيشاهد ذلك۔

علامہ ابوحیان (متوفی ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر بحر المحیط میں اس آیت پر لکھا ہے کہ لوگوں نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کے معنے ان کی روحوں کا باقی رہنا ہے نہ کہ ان کے جسموں کا کیونکہ جسموں کا بگڑنا اور فنا ہو جانا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس امر کی طرف گئے ہیں کہ شہید کا جسم و روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور ہمارا اس کو محسوس نہ کرنا اس میں قادح نہیں۔ پس ہم کو ان مردوں کے حال میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور تو دیکھتا ہے پہاڑ، جانتا ہے وہ جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل

اور جیسا کہ سونے والا اپنی حالت میں نظر آتا ہے حالانکہ وہ خواب میں کوئی شے دیکھ رہا ہے جس سے وہ آسائش پاتا ہے یا دکھ پاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "وہ (۱) زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (البقرہ: ۱۵۴)" پس اس قول سے مومنوں کو خطاب کر کے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس حیات کو تم مشاہدے اور حس سے نہیں پاتے اور اس سے شہید و غیر شہید میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے مراد فقط روح کی حیات ہو تو شہید اور غیر شہید میں کوئی تمیز نہیں رہتی کیونکہ باقی مردے اس بات میں شہید کے مشارک ہیں اور سب مومن جانتے ہیں کہ تمام روحیں زندہ ہیں۔ پس اس قول (لیکن تم کو خبر نہیں) کے کچھ معنے نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بعض اولیاء پر کشف کر دیتا ہے۔ پس وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔

(شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور، باب زیارۃ القبور، وعلم الموتی بزوارھم)

شہداء کے جسموں کی حیات کے آثار کئی دفعہ مشاہدے میں آ چکے ہیں۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۴ھ) شہدائے احد کی نسبت لکھتے ہیں:

وحدثنی محمد بن عبید عن ابی عینیه عن ابی الزبیر عن جابر قال لما اراد معاویه ان یجری العین التی حفرها (قال سفیان تسمی عین ابی زیاد بالمدینه) نادوا بالمدینه من کان له قتیل فلیات قتیله قال جابر فاتیناهم فاخرجنا هم رطابا یتثنون و اصابت المسحاه رجل رجل منهم فانقطرت دما فقال ابو سعید الخدری لا ینکر بعدها منکر ابدا۔

اور بیان کیا مجھ کو محمد بن عبید نے ابن عینیہ سے، ابن عینیہ نے ابو الزبیر سے، ابو الزبیر نے جابر سے۔ کہا جابر نے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ جاری کرے اس چشمہ کو جو اس نے کھودا تھا (کہا سفیان نے کہ مدینہ میں اس چشمہ کو عین ابی زیاد کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں منادی کر دی کہ جس کا کوئی

(۱) بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۴)

شہید ہو، وہ اپنے شہید کے پاس آئے۔ کہا جابر (۱) نے کہ ہم شہیدوں کے پاس آئے پس ہم نے ان کو (قبروں سے) نکالا اس حال میں کہ وہ تر و تازہ تھے اور ان کے اعضاء مڑ سکتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے پاؤں پر جو بیلچہ لگا تو اس سے خون ٹپکا پس حضرت ابو سعید (۲) خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد کبھی کوئی منکر انکار نہ کرے گا۔ (کتاب تاویل مختلف الحدیث، مطبوعہ مصر، ص ۱۸۸)

یہ واقعہ جو امام ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے، غزوہ احد کے چالیس سال بعد وقوع میں آیا۔ اگر اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل مقصود ہو تو ''تذکرۂ قرطبیہ'' اور ''وفاء الوفا للسمھودی'' وغیرہ کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات میں جو حیات شہداء سے اکمل و اتم ہے کسی اہل ایمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔

سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ باب تفریع ابواب الجمعہ بروایت اوس بن اوس، یہ حدیث موجود ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعه فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخه و فیه الصعقه فاکثروا علی من الصلوه فیه فان صلاتکم معروضه علی فقالوا یا رسول اللّٰہ کیف تعرض صلاتنا علیك و قد ارمت فقال ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن

---

(۱) حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام احد کے دن شہید ہو گئے تھے اور حضرت عمرو بن الجموح بن زید بن حرام کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے تھے۔ پھر حضرت جابرؓ نے ان کو نکال کر پاس ہی علیحدہ قبر میں دفن کیا۔ چنانچہ بخاری شریف (کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعله) میں حضرت جابرؓ کے الفاظ یہ ہیں:

ثم لم تطب نفسی ان اترك مع الاخر فاستخرجته بعد ستہ اشهر فاذا هو كيوم وضعته هنيه غير اذنه۔

پھر میرا جی خوش نہ ہوا کہ میں اپنے باپ کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں۔ اس لیے میں نے ان کو چھ مہینے بعد نکالا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ قریباً ایسے ہی ہیں جیسا کہ دفن کرنے کے وقت تھے سوائے کان کے۔

پھر جنگ احد سے چالیس سال کے بعد جب حضرت معاویہؓ نے چشمہ جاری کیا تو ہر دو ایسے نکلے کہ گویا کل دفن ہوئے تھے۔ پھر جنگ احد سے چھیالیس برس کے بعد جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے، ایک رو کی وجہ سے ہر دو کو نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ مگر اس دفعہ بھی ان میں کوئی تغیر نہ آیا تھا گویا کہ کل شہید ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا۔ پس اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ پھر اپنی جگہ پر آ گیا۔

(وفاء الوفا، جز ثانی، ص ۱۵۵۔۱۱۶، نیز طبقات ابن سعد، جز ثالث، قسم ثانی، فی البدریین من الانصار، ص ۵)

(۲) حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ احد میں شہید ہوئے۔

ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن انہوں نے وفات پائی۔ اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن صعقہ (بیہوشی) ہوگا۔ پس اس دن تم مجھ پر درود زیادہ بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو گئے ہوں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی پر نبیوں کے جسم حرام کر دیے ہیں۔

غرض موت کے بعد روح تو ہر انسان کی باقی رہتی ہے۔ مگر انبیاء کرام اور شہیدوں کے جسم بھی باقی رہتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کے جسم عموماً تمام بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ صرف ایک ہڈی باقی رہ جاتی ہے، جسے عجب الذنب کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کل ابن ادم یاکلہ التراب الا عجب الذنب منہ خلق و فیہ یرکب۔

آدمی کے تمام جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے کہ جس سے آدمی پیدا کیا گیا ہے اور جس سے ترکیب و پیوند دے کر قیامت کو اٹھایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف باب النفخ فی الصور فصل اول)

۳۔۴۔ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ (یٰس: ۲۶-۲۷)

حکم ہوا کہ چلا جا بہشت میں۔ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کرے کہ بخشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں۔

ان آیتوں میں حضرت حبیب نجار کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بزرگ شہر انطاکیہ میں رہا کرتے تھے جہاں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنے تین دوست بھیجے۔ مگر اہل انطاکیہ ایمان نہ لائے۔ حضرت حبیب نجار نے جو مشرف بایمان تھے اپنی قوم سے کہا کہ انکی راہ پر چلو۔ مگر انہوں نے بجائے اس کے کہ رو براہ ہوتے حضرت حبیب کو شہید کر دیا۔ شہادت کے بعد ان کو جناب باری سے حکم ہوا کہ بہشت میں جاؤ۔ وہ بولے کاش میری قوم کو میری نجات اور میری عزت کا حال معلوم ہو جائے۔ پس ظاہر ہوا کہ شہید خواہ کسی امت کا ہو جام شہادت چکھنے کے بعد نعمت بہشت سے متمتع ہوتا ہے۔

۵۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ، وَ کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ O (الاعراف:۴۰)

بے شک جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا نہ کھلیں گے ان کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ کافر کی روح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے جیسا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے اس کی تفسیر فرمادی۔ چنانچہ تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر، جزء ثانی، ص۱۹۴) میں ہے:

اخرج احمد و ابو داود و الحاکم وغیرهم عن البراء بن عازب ان رسول الله ﷺ ذکر العبد الکافر اذا قبضت روحه قال فیصعدون بها فلا یمرون علی ملاء من الملائکه الا قالوا ما هذا الروح الخبیث حتی ینتهی بها الی السماء الدنیا فیستفتح فلا یفتح له ثم قرء رسول الله ﷺ لا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فیقول الله اکتبوا کتابه فی سجین فی الارض السفلی فتطرح روحه ثم قرء رسول الله ﷺ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ۔(سورة حج : ۳۱)

امام احمد وابوداؤد وحاکم وغیرہ نے بروایت براء بن عازب نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کافر بندے کا ذکر کیا کہ جس وقت اس کی روح قبض کی جاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت سے وہ گزرتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ یہ کیسی خبیث روح ہے۔ یہاں تک کہ اسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ دروازہ کھولو۔ مگر اس کے لیے دروازہ نہیں کھلتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بطور شاہد یہ آیت پڑھی لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا نامہ سجین میں لکھو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پھر اس کی روح سخت پھینکی جاتی ہے۔ پھر

رسول اللہ ﷺ نے بطور شاہد یہ آیت پڑھی و من یشرك باللہ (اور جس نے شریک بنایا اللہ کا سو جیسے گر پڑا آسمان سے پھر اچکتے ہیں اس کو اڑتے جانور یا کہیں ڈالا اس کو ہوا نے کسی دور مکان میں)۔

۶ تا ۹۔ یَآاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ○ (الفجر:۲۷۔۳۰)

اے جی چین پکڑنے والے، چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔

روح سے یہ خطاب خواہ موت کے وقت سمجھا جائے یا یوم بعث میں۔ اس سے روح کا جسم ہونا اور موت کے بعد باقی رہنا اظہر من الشمس ہے۔

۱۰۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ، قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا، وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ، حَكِیْمٌ، ○ (البقرہ:۲۶۰)

اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلادے گا تو مردے، فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے پھر انکو ہلا اپنے ساتھ۔ پھر ڈال ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا۔ پھر ان کو پکار آئیں گے تیرے پاس دوڑتے۔ اور جان لے کہ اللہ زبردست حکمت والا۔

اس آیت کے تحت میں تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابن المنذر عن الحسن قال اخذ دیکا و طاء و ساو غرابا و حماما فقطع رء و سهن و قوائمهن واجنحتهن ثم اتی الجبل فوضع علیه الحمار و دما و ریشائم فرقه علی اربعه اجبال ثم نادی ایتها العظام المتمزقه و اللحوم المتفرقه و العروق المتقطعه اجتمعن یرد اللّٰه فیكن ارواحكن فوثب العظم الی العظم وطارت الریشه الی الریشه وجری الدم الی الدم حتی رجع الی كل طائر دمه و لحمه و ریشه ثم اوحی اللّٰه الی ابراهیم انك سالتنی كیف احی الموتی و

انی خلقت الارض و جعلت فیھا ارعہ ارواح الشمال و الصبار و الجنوب والدبور حتی اذا کان یوم القیامہ نفخ نافخ فی الصور فیجتمع من فی الارض من القتلی والموتی کما اجتمعت اربعہ اطیار من اربعہ اجبال ثم قرء ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدہ۔

ابن منذر (متوفی ۳۱۸ھ) نے روایت کی کہ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرغ، ایک مور، ایک کوا اور ایک کبوتر لیا۔ پس ان کے سر اور ان کے ہاتھ پاؤں اور ان کے بازو کاٹ ڈالے۔ پھر آپ پہاڑ کو آئے۔ اور گوشت اور خون اور پر اس پر رکھ دیے۔ پھر ان سب کو چار پہاڑوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر یوں پکارا اے پارہ شدہ ہڈیو اور پراگندہ گوشتو اور کٹی ہوئی رگو، اکٹھے ہو جاؤ۔ اللہ تمہاری روحیں تم میں پھر ڈال دے گا۔ پس ہڈی، ہڈی کی طرف بھاگی اور پر، پر کی طرف اڑا اور خون، خون کی طرف چلا یہاں تک کہ ہر پرندے کے پاس اس کا خون اور گوشت اور پر آ گئے۔ پھر اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو نے مجھ سے سوال کیا کہ میں مردوں کو کس طرح زندہ کروں گا، اور میں نے زمین پیدا کی ہے اور اس میں چار ہوائیں شمالی، غربی، جنوبی اور شرقی بنائیں۔ یہاں تک کہ جب قیامت کا دن ہوگا، ایک پھونکنے والا صور پھونکے گا۔ پس جمع ہو جائیں گے جو مقتولین اور مردے زمین میں ہیں جیسا کہ چار پہاڑوں سے چار پرندے جمع ہو گئے۔ پھر امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدہ (تم سب کا بنانا اور مرے پر جلانا وہ ہے جیسا ایک جی کا)۔

اس سے معلوم ہوا کہ پرندوں کی روحیں بھی مرنے کے بعد باقی رہتی ہیں۔ اس مقام پر یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے خدا کے حکم سے پرندوں کے گوشت و پوست کو پکارا۔ آج کل اگر کوئی شخص کسی ولی یا بزرگ کے مزار مبارک پر جا کر ندا کرے تو بعض نادان اسے مشرک بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نادانوں کو سمجھ دے۔ آمین ثم آمین۔

احادیث مبارکہ

۱۔ عن ام سلمه قالت دخل رسول الله ﷺ ابی سلمه و قد شق بصره فاغمضه ثم قال ان الروح اذا قبض اتبعه البصر فضج ناس من اهله فقال لا تدعوا على انفسكم الا بخير فان الملائكه تومنون على ما تقولون۔ رواه مسلم۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس آئے۔ اس حال میں اس کی آنکھ کھلی رہ گئی تھی۔ پس آپ نے اسے بند کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور اس سبب سے آنکھ کھلی رہ جاتی ہے) پس حضرت ابوسلمہ کے اہل خانہ میں سے لوگ فریاد کرنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ذاتوں پر بجز نیکی دعا نہ کرو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ، باب مایقال عند من حضرہ الموت)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ موت کے وقت روح بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ عن ابی هريره ان رسول الله ﷺ قال اذا خرجت روح المومن تلقاها ملكان يصعد انها قال حماد فذكر من طيب ريحها و ذكر المسك قال و يقول اهل السماء روح طيبه جاء ت من قبل الارض صلى الله عليك و على جسد كنت تعمرينه فينطلق به الى ربه ثم يقول انطلقوا به الى اخر الاجل قال و ان الكافر اذا خرجت روحه قال حماد و ذكر من نتنها و ذكر لعنا و يقول له اهل السماء روح خبيثه جاء ت من قبل الارض فيقال انطلقوا به الى الاجل قال ابوهريره فرد رسول الله ﷺ ريطه كانت عليه على انفه هكذا۔ رواه مسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے پیش آتے ہیں جو اس کو اوپر لے جاتے ہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر ذکر فرمایا آنحضرت ﷺ نے اس کی خوشبو کا اور

اس کی کستوری کا۔فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔رحمت بھیجے تجھ پر تیرا پروردگار اور اس جسم پر جسے تو آباد رکھتی تھی، پس وہ رب کی طرف لے جائی جاتی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے۔کہا حماد نے کہ حضور ﷺ نے ذکر فرمایا اس کی بدبو کا اور اس کی لعنت کا۔اور آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔پس کہا جاتا ہے اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے چادر کو جو آپ پر تھی، اپنے نام مبارک پر یوں رکھا۔اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ، باب مایقال عند من حضرہ الموت)

اس حدیث سے موت کے بعد روح کا باقی رہنا محتاج بیان نہیں۔

۳۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازہ فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحه قالت قدمونی و ان کانت غیر صالحه قالت لاهلها یاویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شیئی الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق۔ رواہ البخاری۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میت نعش پر رکھی جاتی ہے تو اس کو لوگ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں پس اگر میت نیکوکار ہو تو کہتی ہے مجھے آگے لے چلو۔اور اگر نیکوکار نہ ہو تو اپنے آدمیوں کو کہتی ہے ہائے خرابی اس کی، اسے کہاں لے جاتے ہو۔اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر شے سنتی ہے۔اگر انسان سنے تو بے شک ہلاک ہو جائے۔اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

(مشکوۃ، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیها)

اس حدیث سے میت کا نعش پر چلانا اور واویلا کرنا صاف ظاہر ہے۔

۴۔ حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو عامر ثنا عبدالملک بن حسن الحارثی ثنا سعید بن عمرو بن سلیم قال سمعت رجلا منا قال عبدالملک نسیت اسمہ ولکن اسمہ معاویہ او ابن معاویہ یحدث عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان المیت یعرف من یحملہ ومن یغسلہ ومن یدلیہ فی قبرہ فقال ابن عمرو ھو فی المجلس ممن سمعت ھذا قال من ابی سعید فانطلق ابن عمر الی ابی سعید فقال یا ابا سعید ممن سمعت ھذا قال من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بیان کیا ہم سے عبداللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے کہ بیان کیا ہم کو ابو عامر نے کہ بیان کیا ہم کو عبدالملک بن حسن حارثی نے کہ بیان کیا ہم سے سعید بن عمرو بن سلیم نے کہ کہا، میں نے ہم میں سے ایک شخص کو سنا (کہا عبدالملک (۱) نے کہ میں اس کا نام بھول گیا، مگر اس کا نام معاویہ یا ابن معاویہ ہے) کہ ابو سعید خدری سے بیان کرتا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اسے غسل دیتا ہے اور جو اسے قبر میں اتارتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر نے جو اس مجلس میں تھے، پوچھا کہ تو نے یہ کس سے سنا۔ اس نے کہا ابو سعید سے۔ پس حضرت ابن عمر حضرت ابو سعید کے پاس گئے اور پوچھا اے ابو سعید تو نے یہ کس سے سنا۔ حضرت ابو سعید نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے۔ (مسند امام احمد حنبل مطبوعہ مصر ج ثالث ص ۳)

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی الدنیا اور مروزی اور ابو منذر نے بھی روایت کیا ہے۔ (شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور، مطبوعہ مصر، ص ۱۷) اس کے شواہد بکثرت ہیں جو شرح الصدور کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ نظر بر اختصار ہم یہاں اور دلائل پیش نہیں کرتے۔

---

(۱) عبدالمالک کی نسبت امام احمد نے فرمایا لا باس بہ۔ ابن معین نے کہا ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا شیخ ہے، ابن المدینی نے کہا معروف ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج سادس)

سوال

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (آل عمران:۱۸۵)

ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر روح کے لیے موت ہے۔

جواب

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے یوں لکھا ہے:

فان سال سائل اتموت النفس قلنا نعم لان اللّٰہ تعالیٰ نص علی ذلك فقال كل نفس ذائقه الموت و هذا الموت انما هو فراقها للجسد فقط۔ برهان ذلك قول اللّٰہ تعالیٰ اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون و قوله تعالیٰ كيف تكفرون باللّٰہ و كنتم امواتا فاحيا كم ثم يميتكم ثم يحييكم۔ فصح ان الحياه المذكوره انما هي ضم الجسد الى النفس و هو نفخ الروح فيه و ان الموت المذكور انما هو التفريق بين الجسد و النفس فقط و ليس موت النفس مما يظنه اهل الجهل و اهل الالحاد من انها تعدم جمله بل هي موجوده قائمه كما كانت قبل الموت و قبل الحياه الاولى ولانها يذهب حسها و علمها بل حسها بعد الموت اصح ما كان و علمها اتم ما كان و حياتها التي هي الحسي و الحركه الاراديه باقيه بحسبها اكمل ما كانت قط قال عز و جل ان الدار الاخره لهي الحيوان لو كانوا يعلمون۔

اگر کوئی سائل پوچھے کہ روح مر جاتی ہے؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ہاں۔ کیونکہ اس پر یہ نص قرآن موجود ہے کل نفس ذائقة الموت اور یہ موت فقط بدن سے اس کی جدائی ہے۔ اس کی برہان اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون۔

نکالو اپنی جان، آج تم کو ملے گی ذلت کی مار۔

اور یہ ارشاد الٰہی ہے:

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ — تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے۔ پھر اس نے تم کو جلایا۔ پھر تم کو مارتا ہے، پھر تم کو جلا دے گا۔

پس ثابت ہوا کہ حیات مذکورہ صرف بدن کا روح سے ملانا ہے اور وہ روح کا اس میں پھونکا جانا ہے اور موت مذکور فقط بدن اور روح میں جدائی کا نام ہے۔ اور روح کی موت یہ نہیں جیسا کہ جاہل اور بے دین لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ بالکل معدوم ہو جاتی ہے بلکہ وہ موجود و قائم ہے۔ جیسا کہ موت سے پہلے اور حیات اولیٰ سے پہلے تھی۔ اور نہ روح کی موت یہ ہے کہ اس کی حس اور اس کا علم جاتا رہتا ہے بلکہ موت کے بعد اس کا ادراک پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے اور اس کی حیات جو حس و حرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے اکمل حالت میں باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

و ان الدار الاخرہ لھی الحیوان لو کانو یعلمون۔ — اور پچھلا گھر جو ہے سو یہی ہے جینا اگر یہ سمجھ رکھتے۔

(کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، جزء خامس، ص ۸۸)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے:

والصواب ان یقال موت النفوس ھو مفارقتھا لا جسادھا و خروجھا منھا فان ارید بموتھا ھذا القدر فھی ذائقہ الموت و ان ارید ان تعدم و تضمحل و تصیر عدما محضا فھی لا تموت بھذا الاعتبار بل ھی باقیہ بعد خلقھا فی نعیم او عذاب حتی یردھا اللہ فی جسدھا۔

اور درست یوں ہے کہ کہا جائے کہ روحوں کی موت ان کا بدنوں سے جدا ہو جانا اور نکل جانا ہے۔ پس اگر روحوں کی موت سے اتنا ہی مراد ہو تو وہ موت کے

چکھنے والی ہیں اور اگر یہ مراد ہو کہ وہ معدوم و نیست اور عدم محض ہو جاتی ہیں تو ایسی موت روحوں کو نہیں، بلکہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے آسائش میں یا عذاب میں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن میں پھر ڈالے گا۔ (کتاب الروح ص ۵۲۔۵۳)

تفسیر روح البیان میں ہے:

(کل نفس ذائقه الموت) ای تخرج ... و تنفك من البدن بادنی شی من ... الموت فكنی بالذوق عن القله۔

(ہر جی کو چکھنی ہے موت) یعنی ہر روح نکلتی ہے اور جدا ہوتی ہے بدن سے ذرا سی موت کے ساتھ۔ پس چکھنے کے ساتھ قلت سے کنایہ کیا گیا۔

اور اس قول (اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے) میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ...نے بدلے قیامت سے پہلے ملیں گے اور وہ عذاب و نعیم قبر ہے۔ اسی واسطے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ...ہے:

... القبر روضه من رياض الجنه او حفره من ... حفر النيران۔

قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

...سوال

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ) تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں:

(الله يتوفى الانفس حين موتها) الا ... نفس الجمل كما هي و توفيها اماتتها و هو ... ان يسلب ماهي به حيه حساسه دراكه

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ روح کی موت یہ ہے کہ جس چیز سے روح زندہ حس کرنے والی اور ادراک کرنے والی ہے وہ سلب کر لی جائے۔

...جواب

تفسیر مدارک میں یہ عبارت تفسیر کشاف سے درج کر دی گئی ہے جو جاراللہ زمخشری معتزلی (متوفی ...۵۳۸ھ) کی تصنیف ہے۔ اور زمخشری نے حسب عادت الله يتوفى الانفس (الایہ) کی تفسیر بھی معتزلہ ...کے مسلک پر کی ہے جو بالعموم عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر کے منکر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تفسیر مدارک میں ... یہ عبارت سہواً درج ہوئی ہے۔ جیسا کہ علامہ نسفی کی دیگر تصانیف سے ظاہر ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف کی کتاب

کافی شرح وافی میں ہے:

الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان۔

روح نہیں مرتی بلکہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔
(حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی)

علامہ نسفی نے ذکر کیا کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی لکھتے ہیں:

والنفس باقیہ بعد موت البدن عالمہ باتفاق المسلمین۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے اور متصف بعلم ہوتی ہے۔
(شفاء السقام، باب تاسع فصل خامس)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن۔

اہل مذاہب مسلمان وغیر مسلمان اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔

(شرح الصدور، ص ۱۲۸)

شیخ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں:

اعلم ان العلماء اختلفوا فی فناء النفس عند القیامہ و اتفقوا علی بقائھا بعد موت جسدھا۔

جان لے کہ عالموں نے قیامت کے نزدیک روح کے فناء ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ اور بدن کی موت کے بعد اس کے باقی رہنے پر اتفاق کیا ہے۔
(کتاب الدرر والیواقیت مصری، جزء ثانی، ص ۱۲۱)

۳۔ قبر میں رُوح کا بدن میں ڈالا جانا

سنن ابی داؤد میں ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبه ناجریرح و ناهناد ابن السری قال نا ابو معاویه و هذا لفظ هناد عن الاعمش عن المنهال عن زاذان عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازه رجل من الانصار فانتهینا الی القبر و لما یلحد فجلس رسول الله ﷺ وجلسنا حوله کانما علی رء وسنا الطیر و فی یده عود ینکث به فی الارض فرفع راسه فقال استعیذوا بالله من عذاب القبر مرتین اور ثلاث زاد فی حدیث جریر ههنا وقال انه لیسمع خفق نعالهم اذا و لوا مدبرین حین یقال له یا هذا من ربك و ما دینك ومن نبیك قال هناد قال و یاتیه ملكان فیجلسانه فیقولان لهمن ربك فیقول ربی الله فیقولان له ما دینك فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما هذا الرجل الذی بعث فیكم قال فیقول هو رسول الله ﷺ فیقولان وما یدریك فیقول قرات كتاب الله فامنت و صدقت زاد فی حدیث جریر فذلك قول الله تعالیٰ یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوه الدنیا و فی الاخره الایه ثم اتفقا قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی

فافرشوہ من الجنہ و البسوہ من الجنہ و افتحوا لہ بابا الی الجنہ قال فیاتیہ من روحھا و طیبھا قال و یفتح لہ فیھا مد بصرہ قال و ان الکافر فذکر موتہ قال و تعاد روحہ فی جسدہ و یاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان من ربک فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولان لہ ما دینک فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فیقولون ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھاہ ھاہ لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوہ من النار والبسوہ من النار وافتحوا لہ بابا الی النار قال فیاتیہ من حرھا و سمومھا قال و یضیق علیہ قبرہ حتی تختلف فیہ اضلاعہ زاد فی حدیث جریر قال ثم یبض لہ اعمی ابکم معہ مرزقہ من حدید لو ضرب بھا جبل لصار ترابا قال فیضربہ بھا ضربہ یسمعھا مابین المشرق و المغرب الا الثقلین فیصیر ترابا قال ثم یعاد فیھا الروح۔

حدیث بیان کی ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے کہ خبر دی ہم کو جریر نے (اسناد دیگر) اور خبر دی ہم کو ہناد بن السری نے، کہا خبر دی ہم کو ابومعاویہ نے اور یہ روایت کے الفاظ ہیں ہناد کے اعمش سے اور اعمش کے منہال سے اور منہال کے زاذان سے اور زاذان کے براء بن عازب سے۔ کہا براء بن عازب نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار میں سے ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ پس آخر ہم قبر تک پہنچے اور وہ دفن نہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم آپ کے گرد (ادب سے ایسے چپ چاپ) بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کریدتے تھے۔ پس آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ آپ نے دو یا تین دفعہ فرمایا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہ زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردہ بے شک جنازے کے ساتھیوں کی آواز سنتا ہے جب اسے دفن کر کے لوٹتے ہیں۔ جس وقت اسے کہا جاتا ہے، اے فلاں تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔ ہناد نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ پس اسے بٹھاتے

ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے۔ وہ کہتا ہے یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، پس میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کو سچا جانا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہ زیادہ کیا ہے۔ پس اس کا شاہد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول	مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو
الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی	مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور
الاخرہ۔	آخرت میں۔ (ابراہیم: ۲۷)

پھر دونوں کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اس کے لیے بہشت سے ایک فرش بچھا دو اور بہشت سے ایک لباس پہنا دو اور اس کے لیے بہشت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے اسے بہشت کی راحت وخوشبو آتی ہے اور اس کے لیے قبر میں اس کی حد نگاہ تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔

فرمایا حضور اقدس نے کہ رہا کافر، سو آپ نے اس کی موت کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ اس کی روح اس کے بدن میں پھر ڈالی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے، وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجے گئے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پس آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بولا۔ پس اس کے لیے دوزخ سے ایک فرش بچھا دو۔ اور دوزخ سے ایک لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اسے دوزخ کی گرمی اور ہوا آتی ہے اور فرمایا کہ اس پر قبر تنگ کی جاتی ہے یہاں تک

کہ اس میں اس کی پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ (باب المسالۃ فی القبر وعذاب القبر)

حدیث جریر میں روای نے یہ زیادہ کیا ہے کہ فرمایا حضور اقدس نے پھر اس پر مقرر کیا جاتا ہے ایک اندھا گونگا فرشتہ، جس کے پاس لوہے کی ایک ایسی گرز ہوتی ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر مارے تو پہاڑ مٹی ہو جائے۔ پس وہ اس گرز سے ایک ضرب لگاتا ہے کہ جسے انس وجن کے سوا مشرق ومغرب کے درمیان تمام موجودات سنتی ہیں۔ پس وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ اس میں پھر روح ڈالی جاتی ہے۔

مشکوۃ شریف میں یہ حدیث بروایت امام احمد منقول ہے جس پر مرقات میں یوں لکھا ہے:

قال میرك و هو حديث حسن و قال السيوطي و رواه ابو داؤد في سننه والحاكم في مستدركه و ابن ابي شيبه في مصنفه و البيهقي في كتاب عذاب القبر والطيالسي و عبد في مسنديهما و هناد بن السري في الزهد و ابن جرير و ابن ابي حاتم وغيره من طرق صحيحه۔

کہا میرک نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور کہا سیوطی نے کہ اس حدیث کو روایت کیا ہے صحیح طریقوں سے ابوداؤد نے اپنی سنن میں۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں۔ بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں، طیالسی اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں، ہناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ نے۔

امام الدنیا رئیس المجتہدین سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی تحریر فرماتے ہیں:

ابو حنيفه عن علقمه بن مرثد بن سعد بن عبيده عن رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا وضع المومن في قبره اتاه الملك فاجلسه فيقول من ربك فيقول ربي الله قال من نبيك قال محمد قال و ما دينك فيقول الاسلام ديني قال فيفسح له في قبره و يرى مقعده من الجنه و اذا كان كافرا ا[illegible] كالمضل شيئا فيقول

من نبيك فيقول هاه كالمضل شيئا فيقول ما دينك فيقول هاه
كالمضل شيئا فيضيق عليه قبره ويرى مقعده من النار فيضربه ضربه
يسمعه كل شي الا الثقلين الجن والانس ثم قرء رسول الله ﷺ
يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوه الدنيا و في الاخره و
يضل الله الظالمين و يفعل الله ما يشاء۔ قال الحارثي هكذا رواه
عامر بن الفرات عن ابي حنيفه وهوا اصح الاسانيد۔ وقد اختلف فيه
فرواه الا عمش و شعبه عن علقمه عن سعد بن عبيده عن البراء بن
عازب و عامر بن الفرات ثقه حفظ الحديث على وجهه و ساق
الاسناد على السواء وعلم من روايه الجماعه ان الرجل المبهم في
روايه الامام هو البراء والله اعلم۔

واخرجه احمد في حديث طويل و فيه زياده و نقص و كذا
الطيالسي و ابن ابي شيبه و ابن منيع و رواه ابو دائود و النسائي و ابن
ماجه باختصار و في المتفق عليه من حديث البراء ان المسلم اذا
سئل في قبره اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله في قبره
فذلك قوله يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت۔

امام ابوحنیفہ نے روایت کی علقمہ بن مرثد سے۔ علقمہ نے سعد بن عبیدہ
سے، سعد نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور
اسے بٹھا کر پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، وہ پوچھتا ہے
تیرا نبی کون ہے، وہ کہتا ہے محمد (ﷺ)، وہ پوچھتا ہے تیرا دین کیا ہے، وہ کہتا ہے میرا
دین اسلام ہے۔ پس اس کے لیے قبر میں کشادگی کر دی جاتی ہے اور وہ بہشت میں
اپنی جگہ دیکھتا ہے۔

اگر مردہ کافر ہو تو فرشتہ اسے بٹھا کر پوچھتا ہے، تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا
ہے ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے۔ پھر وہ پوچھتا ہے تیرا نبی کون

ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے۔ پھر وہ پوچھتا ہے تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے۔ پس اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے اور وہ دوزخ میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور فرشتہ اس کو ایسی مار مارتا ہے کہ جسے جن وانس کے سوا ہر شے سنتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (بطور شاہد) یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوہ الدنیا و فی الاخرہ و یضل اللہ الظلمین و یفعل اللہ ما یشاء۔ حارثی (۱) نے کہا کہ اس حدیث کو عامر بن فرات نے امام ابوحنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ سب اسنادوں سے زیادہ صحیح اسناد ہے۔ اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کو امام اعمش وشعبہ نے علقمہ اور علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے اور سعد نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ عامر بن فرات ثقہ ہیں، ان حضرات کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت میں ''ایک صحابی'' سے مراد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور امام احمد نے اسے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے اور اس میں کمی بیشی ہے۔ اور اسی طرح طیالسی وابن ابی شیبہ وابن منیع نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد و نسائی وابن ماجہ نے اسے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث براء میں ہے کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ اپنی قبر میں شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی معنے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت۔

(عقود الجواہر المنیفہ فی ادلہ مذہب الامام ابی حنیفہ، مطبوعہ مصر، باب سوال القبر وعذابہ)

سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مذکورۂ بالا میں بنا بر اختصار اعادہ روح کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ امام صاحب اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ فقہ اکبر میں یہ صاف لکھا ہے:

(۱) عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی السبذ موتی ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور سوال ۳۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ بخارا کے ایک گاؤں سبذموت میں پیدا ہوئے تھے اس لیے آپ کو سبذ موتی کہتے ہیں۔ آپ استاد کے لقب سے مشہور ہیں۔ ابو عبداللہ بن مندہ نے آپ سے اکثر حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مسند تصنیف فرمائی اور امام صاحب کے مناقب میں کتاب الاثار فی مناقب ابی حنیفہ لکھی۔ دیکھو الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ۔

و اعادہ الروح الی لعبد فی قبرہ حق- قبر میں بندے کی طرف روح کالوٹایا جانا حق ہے

حدیث زیر بحث میں الفاظ (فتعاد روحہ فی جسدہ) کے تحت ملا علی القاری حنفی نے مرقات میں یوں لکھا ہے:

ظاہر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء بدنہ فلا التفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض ولا الی قول ابن حجر الی نصفہ فانہ لا یصح ان یقال من قبل العقل بل یحتاج الی صحہ النقل-

ظاہر حدیث یہ ہے کہ روح کا لوٹنا بدن کے تمام اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ روح کا اعادہ بعض اجزاء کی طرف ہوتا ہے، ان کا قول قابل توجہ نہیں اور نہ ابن حجر کا قول کہ اعادہ نصف بدن تک ہوتا ہے قابل التفات ہے۔ کیونکہ اپنی عقل سے کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نقل کی ضرورت ہے۔

امام نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) شرح مسلم (باب عرض مقعد المیت من الجنہ والنار علیہ و اثبات عذاب القبر) میں یوں لکھتے ہیں:

ثم المعذب عند اھل السنہ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادہ الروح الیہ اوالی جزء منہ-

پھر معذب اہل سنت کے نزدیک جسم بعینہ ہے یا اس کا بعض بعد از آنکہ روح اس کی طرف یا اس کے ایک جزء کی طرف لوٹائی جائے۔

ابن حزم ظاہری جس کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوتا ہے، یوں اعتراض کرتا ہے:

سوال نمبرا

جس کا یہ ظن ہے کہ مردہ قبر میں قیامت سے پہلے زندہ کیا جاتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ آیات ذیل اس کو جھٹلاتی ہیں:

۱۔ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ (مومن:۱۱)

بولے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی ہے نکلنے کی کوئی راہ۔

۲۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (بقرہ:۲۸)

تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے۔ پھر اس نے تم کو جلایا۔ پھر تم کو مارتا ہے، پھر جلا دے گا پھر اسی کے پاس الٹے جاؤ گے۔

۳۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (زمر:۴۲)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا، اور جو نہ مریں اپنی نیند میں پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرایا اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک مقررہ وعدے تک۔ البتہ اس میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو دھیان کریں۔

پہلی دو آیتوں سے ظاہر ہے کہ انسان کے لیے دو دفعہ حیات اور دو دفعہ موت ہے۔ کیونکہ جب باپ کی پشت اور ماں کے رحم میں نطفہ ہوتا ہے تو مردہ ہوتا ہے پھر نفخ روح سے زندہ ہو جاتا ہے۔ پھر حیات دنیوی کے بعد مر جاتا ہے۔ پھر قیامت کو زندہ کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر قبر میں پھر زندہ کیا جائے تو ہر ایک کے لیے تین بار حیات اور تین بار موت ہو جائے گی اور یہ خلاف قرآن ہے۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لیے بطور معجزہ زندہ کیا وہ مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ، حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ۔ (البقرہ:۲۴۳)

کیا تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا اللہ نے ان کو مر جاؤ، پھر ان کو جلا دیا۔

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ، عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ (البقرہ:۲۵۹)

یا جیسے وہ شخص کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کہاں زندہ کرے گا اس کو اللہ مرنے کے بعد، پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس۔ پھر اٹھایا اس کو۔

اسی طرح تیسری آیت سے ظاہر ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ روح کو روک لیتا ہے۔ پس نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے روحیں اپنے بدنوں کی طرف نہ لوٹائی جائیں گی۔

(کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، جزء رابع، ص ۶۷)

جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم کے اس قول (جس کا یہ ظن الخ) میں اجمال ہے۔ اگر اس سے اس کی مراد ویسی حیات ہو جو دنیا میں ہوتی ہے کہ جس میں روح بدن کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس بدن میں تدبیر و تصرف کرتی ہے۔ اور بدن اس کے ساتھ کھانے پینے پہننے کا محتاج ہوتا ہے۔ تو یہ خطا ہے اور نص کی طرح حس و عقل بھی اس کی تکذیب کرتی ہے، اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اعادۂ روح سے حیات دنیوی کے مغائر ایک حیات حاصل ہو جاتی ہے جس سے قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کا امتحان ہوتا ہے تو یہ حق ہے اور اس کا نہ ماننا خطا ہے اور اسی پر نص صحیح صریح دلالت کرتی ہے اور وہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے:

ثم تعاد روحه في جسده — پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

پہلی دو آیتیں بدن میں اس روح کے عارضی اعادہ کی ثانی نہیں جیسا کہ بنی اسرائیل (۱) کا قتیل جس کو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا بعد زندہ کیا پھر مار دیا اس کی عارضی حیات سوال کے لیے معتد بہا نہ سمجھی گئی کیونکہ وہ ایک لحظہ کے لیے زندہ کیا گیا کہ کہا فلاں شخص نے مجھے قتل کیا پھر مر گیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کا قول مذکور حیات مستقرہ پر دلالت نہیں کرتا۔ صرف بدن کی طرف اعادہ روح اور اس کے ساتھ تعلق پر دلالت کرتا ہے اور بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے۔ خواہ بدن بوسیدہ و پراگندہ ہو جائے۔ اس میں راز یہ ہے کہ روح کو بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہے اور ہر قسم کے احکام مختلف ہیں۔

اول: روح کا تعلق بدن سے ماں کے پیٹ میں جنین ہونے کی حالت میں۔

دوم: روح کا تعلق بدن سے پیدائش کے بعد۔

سوم: روح کا تعلق بدن سے سونے کی حالت میں کہ ایک طرح سے اسے بدن سے تعلق ہوتا ہے اور ایک طرح سے جدائی ہوتی ہے۔

چہارم: روح کا تعلق بدن سے برزخ میں۔ کیونکہ اگرچہ روح اس سے جدا ہوتی ہے مگر ایسا فراق کلی نہیں ہوتا کہ اسے بدن کی طرف بالکل التفاف نہ رہے۔ اور وہ جو احادیث و آثار میں آیا ہے کہ جب

---

(۱) بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا۔ اس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ اس کے وارث ہر کسی پر دعویٰ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس مردے کو زندہ کیا۔ اس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مجھے مارا تھا۔ واذ قتلتم نفسا فادرءتم فیھا۔ الایات (بقرہ: ۲ ع ۱) میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

مسلمان اپنے مردہ دینی بھائی کی قبر پر گزرے اور اسے سلام کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کی طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ وہ ایک خاص اعادہ ہے۔ جو قیامت سے پہلے دن کی حیات کا موجب نہیں۔

پنجم: روح کا تعلق بدن سے قیامت کے دن۔ یہ تعلق سب تعلقات سے اکمل ہے اور پہلے انواع تعلق کو اس سے کچھ زیادہ نسبت نہیں۔ کیونکہ یہ ایسا تعلق ہے کہ جس کے ساتھ بدن نہ موت کو قبول کرے گا اور نہ فساد کو۔

تیسری آیت میں جو یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روح کو روک لیتا ہے، جس پر موت کا حکم ہو چکا۔ سو یہ اس امر کا نافی نہیں کہ روح اپنے مردہ بدن کی طرف کسی وقت میں عارضی طور پر لوٹائی جائے کہ ایسی حیات کا موجب نہ ہو جو دنیا میں ہوتی ہے۔ جس (۱) طرح سونے والے کی حیات حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے، جاگنے والے کی حیات سے مغائر ہوتی ہے کیونکہ نیند موت کی بہن ہے اور سونے والے پر حیات کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی اسی طرح اعادہ روح کے وقت میت کی حیات زندہ کی حیات سے مغائر ہوتی ہے اور یہ ایسی حیات ہوتی ہے کہ میت پر موت کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک حالت موت وحیات کے بین بین ہے جیسا کہ نیند ان دونوں کے بین بین ہے۔ اس تقریر پر غور کرنے سے بہت سے اشکال دور ہو سکتے ہیں۔

(کتاب الروح، ص ۶۷۔۶۸)

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی یوں تحریر فرماتے ہیں:

و قوله تعالى و احييتنا اثنتين اى حياه المساله فى القبر و حياه الحشر لانهما حياتان عرفوا الله بهما والحياه الاولى فى الدنيا لم يعرفوا الله بها۔

اللہ تعالیٰ کا قول (اور تو زندگی دے چکا ہم کو دوبارہ) یعنی قبر میں سوال کی زندگی اور حشر کی زندگی کیونکہ یہ دو زندگیاں وہ ہیں کہ جن سے ان کفار نے اللہ کو پہچانا اور دنیا میں پہلی زندگی جس سے انہوں نے اللہ کو نہ پہچانا۔ (شفاء السقام، باب تاسع، فصل ثالث)

شیخ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ انسان کی حیات چھ بار ہے۔

۱۔ یوم الست (۲) میں جب کہ وہ پشت آدم سے چیونٹیوں کی مانند نکالے گئے اور کہا جاتا ہے کہ یہ

(۱) شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للسیوطی، ص ۵۷۔

(۲) واذ اخذ ربك من بنى ادم من ظهورهم ذريتهم و اشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا۔ (اعراف: ۱۷۲)

اور جس وقت نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹوں کی پیٹھ سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا ان سے ان کی جان پر کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا، بولے البتہ ہم قائل ہیں۔

دو دفعہ ہوا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ارواح بلا اجسام تھیں، مگر اہل سنت کے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ اجسام سے مرکب تھیں۔ بعض لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے اور بیضاوی وغیرہ سے تعجب ہے کہ وہ ان کے موافق ہے، حالانکہ بعض ائمہ نے فرمایا کہ اس سے انکار کرنا دین میں الحاد ہے۔

۲۔ حیات دنیوی جسے ہر ایک جانتا ہے۔

۳۔ قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے لیے زندہ کرنا۔

۴۔ احیاء ابراہیمی جس وقت کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت پکار کر کہا(۱):

الا ان ربکم قد بنی لکم بیتا فحجوہ۔ (الحدیث) — دیکھو تمہارے رب نے تمہارے واسطے ایک گھر بنا دیا پس تم اس کا حج کرو۔

۵۔ احیاء محمدی۔ امام قشیری (متوفی ۴۶۵ھ) نے کتاب تحبیر فی علم التذکیر میں (اسمائے حسنیٰ میں سے) وھاب کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی یارب میں تورات میں ایک امت دیکھتا ہوں کہ جن کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حضرت محمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کے خصال جمیلہ بیان کرنے لگا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ملاقات کے مشتاق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان کو نہ ملے گا لیکن اگر چاہے تو میں تجھ کو ان کی آوازیں سنا دیتا ہوں۔ پس خدا پاک نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو پکارا حالانکہ وہ اپنے آباء واجداد کی پشتوں میں تھے۔ وہ بولے لبیک یا ربنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے میں نے تم کو عطا کر دیا۔ اور بخشش مانگنے سے پہلے تم کو بخش دیا۔ امام قشیری نے اسے ذکر کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔

۶۔ احیاء ابدی یعنی ہمیشہ کی زندگی جب کہ موت ذبح کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اے اہل بہشت تمہارے واسطے ہیشگی بغیر موت کے ہے اور اہل دوزخ تمہارے واسطے ہیشگی بغیر موت کے ہے۔ یہ

---

(۱) واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔ (حج:۲۷) — اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آنے والے راہوں پر دور سے۔

اس آیت کے متعلق موضح القرآن میں ہے کہ ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے پکارا کہ لوگو تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے، حج کو آؤ۔ باپ کی پشت میں لبیک کہا جن کی قسمت میں حج ہے ایک یا دو بار یا زیادہ۔

حیاتیں اور موتیں آیہ (ربنا امتنا اثنتين و احييتنا اثنتين) کے مخالف نہیں۔ کیونکہ یہ قول کفار ہے۔ اگر ہم اس کی صحت کو تسلیم کرلیں تو اس میں حصر نہیں کہ حیات وموت بس دو ہی بار ہوگی، لہٰذا دو سے زیادہ جائز ہوئیں، اور اگر ہم حصر کو بھی تسلیم کرلیں تو حیات وموت کا دو بار ہونا باعتبار قول مشہور ہے جسے سب جانتے ہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مصر، ص ۹۱_۹۲)

سوال نمبر۲

ابن حزم کا دوسرا اعتراض حدیث براء بن عازب پر ہے۔ جو سنن ابی داؤد میں ہے اور وہ اعتراض بدیں الفاظ ہے:

ولم يات قط عن رسول الله ﷺ في خبر يصح ان ارواح الموتى ترد الى اجسادهم عندالمسئله و لوصح ذلك عنه عليه السلام لقلنا به فاذ لا يصح فلا يحل لاحد ان يقوله و انما انفرد بهذه الزياده من رد الارواح المنهال بن عمرو وحده وليس بالقوى تركه شعبه وغيره و سائر الاخبار الثابته على خلاف ذلك و هذا الذى قلنا هو الذى صح ايضا عن الصحابه رضى الله عنهم۔

رسول اللہ ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ مردوں کی روحیں بدنوں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ اگر یہ امر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتا تو ہم اس کے قائل ہوتے۔ چونکہ یہ ثابت نہیں اس لیے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کا قائل ہو۔ قبر میں سوال کے وقت رد ارواح کا ذکر فقط منہال بن عمرو نے کیا ہے اور وہ قوی نہیں۔ شعبہ وغیرہ نے اسے ترک کردیا ہے اور باقی تمام احادیث ثابتہ اس کے خلاف ہیں اور جو ہم نے کہا یہی صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

(کتاب الفصل جزء رابع ص ۶۸)

جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم نے جو یہ کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ صرف منہال بن عمرو ہی نے اسے روایت کیا ہے اور وہ قوی نہیں۔ سو اس کا یہ قول ہرزہ سرائی ہے کیونکہ

یہ حدیث صحیح ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور زاذان کے علاوہ اسے براء بن عازب سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں عدی بن ثابت اور محمد بن عقبہ اور مجاہد ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ بن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے کتاب الروح والنفس میں بروایت عدی بسند متصل (اخبرنا محمد بن یعقوب بن یوسف ثنا محمد بن اسحق الصفار انا ابو النصر هاشم بن القاسم حدثنا عیسی بن المسیب عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب) نقل کیا کہ ملک الموت مومن کی روح کو قبض کرنے کے بعد عرش تک لے جاتا ہے۔ وہاں اس کا نام علیین میں لکھا جاتا ہے اور خدا حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کو اس کے خواب گاہ میں لے جاؤ کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مٹی میں ان کو پہنچاؤں گا اور مٹی ہی میں سے ایک اور دفعہ ان کو نکالوں گا۔اس کے بعد یہ الفاظ ہیں:

فیرد الی مضجعه فیاتیه منکر و نکیر یثیران الارض بانیابهما و یفحصان الارض باشعارهما فیجلسانه ثم یقال له یا هذا من ربك (الحدیث)

پس وہ اپنے خواب گاہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے پھر منکر اور نکیر اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے اور اپنے بالوں سے زمین کو کھودتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے فلان تیرا رب کون ہے۔

اس حدیث کو امام احمد اور محمود بن غیلان وغیرہ نے ابو النصر سے روایت کیا ہے۔اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان الارواح تعاد الی القبر و ان الملکین یجلسان المیت و یستنطقانه۔

روحیں قبروں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور دو فرشتے مردے کو بٹھاتے ہیں اور اسے بلاتے ہیں۔

پھر ابن مندہ نے اس حدیث کو محمد بن سلمہ کے طریق سے اس نے خصیف جزری سے، اس نے مجاہد سے، اس نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔روایت مجاہد میں مومن کی روح کے ذکر کے بعد کافر کی نسبت یہ الفاظ ہیں:

اذا وضع الکافر فی قبره اتاه منکر و نکیر فیجلسانه فیقولان له من ربك فیقول لا ادری فیقولان له لا دریت فیضربانه ضربه فیصیر رمادا ثم یعاد فیجلس۔ (الحدیث)

جب کافر قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو منکر اور نکیر اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔پس وہ اسے کہتے ہیں کہ تو نے نہ جانا اور اسے ایسی مار مارتے ہیں کہ وہ خاکستر ہو جاتا ہے۔پھر اسے درست کر کے بٹھایا جاتا ہے۔

غرض یہ حدیث ثابت ومشہور ومستفیض ہے۔اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے اور ائمہ حدیث میں سے کوئی ایسا معلوم نہیں ہوتا جس نے اس میں طعن کیا ہو بلکہ اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اسے قبول کیا ہے۔اور عذاب ونعیم قبر،سوال منکر ونکیر،قبض ارواح اور ارواح کے اللہ کے سامنے پہنچنے اور پھر قبر میں واپس آنے کے بارے میں اس کو اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زاذان کے علاوہ اس حدیث کو عدی بن ثابت اور مجاہد بن جبیر اور محمد بن عقبہ وغیرہم نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے اور امام دار قطنی نے ایک علیحدہ رسالے میں اس حدیث کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔زاذان ثقات میں سے ہے جس نے اکابر صحابہ حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں اور صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے۔

یحیٰی بن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔حمید بن ہلال سے جب زاذان کی نسبت پوچھا گیا تو جواب دیا کہ ثقہ ہے ایسے راویوں کی نسبت سوال نہ کرنا چاہیے۔ابن عدی نے کہا کہ زاذن جب ثقہ سے روایت کرے تو اس کی حدیثیں لاباس بہا ہیں۔منہال بن عمرو کی نسبت جو ابن حزم نے کہا کہ اس زیادت (فتعاد روحه فی جسده) کو اسی نے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف بتایا۔سو یہ درست نہیں۔کیونکہ منہال ثقات عدول میں سے ہے۔چنانچہ ابن معین کا قول ہے کہ منہال ثقہ ہے۔اور عجلی نے کہا کہ وہ کوفی ثقہ ہے اور بڑی سے بڑی بات جو اس کی نسبت بیان کی گئی ہے،یہ ہے کہ اس کے گھر سے گانے کی آواز سنی گئی۔مگر یہ امر اس کی روایت میں موجب قدح نہیں اور اس کی حدیث کے ترک کرنے کا باعث نہیں ہوسکتا۔لہذا ابن حزم کی تضعیف لاشے ہے۔کیونکہ اس نے بجز تفرد کے تضعیف کی کوئی وجہ نہیں بتائی،اور ہم نے بیان کر دیا کہ وہ زیادت مذکورہ کے ساتھ متفرد نہیں ہے۔بلکہ اس علاوہ اوروں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔اور وہ سب کی سب صحیح حدیثیں ہیں جن میں کوئی نقص نہیں۔

ابن حزم کے سوا کسی اور نے یہ جرح کی ہے کہ زاذان نے حضرت براء سے سماع نہیں کیا مگر یہ درست نہیں،کیونکہ ابوعوانہ اسفرائنی نے اسے اپنی صحیح میں بالاسناد روایت کیا ہے اور کہا ہے عن ابی عمر زاذان الکندی قال سمعت البراء بن عازب۔ اور حافظ بن مندہ نے کہا کہ یہ اسناد متصل مشہور ہے۔ اسے ایک جماعت نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔اگر ہم حدیث براء سے قطع نظر بھی کریں،تو باقی احادیث صحیحہ اس میں تصریح کرتی ہیں۔مثلاً حدیث ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعید بن یسار عن ابی ھریرہ۔ جس میں روح خبیثہ کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلنے کے بعد یوں مذکور ہے۔

فترسل بین السماء و الارض فتصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبره غیر فزع۔ (الحدیث) — پس وہ آسمان و زمین کے درمیان پھینکی جاتی ہے۔ پس قبر کی طرف آتی ہے۔ پس نیک آدمی اپنی قبر میں بے خوف بیٹھتا ہے۔

حافظ ابونعیم نے کہا کہ اس حدیث ابی ہریرہ کے ناقلین کی عدالت پر اتفاق ہے۔ چنانچہ امام بخاری وامام مسلم دونوں ابی ابن ذئب اور محمد بن عمرو بن قطاء اور سعید بن یسار پر متفق ہیں اور یہ ان دونوں کی شرط پر ہیں، اور اس حدیث ابی ہریرہ کو بڑے بڑے متقدمین (مثلاً ابن ابی فدیک اور عبدالرحیم بن ابراہیم) نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن مندہ نے اعادۂ روح کے ثبوت میں ایک اور حدیث باسناد متصل (ثنا محمد بن الحسین بن الحسن ثنا محمد بن یزید النیسا بوری ثنا حماد بن قیراط ثنا محمد بن الفضل عن یزید بن عبدالرحمن الصائغ البلخی عن الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس) نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

فیدخلون ذلك الروح بین جسده و اکفانه۔ — پس فرشتے اس روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان داخل کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ احادیث صحیحہ متواترہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور روح کے بغیر بدن سے سوال ایک گروہ کا قول ہے، جس کو جمہور تسلیم نہیں کرتے۔ اس گروہ کے مقابلے میں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سوال تو روح سے ہوتا ہے نہ کہ بدن سے۔ ابن مرہ وابن حزم وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔ مگر یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں اور احادیث صحیحہ ان کی تردید کر رہی ہیں، اور اگر سوال فقط روح سے ہوتا تو قبر کو روح سے کوئی اختصاص نہ ہوتا۔ (کتاب الروح، صفحہ ۷۶ تا ۸۰)

حدیث زیر بحث کی نسبت شیخ الاسلام تقی الدین سبکی لکھتے ہیں کہ اس کو ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی مسندوں میں روایت کیا ہے جن میں امام احمد اور عبد بن حمید اور علی بن معبد (کتاب الطاعه و المعصیه میں) وغیرہ ہیں اور ان سب کے اسناد کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن حزم نے اس حدیث میں منہال بن عمرو کے سبب کلام کیا اور یہ کلام بے سود ہے کیونکہ منہال بن عمرو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہے اور کئی ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے جن میں سے یحییٰ بن معین ہیں، اور اس میں کلام اس جہت سے ہے کہ امام شعبہ نے اسے ترک کر دیا ہے، اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ شعبہ کے ترک کی وجہ یہ ہے کہ شعبہ نے اس کے گھر سے

راگ کے ساتھ قراءت کی آواز سنی۔ جب یہ سبب معلوم ہوگیا تو شعبہ کا اس کو ترک کرنا مضر نہیں۔ کیونکہ عالموں کی ایک جماعت اس کی اباحت کی قائل ہے۔ اور اس قسم کی جس چیز میں اختلاف ہو، اس سے روایت و شہادت رد نہیں ہوسکتی۔ بالخصوص جبکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ آواز منہال کی تھی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر میں کسی اور کی آواز ہو اور اسے اس کا علم نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ اس قدح کی کوئی وجہ نہیں اور منہال بن عمرو کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ وہ ان راویوں میں سے ہیں جن کی حدیث سے احتجاج ہوسکتا ہے۔ اور منہال بن عمرو کے سبب اعادۂ روح کے انکار و تضعیف کے کوئی معنی نہیں جبکہ باقی احادیث متفق علیہا سماع و کلام اور قعود وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں جو مستلزم حیات و عود روح ہیں۔ امام بغوی نے شرح السنہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے جس وقت لوگ دفن کر کے اس سے پیٹھ پھیرتے ہیں، پھر وہ بٹھایا جاتا ہے۔ اور اس کا کفن اس کی گردن میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے، اور قبروں میں حیات کے ثبوت پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) نے "شامل فی اصول الدین" میں کہا کہ سلف امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب اور قبروں میں مردوں کا زندہ کیا جانا اور جسموں میں روحوں کا پھر ڈالا جانا ثابت ہے۔ (شفاء السقام، باب تاسع، فصل ثالث)

منکرین کے اعتراضات

عذاب و نعیم قبر کے منکرین کہتے ہیں کہ مومن کے لیے قبر کا ستر (۷۰) گز لمبا اور ستر (۷۰) گز چوڑا ہو جانا اور کافر کے لیے اتنا تنگ ہو جانا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ جائیں، خلاف مشاہدہ ہے۔ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جائے تو مردہ پر عذاب کا کوئی نشان دیکھنے میں نہیں آتا۔ اور قبر اتنی ہی لمبی چوڑی نظر آتی ہے جس قدر کہ پہلے کھودی گئی تھی اور فرشتوں کے زمین چیر کر آنے کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ میت کا تنگ لحد میں سوال کے لیے بٹھایا جانا بھی غیر معقول ہے۔ اگر دفن کرتے وقت ہم میت کے سینے پر پارہ یا رائی کا دانہ رکھ دیں تو دوبارہ کھودنے پر بدستور اسی طرح پاتے ہیں۔ اگر ہم میت کو کئی دن اپنے سامنے رکھ چھوڑیں تو ہم فرشتوں اور میت کا کوئی سوال و جواب نہیں سنتے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ چارپائے تو عذاب قبر کو سن لیں اور انسان و جن نہ سنیں۔ بھلا جو شخص جل کر راکھ ہو جائے، یا ڈوب کر مر جائے یا جسے درندہ کھا جائے، اسے عذاب قبر کیونکر ہوسکتا ہے۔

جواب

ہم ذیل میں "کتاب الروح" سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے اعتراضات بالا کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

ان اللّٰہ سبحانہ جعل الدور ثلاثا دار الدنیا و دار البرزخ و دار القرار و جعل لکل دار احکاما تختص بھا و رکب ھذا الانسان من بدن و نفس و جعل احکام دار الدنیا علی الابدان و الارواح تبعالھا و لھذا جعل احکامہ الشرعیہ مرتبہ علی ما یظھر من حرکات اللسان و الجوارح وان اضمرت النفوس خلافہ و جعل احکام البرزخ علی الارواح و الابدان تبعالھا فکما تبعت الارواح الابدان فی احکام الدنیا فتالمت بالمھا و التذت براحتھا و کانت ھی التی باشرت اسباب النعیم و العذاب تبعت الابدان الارواح فی نعیمھا و عذابھا و الارواح حینئذ ھی التی تباشر العذاب و النعیم فالابدان ھنا ظاھرہ والارواح خفیہ والابدان کالقبور لھا و الارواح ھناك ظاھرہ والابدان خفیہ فی قبورھا تجری احکام البرزخ علی الارواح فتسری الی ابدانھا نعیما اور عذابا کما تجری احکام الدنیا علی الابدان فتسری الی ارواحھا نعیما او عذابا فاحط بھذا الموضع علما و اعرفہ کما ینبغی یزیل عنك کل اشکال لو یرد علیك من داخل و خارج وقد ارنا اللّٰہ سبحانہ بلطفہ و رحمتہ و ھدایتہ من ذلك انموذجا فی الدنیا منحال النائم فان ما ینعم بہ او یعذب فی نومہ یجری علی روحہ اصلا و البدن تبع لہ و قد یقوی حتی یوثر فی البدن تاثیرا مشاھدا فیری النائم فی نومہ انہ ضرب فیصبح و اثر الضرب فی جسمہ و یری انہ قد اکل او شرب فیستیقظ وھو یجد اثر الطعام و الشراب فی فیہ و یذھب عنہ الجوع و الظما و اعجب من ذلك انك تری النائم یقوم فی نومہ و یضرب و یبطش و یدافع کانہ یقظان و ھو نائم لا شعور لہ

بشی ء من ذلك و ذلك ان الحكم لما جرى على الروح استعانت بالبدن من خارجه و لو دخلت فى لا ستيقظ و احس فاذا كانت الروح تتالم و نعم و يصل ذلك الى بدنها بطريق الاستتباع فكهذا فى البرزخ بل اعظم فان تجرد الروح هناك اكمل و اقوى و هى متعلقه ببدنها لم تنقطع عنده كل الانقطاع فاذا كان يوم حشر الاجساد و قيام الناس من قبورهم صار الحكم و النعيم و العذاب على الارواح و الاجساد ظاهرا باديا اصلا و متى اعطيت هذا الموضع حقه تبين لك ان ما أخبر به الرسول من عذاب القبر و نعيمه و ضيقه و سعته و ضمه و كونه حفره من حفر النار او روضه من رياض الجنه مطابق للعقل وانه حق لا مريه فيه وان من اشكل عليه ذلك فمن سوء فهمه و قله علمه كما قيل :

و كم من عائب قولا صحيحا

و افته من الفهم السقيم

واعجب من ذلك انك تجد النائمين فى فراش و احد و هذا روحه فى النعيم و يستيقظ و اثر النعيم على بدنه و هذا روحه فى العذاب و يستيقظ و اثر العذاب على بدنه و ليس عند احدهما خبر بما عند الاخر فامر البرزخ اعجب من ذلك۔

(کتاب الروح ص۱۰۱۔۱۰۳)

فاذا وضع فى لحده و سوى عليه التراب لم يحجب التراب الملائكه عن الوصول اليه بل لو نقر له حجر فاودع فيه و ختم عليه بالرصاص لم يمنع وصول الملائكه اليه فان هذه الاجسام الكثيفه لا تمنع خرق الارواح لها بل الجن لا يمنعها ذلك بل قد جعل الله سبحانه الحجاره و التراب للملائكه بمنزله الهواء للطير و السباع۔ القبر و انفساخه للروح بالذات و البدن تبعا فيكون البدن فى لحد اضيق [illegible] لروحه۔ و اما عصره القبر

حتی تختلف بعض اجزاء الموتی فلا یردہ حس ولا عقل ولا فطرہ ولو قدر ان احدا نبش عن میت فوجد اضلاعہ کما ھی لم تختلف لم یمنع ان تکون قد عادت الی حالھا بعد العصرہ فلیس مع الزنادقہ و الملاحدہ الا مجرد تکذیب الرسول۔ (کتاب الروح ص ۱۰۴۔۱۰۵)

ان النار التی فی القجروالخضرہ لیست من نار الدنیا ولا من زروع الدنیا فیشاھدہ من شاھد نار الدنیا و خضرھا و انما ھی من نار الاخرہ و خضرھا و ھی اشد من نار الدنیا فلا یحس بہ اھل الدنیا فان اللہ سبحانہ یحمی علیہ ذلک التراب والحجارہ التی علیہ و تحتہ حتی یکون اعظم حرا من جمر الدنیا ولو مسھا اھل الدنیا لم یحسوا بذلک بل اعجب من ھذا ان الرجلین یدفنان احدھما الی جنب الاخر و ھذا فی حفرہ من حفر النار لا یصل حرھا الی جارہ و ذلک فی روضہ من ریاض الجنہ لا یصل روحھا و نعیمھا الی جارہ و قدرہ الرب تعالی اوسع و اعجب من ذلک و قد ارانا اللہ من ایات قدرتہ فی ھذہ الدار ما ھو اعجب من ذلک بکثیر و لکن النفوس مولعہ بالتکذیب بما لم تحط بہ علما الا من وفقہ اللہ و عصمہ۔ فیفرش للکافر لوحان من نار فیشتعل علیہ قبرہ بھما کما یشتعل التنور فاذا شاء اللہ سبحانہ ان یطلع علی ذلک بعض عبیدہ اطلعہ و غیبہ عن غیرہ اذلو اطلع العباد کلھم لزالتْ کلمہ التکلیف و الایمان بالغیب ولما تدافن الناس کما فی الصحیحین عن صلی اللہ علیہ وسلم لو لا ان لا تدافنو الدعوت اللہ انیسمعکم من عذاب القبر ما اسمع ولما کانت ھذہ الحکمہ منفیہ فی حق البھائم سمعت ذلک و ادرکتہ کما حادت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغلتہ و کادت تلقیہ لما مر بمن یعذب فی قبرہ۔

(کتاب الروح ص ۱۰۵۔۱۰۶)

ان اللّٰه سبحانه و تعالى يحدث في هذه الدار ما هو اعجب من ذلك فهذا جبريل كان نزل على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم و يتمثل له رجلا فيكلمه بكلام يسمعه و من الى جانب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لا يراه و لا يسمعه و كذلك غيره من الانبياء و احيانا ياتيه الوحى فى مثل صلصله الجرس ولا يسمعه غيره من الحاضرين و هولاء الجن يتحدثون و يتكلمون بالاصوات المرتفعه بيننا و نحن لا نسمعهم و قد كانت الملائكه تضرب الكفار بالسياط و تضرب رقابهم و تصيح بهم و المسلمون معهم لا يرونهم ولا يسمعون كلامهم واللّٰه سبحانه قد حجب بنى ادم عن كثير مما يحدثه فى الارض وهو بينهم وقد كان جبريل يقرى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ويدارسه القران والحاضرون لا يسمعونه و كيف يستنكر من يعرف اللّٰه سبحانه و يقر بقدرته ان يحدث حوادث يصرف عنها ابصار بعض خلقه حكمه من و رحمه بهم لانهم لا يطيقون رويتها و سماعها والعبد اضعف بصرا و سمعا من ان يثبت لمشاهده عذاب القبر و كثير ممن اشهده اللّٰه ذلك صعق و غشى عليه وسلم ينتفع بالعيش زمنا و بعضهم كشف قناع قلبه فمات فكيف ينكر فى الحكمه الالهيه اسبال غطاء يحول بين المكلفين و بين مشاهده ذلك حتى اذا كشف الغطاء راوه و شاهدوه عيانا ثم ان العبد قاصر على ان يزيل الزيبق الخردل عن عين الميت و صدره ثم يرده بسرعه فكيف يعجز عنه الملك و كيف لا يقدر عليه من هو على كل شى ء قدير و كيف تعجز قدرته عن ابقائه فى عينيه و على صدره لا يسقط عنه و هل قياس امر البرزخ على ما يشاهده الناس فى الدنيا الا محض الجهل والضلال و تكذيب اصدق الصادقين تعجيز رب العلمين و ذلك غايه الجهل و الظلم و اذا كان احدنا يمكنه توسعه القبر عشره اذرع و مائه ذراع و اكثر طولا و عرضا و عمقا و يستر توسيعه عن الناس و

يطلع عليه من يشاء فكيف يعجز رب العلمين ان يوسعه ما يشاء و يستر ذلك عن اعين بن ادم فيراه بنو ادم ضيقا و هو اوسع شیء و اطيبه ريحا و اعظمه اضاءه و نورا و هم لا يرون ذلك و سر المسئله ان هذه التوسعه والضيق و الخضره و النار ليس من جنس المعهود فی هذا العالم والله سبحانه انما اشهد بنی آدم فی هذه الدار ما كان فيها و منها فاما ما كان من امر الاخره فقد اسبل عليه الغطاء ليكون الاقرار به والايمان سببا لسعادتهم فاذا كشف عنهم الغطاء صار عيانا مشاهدا فلو كان الميت بين الناس موضوعا لم يمتنع ان ياتيه الملكان و يسالانه من غير ان يشعر الحاضرون بذلك و يجيبها من غير ان يسمعوا كلامه و يضربانه من غير ان يشاهد الحاضرون ضربه و هذا الواحد منا ينام الى جنب صاحبه فيعذب فی النوم و يضرب و يالم و ليس عنه المستيقظ خبر من ذلك البته وقد سره اثر الضرب والالم الی جسده ومن اعظم الجهل استبعاد شق الملك الارض و الحجر و قد جعلهما الله سبحانه له كالهواء للطير ولا يلزم من حجبهما للاجسام الكثيفه ان تتولج فيها حجبهما للارواح اللطيفه وهل هذا الا من افسد القياس و بهذا و امثاله كذبت الرسول صلوات الله و سلامه عليهم۔ (کتاب الروح ص ۱۱۳۔۱۱۵)

انه غير ممتنع ان ترد الارواح الى المصلوب و الغريق و المحرق و نحن لا نشعر بها لان ذلك الرد نوع آخر غير المعهود فهذا المغمی عليه و المسكوت و المبهوت احياء و ارواحهم معهم ولا نشعر بحياتهم و من تفرقت اجزاءوه لا يمتنع على من هو على كل شیء قدير ان يجعل للروح اتصالا بتكلك الاجزاء على تباعد ما بينها و قربه و يكون فی تلك الاجزاء شعور بنوع من الالم و اللذه و اذا كان الله سبحانه و تعالى قد جعل فی الجمادات شعورا و ادراكا تسبح ربها به و تسقط الحجاره من خشيته و تسجد له الجبال و الشجر و

تسبحه الحصى و المياه و البنات قال تعالى وان من شيء الا يسبح بحمده و لكن لا تفقهون تسبيحهم۔

ولو كان التسبيح هو مجرد دلالتها على صانعها لم يقل ولكن لا تفقهون تسبيحهم فان كل عاقل يفقه دلالتها على صانعها و قال تعالى انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق۔ والدلاله على الصانع لا تختص بهذين الوقتين۔ وكذلك قوله تعالى يا جبال اوبي معه۔ والدلاله لا تختص معيته وحده وكذب على الله منقال الترويب رجع الصدى فان هذا يكون لكل مصوت و قال تعالى الم تر ان الله يسجد له من في السموات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال و الشجر والدواب و كثير من الناس۔ والدلاله على الصانع لا تختص بكثير من الناس و قال تعالى الم تر ان الله يسبح له من في السموات والارض و الطير صافات كل قد علم صلاته و تسبيحه۔ فهذه صلوه و تسبيح حقيقه يعلمها الله و ان جحدها الجاهلون المكذبون و قد اخبر تعالى عن الحجاره ان بعضها يزول من مكانه و يسقط من خشيته وقد اخبر عن الارض والسماء انهما ياذنان له اى يستمعان كلامه و انه خاطبهما فسمعا خطابه و احسنا جوابه فقال لهما ائتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين۔ وقد كان الصحابه يسمعون تسبيح الطعام وهو يوكل و سمعوا حنين الجذع اليابس في المسجد فاذا كانت هذه الاجسام فيها الاحساس والشعور فالاجسام التي كانت فيها الروح و الحياه اولى بذلك وقد اشهد الله سبحانه عباده في هذه الدار اعاده حياه كامله الى بدن قد فارقته الروح فتكلم و مشى واكل و شرب و تزوج و ولد له كالذين خرجوا من ديارهم و هم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احياهم۔ او كالذى مر على قريه وهى خاويه على عروشها قال انى يحيى هذه الله [illegible] بعثه قال كم لبثت

قال لبثت یوما او بعض یوم۔

و کقتیل بنی اسرائیل او کالذین قالوا لموسی لن نومن لک حتی نری اللّٰہ جھرہ فاماتھم اللہ ثم بعثھم من بعد موتھم و کاصحاب الکھف و کقصہ ابراھیم فی الطیور الاربعہ فاذا اعاد الحیاہ التامہ الی ھذہ الاجساد بعد ما بردت بالموت فکیف یمتنع علی قدرتہ الباھرہ ان یعید الیھا بعد موتھا حیاہ ماغیر مستقرہ یقتضی بھا ما امرھا فیھا و یستنطقھا بھا و یعذبھا اور ینعمھا باعمالھا و ھل انکار ذلک الا مجرد تکذیب و عناد و حجود و باللّٰہ التوفیق۔

(کتاب الروح ص ۱۱۵۔۱۱۷)

اللہ تعالیٰ نے تین دار (گھر) بنائے ہیں۔ دار الدنیا، دار البرزخ، دار القرار، اور ہر ایک دار کے لیے ایسے احکام بنائے ہیں جو اسی سے مختص ہیں۔ انسان کو اس نے بدن و روح سے مرکب بنایا اور دار الدنیا کے احکام بدنوں پر جاری کیے اور روحوں کو انکے تابع بنایا۔ لہٰذا احکام شرع ظاہر حرکات لسان و جوارح پر مرتب کیے خواہ نفوس میں ان کے خلاف مضمر ہو، اور احکام برزخ روحوں پر جاری کیے اور بدنوں کو ان کے تابع بنایا۔ جس طرح احکام دنیا میں روحیں بدنوں کے تابع ہیں۔ پس بدنوں کے الم سے ان کو الم اور بدنوں کی راحت سے ان کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور بدن ہی اسباب نعیم و عذاب کے مباشر ہیں۔ اسی طرح برزخ کے نعیم و عذاب میں بدن روحوں کے تابع ہیں۔ اور روحیں مباشر عذاب و نعیم ہیں۔ پس دنیا میں بدن ظاہر اور روحیں پوشیدہ ہیں اور بدن ان کے لیے قبروں کی مانند ہیں۔ مگر برزخ میں روحیں ظاہر اور بدن قبروں میں پوشیدہ ہیں۔ احکام برزخ روحوں پر جاری ہوتے ہیں اور عذاب و نعیم ان کی وساطت سے بدنوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔ جیسا کہ دنیا کے احکام بدنوں پر جاری ہوتے ہیں اور عذاب و نعیم روحوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و رحمت اور ہدایت سے دنیا میں ہمیں اس کا ایک نمونہ دکھا دیا

ہے۔ وہ کیا؟ سونے والے کا حال۔ کیونکہ خواب میں انسان کو جو نعیم یا عذاب حاصل ہوتا ہے، وہ اصل میں روح پر جاری ہوتا ہے۔ اور بدن اس کے تابع ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس کی تاثیر بدن پر مشاہدے میں آتی ہے۔ مثلاً سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ اسے مار پڑی ہے۔ وہ صبح کو اٹھتا ہے اور ضرب کا اثر اس کے جسم پر عیاں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ خواب میں کھاتا ہے یا پیتا ہے پھر جاگ اٹھتا ہے اور کھانے پینے کا اثر اپنے منہ میں پاتا ہے۔ اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہو جاتی ہے۔

اس سے عجیب یہ ہے کہ بعض دفعہ سونے والا اپنی نیند میں اٹھتا ہے، کسی کو مارتا ہے، کسی کو پکڑتا ہے، اور کسی کو ہٹاتا ہے گویا کہ وہ جاگنے والا ہے۔ حالانکہ وہ سونیوالا ہوتا ہے۔ اسے مار وغیرہ میں سے کسی کا شعور نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم چونکہ روح پر جاری ہے، اس لیے روح نے خارج سے بدن سے مدد لی۔ اگر وہ بدن میں داخل ہو جاتی تو وہ جاگ اٹھتا اور ان امور کا احساس کرتا۔ پس جس طرح سونے والے کی روح تکلیف یا راحت پاتی ہے، اور وہ بالتبع بدن کو پہنچتی ہے، اسی طرح برزخ میں ہوتا ہے۔ بلکہ برزخ میں اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ کیونکہ برزخ میں روح کا تجرد زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور بدن سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ بدن سے اس کا تعلق بالکل منقطع نہیں ہوتا۔ جب حشر اجساد کا دن ہوگا اور لوگ قبروں سے اٹھیں گے، تو حکم اور عذاب و نعیم روحوں اور بدنوں پر ظاہر اور بالاصالت ہوں گے۔ اگر اس بات کو کما حقہ سمجھ لیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ قبر کا عذاب یا نعیم اور اس کا کشادہ یا تنگ ہونا اور اس کا میت کو دبانا اور اس کا آگ کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہونا جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے، بالکل عقل کے مطابق اور حق ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ جس کو اس کا تسلیم کرنا مشکل نظر آئے، اس کی وجہ اس کی سمجھ کا فتور اور علم کی کمی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے ہے ؎

ہیں کتنے صحیح کو غلط کہنے والے
سمجھ کے ہیں ناقص وہ خود ہی بچارے

اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ دو شخص ایک بستر پر سو رہے ہیں۔ ایک کی روح راحت میں ہوتی ہے۔ وہ جاگ اٹھتا ہے۔ تو راحت کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے، اور دوسرے کی روح عذاب میں ہوتی ہے۔ وہ جاگ اٹھتا ہے تو عذاب کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ مگر ایک کو دوسرے کے حال سے بالکل خبر نہیں ہوتی۔ برزخ کا حال اس سے عجیب ہے۔ (کتاب الروح لابن القیم ص ۱۰۱۔۱۰۳)

جب مردہ لحد میں رکھا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو مٹی فرشتوں کو اس کے پاس آنے سے نہیں روک سکتی۔ بلکہ اگر پتھر کو کھود کر اس میں مردے کو رکھ دیا جائے اور رانگ سے بند کر دیا جائے تو پھر بھی فرشتے اس کے پاس آنے سے نہیں رک سکتے۔ کیونکہ یہ اجسام کثیفہ روحوں کے گزرنے کو نہیں روک سکتے۔ بلکہ جنوں کو نہیں روک سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر اور مٹی کو فرشتوں کے لیے ایسا بنایا ہے جیسا کہ ہوا پرندوں کے لیے ہے، اور قبر کا فراخ و کشادہ ہونا روح کے لیے بالذات ہے اور بدن کے لیے بالتبع ہے۔ لہذا بدن ایک ہاتھ سے تنگ لحد میں ہوتا ہے۔ حالانکہ روح کی تبعیت سے اس کے لیے قبر حد نگاہ تک کشادہ ہوتی ہے۔ رہا قبر کا دبانا یہاں تک کہ مردوں کے بعض اجزاء شکستہ ہو جائیں، سو یہ حس و عقل و فطرت کے خلاف نہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی نے ایک مردے کی قبر کھودی اور اس کی پسلیوں کو بدستور پایا تو یہ اس امر کا مانع نہیں کہ دبانے کے بعد اس کی پسلیاں پہلی حالت پر آ گئی ہوں۔ لہذا بے دینوں اور ملحدوں کے پاس تکذیب رسول اللہ ﷺ کی کوئی دلیل نہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۰۴۔۱۰۵)

قبر کی آگ اور ہریالی دنیا کی آگ اور ہریالی نہیں کہ اسے وہ لوگ دیکھ لیں جو دنیا کی آگ اور دنیا کی کھیتیوں کی سبزی کو دیکھ لیتے ہیں۔ بلکہ وہ تو آخرت کی آگ اور ہریالی ہے اور وہ آگ دنیا کی آگ سے تیز ہے۔ اس لیے اہل دنیا اسے محسوس نہیں کرتے۔ اسی آگ سے اللہ تعالیٰ اس مٹی اور پتھر کو جو مردے کے نیچے اور اوپر ہوتی ہے اس کے لیے گرم کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی حرارت دنیا کی چنگاری سے تیز

ہو جاتی ہے مگر اہل دنیا اگر اسے مس کریں تو محسوس نہ کریں۔ بلکہ اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ دو شخص جو پہلو بہ پہلو دفن کیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک تو آگ کے گڑھے میں ہوتا ہے جس کی حرارت دوسرے کو نہیں پہنچتی اور دوسرا ایک باغ بہشت میں ہوتا ہے جس کی آسائش و راحت اس کے ہمسائے کو نہیں پہنچتی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی وسیع و عجیب ہے۔ اس نے اس دنیا میں ہم کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے وہ دکھائی ہیں جو اس سے بہت بڑھ کر عجیب ہیں مگر ان لوگوں کے سوا جنہیں خدا نے توفیق و عصمت عطا فرمائی ہے طبعیتیں اس امر کی تکذیب پر فریفتہ ہیں جو ان کے علم میں نہ ہو۔ کافر کے لیے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں جن سے اس کی قبر اس پر تنور کی طرح شعلہ زن ہوتی ہے۔ اللہ جب چاہتا ہے تو اپنے بندوں میں سے بعض کو اس پر مطلع کر دیتا ہے۔ اور دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر سب کو اس پر آگاہ کر دے تو کلمہ تکلیف اور ایمان بالغیب جاتا رہے۔ اور لوگ دفن نہ کیا کریں۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اگر(۱) یہ بات نہ ہوتی کہ تم دفن نہ کیا کرو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذاب قبر سے وہ سنا دے جو میں سنتا ہوں'' چونکہ بہائم کے حق میں یہ حکمت نہیں پائی جاتی اس لیے وہ اس عذاب کو سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ایک شخص سے گزرے جسے قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو آپ کی خچر آپ کو لے کر بھاگی اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ (کتاب الروح ص ۱۰۵۔۱۰۶)

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ایسے امور پیدا کرتا ہے جو عالم برزخ سے بھی عجیب ہیں۔

دیکھیے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں ایک

---

(۱) یہ حدیث صحیح مسلم میں یوں ہے: عن زید بن ثابت قال بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلہ لہ و نحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ و اذا اقبر ستہ او خمسہ او اربعہ فقال من یعرف اصحاب ھذہ الا قبر فقال رجل انا قال فمتی مات ھولاء قال ماتوا فی الا شراك فقال ان ھذہ الامہ تبتلی فی قبورھا فلو لا انلا تدا فنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع۔

(صحیح مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار و اثبات عذاب القبر)

انسان کی شکل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ سے کلام کیا کرتے تھے جسے آپ سن لیتے تھے مگر آپ کے پاس بیٹھنے والے نہ اسے دیکھتے اور نہ اس کا کلام سنتے۔ یہی حال دیگر انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کا تھا۔ وحی کبھی حضور اقدس ﷺ پر گھنٹی کی سی آواز میں نازل ہوتی مگر آپ کے سوا حاضرین میں سے کوئی نہ سنتا۔ اسی طرح جن ہمارے درمیان اونچی آواز سے باتیں کرتے ہیں۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ باتیں سنتے ہیں۔ غزوات میں فرشتے کفار کو کوڑوں سے مارتے۔ انکی گردنیں کاٹتے اور ان پر نعرے مارتے تھے۔ مگر صحابہ کرام باوجود ساتھ ہونے کے نہ ان کو دیکھتے اور نہ ان کلام سنتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے بہت سے امور سے محجوب کر دیا ہے جو وہ دنیا میں پیدا کرتا ہے اور جو ان کے درمیان ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کو قرآن پڑھا اور سنا جاتے مگر حاضرین نہ سنتے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور اس کی قدرت کو پہچانتا ہے، وہ انکار نہیں کرسکتا کہ خدا ایسے حوادث پیدا کرتا ہے جو اپنی بعض خلقت کی نظر سے بنا بر حکمت و رحمت پوشیدہ رکھتا ہے کیونکہ وہ ان کے دیکھنے اور سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ انسان کی بصر و سمع ایسی قوی نہیں کہ عذاب قبر کے مشاہدے کے آگے ثابت رہ سکے۔ کتنے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کا مشاہدہ کرادیا مگر وہ بیہوش ہوگئے۔ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔ اور بعض کا تو دل کا پردہ پھٹ گیا اور مر گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو مکلفین اور مشاہدۂ عذاب قبر کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ دور کر دیا جائے تو آنکھ سے دیکھ لیں۔ اس میں حکمت الٰہی سے کون انکار کرسکتا ہے۔ دیگر آنکہ جب بندہ اس بات پر قادر ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو میت کی آنکھ یا سینے سے اٹھالے اور پھر جلدی سے وہیں رکھ دے تو فرشتہ ایسا کیوں نہیں کرسکتا اور وہ قادر مطلق خدا کس لیے اس پر قادر نہیں اور اس کی قدرت کس لیے اس سے عاجز ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو اس کی آنکھ میں یا سینے پر رہنے دے اور گرنے نہ دے۔ برزخ کو دنیا پر قیاس کرنا محض جہالت اور گمراہی ہے۔ اور اس اصدق الصادقین ﷺ کو جھٹلانا اور رب العالمین کو

عاجز جاننا پرلے درجے کی نادانی اور ظلم ہے۔

جب بندے کے لیے ممکن ہے کہ قبر کو طول وعرض وعمق میں دس گز یا سو گز یا زیادہ کشادہ کردے اور اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھے اور جسے چاہے بتا دے تو رب العالمین اس سے کیونکر عاجز ہو سکتا ہے کہ قبر کو جس کے لیے جتنا چاہے کشادہ کردے۔ اور اسے بنی آدم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے کہ انہیں تنگ دکھائی دیتی ہو۔ حالانکہ وہ نہایت ہی کشادہ اور خوشبودار اور نورانی ہو اور وہ ان امور میں سے کچھ بھی نہ دیکھیں۔ اس مسئلے میں راز یہ ہے کہ یہ کشادگی و تنگی اور نورانیت وناریت وہ نہیں جو ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اللہ پاک نے بنی آدم کو دنیا میں وہی دکھایا ہے جو اس میں ہے اور اسی سے ہے۔ مگر جو امر آخرت ہے اس پر پردہ ڈال دیا ہے تاکہ اس پر ایمان لانا ان کی سعادت کا باعث ہو۔ جب وہ پردہ اٹھا دیا جائے گا تو پھر عیاں ومحسوس ہو جائے گا۔ اگر مردہ لوگوں کے درمیان رکھا جائے تو یہ محال نہیں کہ دو فرشتے آکر اس سے سوال کریں اور حاضرین کو معلوم نہ ہو۔ اور میت ان کو جواب دے اور حاضرین نہ سنیں۔ اور وہ میت کو ماریں اور حاضرین کو ان کی ضرب نظر نہ آئے۔ دیکھیے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھی کے پہلو میں سو رہا ہے اور خواب میں ضرب والم سہتا ہے جسکا اثر اس کے بدن تک پہنچتا ہے مگر جاگنے والے کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ فرشتے جو زمین اور پتھر کو چیر کر قبر میں آجاتے ہیں اسے بعید سمجھنا بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور پتھر فرشتوں کے لیے ایسے بنائے ہیں جیسا کہ ہوا پرندوں کے لیے ہے۔ زمین اور پتھر اگر اجسام کثیفہ کو اپنے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ نہایت ہی فاسد قیاس ہے۔ ایسے ہی قیاسات سے منکرین اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۱۳۔۱۱۵)

یہ امر محال نہیں کہ مصلوب وغریق وحریق کی طرف روحیں لوٹائی جائیں اور ہمیں ان کا علم نہ ہو۔ کیونکہ یہ غیر معہود اعادہ ایک اور ہی طرح کا ہوتا ہے۔ دیکھیے جو اشخاص بیہوش ہوں یا سکتہ کی حالت میں ہوں، ان کی روحیں ان کے بدنوں میں ہوتی ہیں مگر

ہم کو زندہ معلوم نہیں ہوتے۔ جس مردے کے اجزاء پراگندہ ہو گئے ہوں قادر مطلق خدا کے لیے محال نہیں کہ روح کو ان اجزاء سے باوجود تباعد وقرب کے اتصال بخشے۔ اور ان اجزاء میں ایک طرح کے الم ولذت کا شعور پیدا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جمادات کو شعور وادراک عطا کیا ہے کہ جس سے وہ اپنے رب کی پاکی بولتے ہیں اور پتھر اس کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور پہاڑ اور درخت اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور کنکریاں اور پانی اور نباتات سب اس کی پاکی بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰـكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)	اور کوئی چیز نہیں جو بولتی خوبیاں اس کی، لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا بولنا۔

اگر تسبیح سے صرف یہی مراد ہوتی کہ سب چیزیں اپنے صانع پر دلالت کرتی ہیں تو خدا یوں نہ فرماتا "لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے" کیونکہ ہر عاقل صانع پر ان کی دلالت کو سمجھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ۔ (ص: ۱۸)	ہم نے تابع کیے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو۔

اور صانع پر دلالت ان دو وقتوں سے خاص نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

يٰا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ (سبا: ۲)	اے پہاڑو رجوع سے پڑھو اس کے ساتھ۔

اور دلالت صرف حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی معیت سے خاص نہیں۔ اور جس نے کہا کہ تاویب کے معنے آواز کا لوٹنا (گونج) ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولا۔ کیونکہ پہاڑوں میں ہر بولنے والے کی آواز سے گونج پیدا ہو جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۔ (حج:۱۸)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی۔

اور صانع پر دلالت بہت آدمیوں سے خاص نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ۔ (نور:۴۱)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و زمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے۔ ہر ایک نے جان رکھی اپنی طرح کی بندگی اور یاد۔

یہ صلوۃ اور تسبیح حقیقی ہے جسے اللہ جانتا ہے۔ اگرچہ جھٹلانے والے جاہل لوگ اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی نسبت خبر دی ہے کہ بعضے پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

اور اس نے زمین و آسمان کی نسبت خبر دی ہے کہ وہ اس کا کلام سنتے ہیں۔ جب خدا نے ان دونوں سے خطاب کیا تو انہوں نے اس خطاب کو سنا اور اس کا جواب اچھا دیا۔

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ (حم سجدہ:۱۸)

پھر کہا اس کو اور زمین کو آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا اور انہوں نے مسجد نبوی میں کھجور کے خشک تنے کی آواز سن لی۔ پس جب ان اجسام میں احساس و شعور ہے تو ان اجسام میں بطریق اولیٰ ہونا چاہیے جن میں روح اور حیات تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو اس بدن کی طرف حیات

کاملہ کا اعادہ کر کے دکھا دیا جس سے روح جدا ہو گئی تھی۔ پس اس نے کلام کیا اور چلا اور کھایا پیا اور نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے "وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔ پھر کہا اللہ نے ان کو مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا" (سورۂ بقرہ: ع ۳۲) "یا جیسے وہ شخص کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کہاں جلاوے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم" (سورہ بقرہ: ع ۳۵) اور جیسے بنی اسرائیل کا قتیل یا جیسے وہ لوگ جنہوں نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا "ہم یقین نہ کریں گے تیرا جب تک نہ دیکھیں اللہ کو سامنے" (سورۂ بقرہ: ع ٦) پس اللہ نے ان کو مار دیا۔ پھر موت کے بعد ان کو اٹھایا اور جیسے اصحاب کہف (سورۂ کہف) اور جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار پرندوں کو زندہ کرنے کا قصہ (سورۂ بقرہ: ع ۳۵) پس جب اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کی طرف جبکہ وہ موت سے ٹھنڈے ہو گئے تھے، کامل حیات کا اعادہ فرمایا تو اس کی قدرت کے لیے یہ کیونکر محال ہو سکتا ہے کہ موت کے بعد بندوں کی طرف ایک غیر مستقر حیات کا اعادہ کرے جس سے وہ ان میں اپنے حکم کو پورا کرے اور ان کو گویا کرے اور ان کے اعمال کے موافق عذاب یا راحت دے۔ اس سے انکار کرنا بے دلیل تکذیب وعناد وجحود ہے۔ (وباللّٰہ التوفیق) (کتاب الروح ص ۱۱۵۔۱۱۷)

بیان بالا سے اس اعتراض کا جواب بھی ظاہر ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں کافر کو ننانوے سانپ کاٹیں گے۔ مگر نظر کوئی نہیں آتا۔ پس اس قسم کے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی ہمیں بقول امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) تصدیق کرنی چاہیے کہ سانپ قبر میں موجود ہیں اور کافر کو کاٹ رہے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ یہ آنکھ امور ملکوتیہ کے مشاہدے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کرام باوجود نہ دیکھنے کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول پر ایمان رکھتے تھے، اور انکا

ایمان تھا کہ حضور اقدس ﷺ اس فرشتے کو دیکھتے تھے۔ اگر تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے تو تمہیں چاہیے کہ پہلے وحی اور فرشتوں پر اصل ایمان کو درست کرو کیونکہ یہ زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز سمجھتے ہو کہ حضور اقدس ﷺ ایک شے کو دیکھ لیں جو امت کو نظر نہ آئے تو پھر مردے کی صورت میں اس امر کو جائز کیوں نہیں سمجھتے۔ جس طرح فرشتہ آدمیوں اور حیوانوں کے مشابہ نہیں اسی طرح وہ سانپ جو قبر میں کاٹتے ہیں اس دنیا کے سانپوں کی جنس سے نہیں بلکہ وہ اور ہی جنس ہیں۔ اور اور ہی حس سے ان کا ادراک ہو سکتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۱۴)

۴۔ برزخ کے عذاب ونعیم پر قرآن سے دلائل

قبر کے عذاب ونعیم کو برزخ کا عذاب ونعیم بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد وہ ہے جو موت اور آخرت کے مابین ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ. (المومنون:۱۰۰)

اور ان کے پیچھے برزخ ہے جس دن تک اٹھائیں جائیں۔

یہ عذاب ونعیم قرآن سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

۱. وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ. (انعام:۹۳)

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان۔ آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

یہ ظالموں سے موت کے وقت خطاب ہے اور فرشتے خبر دے رہے ہیں کہ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اگر اس سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہوتا تو الیوم تجزون (آج تم کو جزا ملے گی) صحیح نہ ہوتا۔

۲. فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۞ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. (مومن:۴۵-۴۶)

پھر بچالیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے برے داؤں سے جو کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب۔ آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن اٹھے گی قیامت، داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

یہاں برزخ اور قیامت ہر دو کے عذاب کا ذکر صریح موجود ہے۔ موضح القرآن میں ہے یہ عالم قبر کا حال ہے۔ کافر کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اور قیامت کو اس میں داخل ہوگا، اور مومن کو بہشت۔

۳۔ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

سو تو چھوڑ دے ان کو جب تک ملیں اپنے دن سے کہ جس میں ان پر کڑا کا پڑے گا۔ جس دن کام نہ آئے گا ان کو ان کا داؤ کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔ اور ان گنہگاروں کو ایک عذاب ہے اس سے علاوہ لیکن وہ بہت لوگ نہیں جانتے۔ (طور: ۴۵۔۴۷)

یہاں عذابا دون ذلک سے مراد عذاب برزخ ہے۔ (دیکھو تفسیر در منثور للسیوطی)

۴۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

اور البتہ چکھادیں گے ہم ان کو ادنیٰ عذاب میں سے علاوہ اس بڑے عذاب کے کہ شاید وہ پھر آئیں۔ (السجدہ:۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبر الامہ اور ترجمان القرآن ہیں اس آیت سے بوجہ وقت نظر عذاب قبر سمجھے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو عذابوں کی خبر دی ہے۔ ادنیٰ اور اکبر۔ پھر بتایا ہے۔ کہ ان کو ادنیٰ کا بعض چکھایا جائے گا تا کہ باز آئیں۔ پس معلوم ہوا کہ ادنیٰ میں سے بقیہ باقی ہے جو عذاب دنیا کے بعد ملے گا اور یہی عذاب برزخ ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے من العذاب الادنی (ادنیٰ عذاب میں سے) فرمایا اور یوں نہ فرمایا ولنذیقنهم العذاب الادنی (اور البتہ ہم چکھائیں گے ان کو عذاب ادنیٰ) (کتاب الروح ص ۱۲۲)

۵۔ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۝ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ

پھر کیوں نہیں جس وقت جاں پہنچے حلق کو اور تم اس وقت دیکھتے ہو۔ اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ لیکن تم نہیں دیکھتے۔ پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اس کو اگر ہو تم سچے۔ سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔ اور جو اگر وہ ہوا داہنے والوں میں تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والے بہکے ہوؤں میں تو مہمانی ہے جلتا پانی

حَمِیْمٍ ۝ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ ۝ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۝ (الواقعہ: ۸۳۔۹۶)

اور داخل ہونا آگ میں۔ بے شک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے۔ سو بول پاکی اپنے رب بڑے کے نام سے۔

ان آیتوں میں موت کے بعد روحوں کے احکام مذکور ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں۔ اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن روحوں کے احکام مذکور ہو چکے ہیں۔ اور ان کی بھی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔

۷۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝

اے جی چین پکڑ لے پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔ (الفجر: ۲۷۔۳۰)

اس امر میں اختلاف ہے کہ روح سے یہ خطاب کب ہوتا ہے یا ہوگا۔ بعض کے نزدیک قیامت کے دن ہوگا اور ایک گروہ کے نزدیک موت کے وقت ہوتا ہے۔ ظاہر قول اخیر کا موید ہے۔ اور حدیث براء میں امام احمد کی روایت میں اسی کی تائید بدین الفاظ ہے۔ **ایتھا النفس الطیبہ اخرجی الی مغفرہ من اللہ ورضوان** یعنی ملک الموت مومن کی روح سے کہتا ہے۔ کہ اے پاک جان اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل آ۔

۷۔ سَنُعَذِّبُھُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۝

ان کو ہم عذاب کریں گے دو بار پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب میں۔ (توبہ: ۱۰۱)

اس آیت میں دو بار کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بار عذاب یوں ہے کہ ایک بار دنیا میں اور ایک بار قبر میں ہوگا۔ اور پھر عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ قیامت کو ہوگا۔ (تفسیر درمنثور للسیوطی، جزء ثالث، ص ۲۷۲)

۸۔ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَھَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ (مومن: ۱۱)

بولے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب قائل ہوئے اپنے گناہوں کے پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔

اس آیت کی تفسیر میں دو موتوں کی نسبت ایک قول یہ ہے کہ دوسری موت وہ ہے جو قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے بعد ہوگی جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ سائرہ میں علامہ ابوالہمام نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

۹ . وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى○(طه:۱۲۴)

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور لادیں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا۔

اس آیت میں تنگی کی گزران سے مراد عذاب قبر ہے۔ جیسا کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔

(در منثور' جزء رابع' ص ۳۱۱)

۱۰. يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ويضل اللّٰه الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (ابراهيم:۲۷)

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں' اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہے۔

حدیث براء بن عازب میں ہے کہ جب مومن کو قبر میں بٹھا کر فرشتے سوال کرتے ہیں تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا شاہد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ يثبت الله الذين امنوا. الايه. (صحیح بخاری' جز اول' باب ماجاء فی عذاب القبر) موضح القرآن میں اس آیت پر یوں لکھا ہے۔ ''قبر میں جو کوئی مضبوط بات کہے گا' ٹھکانا نیک پائے گا۔ اور جو بچلی بات کہے گا خراب ہوگا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ برزخ کا عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے۔ اگر اس عذاب و نعیم کی تفصیل درکار ہو تو احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی نقل ہوئی ہیں۔

۵۔ برزخ کے عذاب ونعیم کا مورد اور کیفیت

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی شافعی بحث طویل کے بعد بطور نتیجہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

وقد عرف بهذا ان حياه جميع الموتى بارواحهم واجسامهم في قبورهم لاشك فيها واستمرار العذاب اوالنعيم بعد المسئلة لا شك فيه ايضا لما سبق وكون ذلك فيما بعد وقت المسئله للروح فقط اولها مع الجسم مما يتوقف على السمع.

اس سے معلوم ہوا ہے کہ تمام مردوں کی حیات اپنی قبروں میں روحوں اور جسموں کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور سوال منکر ونکیر کے بعد اس عذاب یا نعیم کے دائمی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہوا اور آیا وہ عذاب یا نعیم سوال کے بعد فقط روح کے لئے ہے یا روح اور جسم دونوں کے لئے ہے۔ یہ دلیل سمعی یعنی نقلی پر موقوف ہے۔ (شفاء السقام، باب تاسع، فصل ثالث)

علامہ ابن قیم حنبلی اس مسئلے میں چند اقوال شاذہ و باطلہ ذکر کر کے یوں لکھتے ہیں:

فاذا عرفت هذه الاقوال الباطله فلتعلم ان مذهب سلف الامه وائمتها ان الميت اذا مات يكون في نعيم اوعذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقى بعد مفارقه البدن منعمه اومعذبه وانها تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم اوالعذاب ثم اذا

جب تو نے یہ اقوال باطلہ پہچان لئے تو تجھے جاننا چاہئے کہ سلف امت وائمہ امت کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب مرجاتا ہے۔ تو نعیم یا عذاب میں ہوتا ہے اور یہ اس کی روح اور بدن دونوں کو پہنچتا ہے اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد نعیم یا عذاب میں رہتی ہے اور کبھی بدن سے نزدیک ہو جاتی ہے اور بدن کو اس کے ساتھ نعیم یا عذاب پہنچتا ہے

كان يوم القيامه الكبرى اعيدت الارواح الى الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العالمين. (كتاب الروح ص ۸۲ ۸۳)

پھر جب قیامت کبریٰ کا دن ہوگا تو روحیں بدنوں میں پھر ڈالی جائیں گی اور وہ رب العالمین کے آگے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

علامہ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

وبعد اتفاق اهل الحق على اعاده ما يدرك به من الحياه تردد كثير من الاشاعره والحنيفه في اعاده الروح فمنعوا تلازم الروح والحياه الا في العاده ومن الحنفيه القائلين بالمعاد الجسماني من قال بانه توضع فيه الروح وقول من قال اذا صارترابا يكون روحه متصلا بترابه فيتا لم الروح والتراب جميعا يحتمل قوله بتجرد الروح وجسمانيتها وقد ذكرنا ان منهم كالماتريدي واتباعه من يقول بتجردها لكنه نقل اثرا انه قيل يارسول الله كيف يوجع اللحم في القبرولم يكن فيه روح فقال كما يوجع سنك وان لم يكن فيه الروح قال فاخبران السن يوجع لانه متصل باللحم وان لم يكن فيه الروح فكذا بعد الموت لما كان روحه متصل باللحم وان لم يكن فيه الروح فكذا بعد الموت لما كان روحه متصلا بجسده يتوجع الجسد ولا يخفى ان مراده بالتراب اجزاء وه الصاغار ومنهم من اوجب التصديق بذلك ومنع من الاشتغال بالكيفيه بل التفويض الى الخالق عزوجل.

اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں میت میں اس قدر حیات ڈال دی جاتی ہے۔ کہ جس سے وہ دکھ سکھ کا ادراک کر سکے۔ مگر اس امر میں بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ متردد ہیں کہ روح بھی مردے میں ڈالی جاتی ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ روح اور حیات میں بجز عادت کی تلازم نہیں (۱) اور جو حنفیہ (۲) معاد جسمانی کے قائل ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ میت میں روح ڈالی جاتی ہے، مگر جو شخص کہتا ہے کہ میت

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی رو سے روح وحیات میں تلازم نہیں۔ یعنی حیات کے تحقق کے لئے روح کا ہونا شرط نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے عادت جاری کر دی ہے کہ جب بدن میں روح کا تعلق ہو جاتا ہے۔ تو وہ بدن میں حیات پیدا کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس گروہ کے نزدیک قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بدن میں بطور خارق عادت حیات پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) یہ وہ ہیں جن کے نزدیک [illegible] جسم [illegible] مفصل بیان ہوا۔

جب مٹی ہو جاتی ہے تو اس کی روح اس کی مٹی سے متصل ہوتی ہے۔ لہٰذا روح اور مٹی دونوں دکھ پاتے ہیں۔ اس کا یہ قول احتمال رکھتا ہے کہ وہ روح کا تجرد (۱) کا قائل ہو اور یہ بھی قائل ہو اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے۔ کہ روح کی جسمانیت کا قائل ہو، اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حنفیہ میں سے بعضے مثلاً امام ابو منصور ماتریدی (متوفی ۳۳۲ھ) اور ان کے اتباع روح کے تجرد کے قائل ہیں۔ لیکن امام ماتریدی نے ایک حدیث (۲) نقل کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ قبر میں گوشت کیونکر دکھ پاتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا جس طرح تیرا دانت درد کرتا ہے اگر چہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ امام موصوف نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا کہ دانت میں درد ہوتا ہے اس لئے کہ وہ گوشت سے متصل ہے۔ اگر چہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد چونکہ مردے کی روح اس کے بدن سے متصل ہوتی ہے اس کے جسم کو الم پہنچتا ہے۔ (اگر چہ اس میں روح نہیں ہوتی۔) اور پوشیدہ نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے چھوٹے چھوٹے اجزاء ہیں۔ اور حنفیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ کہ قبر کے عذاب ونعیم کی تصدیق واجب ہے مگر اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے کہ اعادۂ روح اور عذاب ونعیم کا ادراک کیونکر ہوتا ہے بلکہ اس کیفیت کا علم خالق وعزوجل کے حوالہ کرنا چاہئے۔

(کتاب المسایرہ فی العقائد المنجیہ فی الآخرۃ الرکن الرابع الاصل الثانی والثالث سوال منکر ونکیر وعذاب القبر ونعیمہ۔)

---

(۱) روح کے وہر مجرد ہونے سے یہ مراد ہے کہ روح جسم نہیں اور نہ جسم میں حلول کرنے والی قوت ہے۔ بلکہ بدن سے اس کا تعلق تدبیر وتصرف کا تعلق ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے ملک میں تدبیر وتصرف کرتا ہے۔ اور اس میں حلول کرنے والا نہیں ہوتا۔

(۲) شیخ کمال بن ابی شریف شافعی (متوفی ۹۰۵ھ) نے اس حدیث کی نسبت لکھا ہے کہ اس کے موضوع ہونے کے نشان ظاہر ہیں۔ (کتاب المسامرہ بسرہ المسایرہ ص۲۳۲) مگر علامہ ابن الہمام اور علامہ زین الدین قاسم حنفی نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور علامہ ابو المعین نسفی نے بحر الکلام میں اس سے استدلال کیا ہے۔ (کتاب الجواہر المنیفہ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفہ للامام ملا حسین بن اسکندر الحنفی مطبوعہ مجلس [illegible] المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن [illegible] ابن ابی شریف کا [illegible] موضوع خیال کرنا قابل جرح اور غیر مقبول ہے۔

علامہ ابن الہمام کے قول یقول بتجردھا (روح کے تجرد کے قائل ہیں) پر علامہ زین العابدین قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۸ھ) نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

قلت الذی تقدم عن الماتریدی فی الروح الثابته حاله الحیاه واما بعد الموت فلا یختص القول بتجردھا بالماتریدی قال الامام القونوی و ارواح الکفار متصله باجسادھا فتعذب ارواحھا فیتالم ذلک الجسدا کالشمس فی السماء ونورھا فی الارض واما ارواح المومنین فی علیین ونورھا متصل بالجسد ویجوز مثل ذلک الاتری ان الشمس فی السماء ونورھا فی الارض و کذلک النائم تخرج روحه ومع ذلک یتالم اذا کان به الم ویصیب به راحه حتی یسمع منه الضحک فی المنام یدل علیه قوله تعالی اللّٰه یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا کذا ذکره الشیخ ابو المعین النسفی فی اصوله.

میں کہتا ہوں امام ماتریدی کا قول جو پہلے گزرا وہ اس روح کی نسبت تھا جو حیات کی حالت میں ثابت ہو مگر موت کے بعد روح کے تجرد کا قائل ہونا امام تریدی سے خاص نہیں۔ امام قونوی (متوفی ۷۶۴ھ) فرماتے ہیں۔ کہ کافروں کی روحیں ان کے جسموں سے متصل ہوتی ہیں۔ پس روحوں کے عذاب سے ان کے جسم دکھ پاتے ہیں۔ جیسا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے' اور مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں اور ان کا نور ان کے جسم سے متصل ہے۔ اور اس طرح کا ہونا جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔ اور اسی طرح سونے والے کا حال ہے کہ اس کی روح نکل جاتی ہے مگر باوجود اس کے روح کے دکھ سے وہ دکھ پاتا ہے اور (روح کی راحت سے) اس کو راحت پہنچتی ہے یہاں تک کہ خواب میں اس کی ہنسی سنی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ ''اللّٰه یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔'' شیخ ابو المعین میمون بن محمد نسفی حنفی (متوفی ۵۰۸ھ) نے اس کو اپنی کتاب اصول (بحر

الکلام) میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(کتاب المسامرہ بشرح المسایرۃ ایضاً حاشیہ للشیخ زین الدین قاسم الحنفی، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۲)

بیان بالا سے ایک قابل غور امر جو ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ حنفیہ ماتریدیہ کے نزدیک میت کی روح کو بدن سے یا بدن کے اجزائے باقیہ سے اتصال اور تعلق رہتا ہے۔ اس لئے برزخ کے عذاب و نعیم میں دونوں شریک رہتے ہیں۔ احادیث میں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے:

عن عمرو بن العاص قال لابنه وهو في سياق الموت اذا انامت فلا تصحبني نائحه ولا نار فاذآ دفنتموني فشنوا على التراب شنائم اقيموا حول قبري قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم واعلم ماذا ارجع به رسل ربي. رواه مسلم

حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے کہا جس وقت میں مر جاؤں کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کر دو تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی مٹی ڈالو پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھہرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے۔ اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تم سے آرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے) (کتاب الجنائز، باب دفن المیت، فصل ثالث)

نرمی و سہولت سے خاک ڈالنے کی وصیت اس واسطے فرمائی کہ میت کو اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے زندہ کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں ہے "پس بہ نرمی و بسہولت بیندازید بر من خاک را ک یعنی اندک اندک اندازید وایں اشارت است بآنکہ میت احساس مے کند و دردناک مے شود بآنچہ دردناک مے شود باں زندہ۔"

مشکوۃ ہی میں ہے:

عن عائشه رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كسر عظم الميت ككسره حيا.	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردے کی ہڈی توڑنا اس کی حالت حیات میں ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔

(اس کو امام مالک اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے "باب دفن المیت" میں روایت کیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ جس چیز سے دکھ سکھ پاتا ہے' اسی سے مردہ بھی الم و راحت پاتا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اس کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ''ابن عبدالبر (مالکی) گفتہ است کہ ازینجا مستفاد مے گردد کہ میت متالم مے گردد بہ جمیع آنچہ متالم مے گردد بداں حی ولازم ایں است کہ متلذذ بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبه عن محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری قال قالت لی عمره اعطنی قطعه من ارضک ادفن فیها فانی سمعت عائشه تقول کسر عظم المیت مثل کسر عظم الحی قال محمد و کان مولی من اهل المدینه یحدثه عن عائشه عن النبی صلی الله علیه وسلم.

حدیث بیان کی ہم کو عبداللہ نے کہ حدیث بیان کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث بیان کی ہم کو محمد بن جعفر نے' کہا کہ حدیث بیان کی ہم کو شعبہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا محمد نے۔ مجھ سے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنی زمین میں سے ایک ٹکڑا دو کہ میں اس میں دفن کی جاؤں کیونکہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ کہا محمد نے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آزاد کردہ غلام اس کی روایت کرتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور وہ نبی ﷺ سے۔ (جزء سادس' ص ۱۰۰)

حضرت عمرہ کا ایک قطعہ زمین اپنے دفن ہونے کے لئے مانگنا اس وجہ سے تھا کہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں دفن ہو جائیں تو شاید مالک ان کی لاش کو نکال دے اور اس طرح انہیں تکلیف پہنچے۔ مشکوۃ شریف میں ہے:

عن عمرو بن حزم قال رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لاتوذ صاحب ھذا القبر او لا توذہ. (رواہ احمد.)

حضرت عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اس قبر والے کو اذیت نہ دے یا فرمایا اس کو اذیت نہ دے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (باب دفن المیت)

اشعۃ اللمعات میں ہے۔ "شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے واللہ اعلم۔

فتاویٰ قاضی خاں (متوفی ۵۹۲) میں ہے:

یکرہ قلع الحطب والحشیش من المقبرہ فان کان یا بسالاباس بہ لانہ مادم رطبا یسبح فیونس المیت.

مقبرے سے ایندھن اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ جب تک سبز و تازہ رہتی ہے وہ تسبیح پڑھتی ہے پس میت کو انس آرام دیتی ہے۔

۶۔ برزخ میں روح کا مقام

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ برزخ میں روحوں کے مقام مختلف ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض روحیں اعلیٰ علیین میں ملاء اعلیٰ میں ہیں اور وہ انبیاء کی روحیں ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اوران کے منازل متفاوت ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے شب معراج میں ان کو دیکھا۔

۲۔ بعض روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو بہشت میں چرتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں اور یہ بعض شہیدوں کی روحیں ہیں۔ سب شہیدوں کی نہیں' کیونکہ شہیدوں میں ایسے بھی ہیں جن کی روحیں قرض وغیرہ کے سبب جنت میں داخل ہونے سے روکی جاتی ہے۔ چنانچہ مسند میں محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ اگر میں خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ حضور نے فرمایا بہشت۔ جب وہ شخص واپس آنے لگا تو آپ نے فرمایا مگر کسی کا قرض اس کے ذمہ نہ ہو۔ مجھے ابھی حضرت جبرائیل نے یہ آہستہ بتایا ہے۔

۳۔ بعض بہشت کے دروازے پر کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ میں نے تمہارے صاحب کو بہشت کے دروازے پر محبوس پایا۔

۴۔ بعض قبر میں محبوس ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چھپالی تھی' اس کی نسبت حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ چادر قبر میں اس پر شعلہ زن ہوگی۔

۵۔ بعض روحوں کا مقام بہشت کا دروازہ ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ:

''شہید بہشت کے دروازے میں ایک نہر کے کنارے پر سبز قبہ میں ہوں گے۔ ان کو صبح و شام بہشت سے رزق ملے گا۔'' اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بخلاف حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہاتھوں کے بجائے دو باز و عطا کیے ہیں جن سے وہ بہشت میں جہاں چاہیں اڑتے ہیں۔

۶۔ بعض روحیں زمین میں محبوس ہوتی ہیں اور ملاء اعلیٰ میں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ وہ سفلی ارضی ہیں جو ارواح سماویہ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں۔ المرء مع من احب۔ (انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جسے وہ دوست رکھے۔)

۷۔ بعض روحیں زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کے تنور میں ہوتی ہیں۔ اور بعض خون کی نہر میں تیرتی ہیں اور پتھر نگلتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ روحیں نیک ہوں یا بد ان کے مقام مختلف ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک روح تو اعلیٰ علیین میں ہے اور ایک ارضی سفلی ہے کہ زمین سے اوپر نہیں چڑھتی۔ مگر بایں ہمہ ہر روح کا تعلق اپنے جسم سے رہتا ہے۔ (کتاب الروح، ص ۱۸۶، ۱۸۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں، اور ہر روح کو اپنے بدن سے اتصال معنوی ہے جو حیات دنیوی کے اتصال کے مشابہ نہیں۔ بلکہ اس اتصال معنوی کو سب سے زیادہ مشابہت سونے والے کے حال سے ہے۔ اگرچہ یہ اتصال سونے والے کے اتصال سے بڑھ کر ہے۔ ہمارے اس قول سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں جو آیا ہے کہ روحیں علیین یا سجین میں ہیں اور اس میں جو ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) نے جمہور سے نقل کی ہے کہ روحیں اپنی قبروں کے گرداگرد ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ روحوں کو تصرف کی اجازت ہے حالانکہ وہ علیین یا سجین میں اپنے محل میں پناہ گزیں ہوتی ہیں۔ اور جب میت ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کی جائے تو اتصال مذکور بدستور قائم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر اجزائے میت متفرق ہو جائیں تو وہ اتصال اسی طرح قائم رہتا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی، ص ۹۶) امام ابوالمعین نسفی حنفی، بحر الکلام میں لکھتے ہیں کہ:

روحوں کی چار (۱) قسمیں ہیں: انبیاء کی روحیں اپنے بدنوں سے نکلتی ہیں اور ان کی صورت کی مثل

---

(۱) امام قونوی نے بھی یہی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ دیکھو حاشیۃ الشیخ زین الدین قاسم الحنفی علی المسایرۃ للعلامہ الکمال ابن الہمام، ص ۲۲۴۔

کستوری وکافور کی مثل ہو جاتی ہیں۔اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں اور راحت میں ہوتی ہیں اور رات کو عرش میں لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔اور فرمانبردار مومنوں کی روحیں بہشت کی بیرونی دیوار میں رہتی ہیں نہ کھاتی ہیں۔نہ متمتع ہوتی ہیں مگر بہشت کی طرف دیکھتی ہیں۔اور گنہگار مومنوں کی روحیں زمین وآسمان کے درمیان ہوا میں ہوتی ہیں۔

رہے کفار سوان کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ اپنے جسموں سے متصل ہوتی ہیں۔پس روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس سے بدن الم اٹھاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے۔اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے۔(شرح الصدور،ص ۹۸)

۷۔ موتے کا سماع اور کلام

مردوں کو زندوں کی زیارت کا علم ہوتا ہے۔ وہ زندوں کا سلام و کلام سنتے ہیں۔ اور جواب دیتے ہیں۔ وہ زندوں کے اعمال و احوال سے واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے۔ "**هل تعرف الاموات بزيارة الاحياء و سلامهم ام لا**" یعنی کیا مردے زندوں کی زیارت و سلام کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ علامہ موصوف نے جو اس سوال کا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ اردو میں یہ ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ نبی ﷺ سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مامن مسلم يمر على قبر اخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الارد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام. (۱)	جو مسلمان اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے تو اللہ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۱) حافظ ابن البر (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس حدیث کو استذکار اور تمہید میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کیا ہے اور حافظ ابو محمد عبدالحق الاشبیلی (متوفی ۵۸۲ھ) نے اسے احکام صغریٰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا اسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی، ص ۸۰ اور وفاء الوفا، جزء ثانی، ص ۴۰۴) اور علامہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۷ھ) نے رسالہ زیارۃ القبور میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور علامہ سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) نے وفاء الوفاء (جزء ثانی ص ۴۰۴) میں اس سے استدلال کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن عبدالہادی نے نقل کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان شہداء بلکہ مومنین کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور شیخ ابن حجر کی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) نے جوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص ۳۲ میں اسے صحیح کہا ہے۔

پس یہ نص کہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے۔ اور اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی طرح سے یہ روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے حکم سے بدر کے مقتولین کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ پھر آپ تشریف لائے یہاں تک کہ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کو ان کے ناموں سے یوں پکارا۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے' اے فلاں کے۔ کیا تم نے سچ پایا اسے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے تو جو کچھ میرے رب کی مجھ سے وعدہ فرمایا تھا' سچ پایا' اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ ان لوگوں سے کیا خطاب فرماتے ہیں جو مردار ہوگئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

والذین بعثنی بالحق ما انتم باسمع لما اقول منهم ولکنهم لا یستطیعون جوابا(۱)

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا کہ تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سنتے جو کچھ میں کہتا ہوں لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اور حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے کہ جس وقت جنازے کے ہمراہی لوگ واپس آتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (۲) اور حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے یہ طریق مقرر فرمایا ہے کہ اہل قبور کو یوں سلام کہا کرو۔

السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین۔ (۳)

سلام تم پر اے گھر والو مومنو اور مسلمانو۔

اور یہ خطاب ہے کہ اس کو جو سنتا ہو اور عقل رکھتا ہو۔ ورنہ یہ معدوم شے اور جماد (اینٹ پتھر وغیرہ) کے خطاب کی مانند ہوگا' اور سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے متواتر شواہد آئے ہیں کہ مردہ زندے کی

---

(۱) یعنی وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو تم سن سکو۔

(۲) عن انس بن مالک رضی اللّٰه عنه انه حدثهم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه وانه لیسمع قرع نعالهم اتاه ملکان (الحدیث)
(صحیح بخاری باب ماجاء عذاب القبر)

(۳) حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو تعلیم فرماتے ہیں کہ جب تم مقبروں کی طرف نکلو تو یوں کہا کرو۔ والسلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰه بکم للاحقون نسال اللّٰه لنا ولکم العافیه۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

زیارت کو پہنچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۲ھ) نے کتاب القبور (باب معرفۃ الموتی بزیارہ الاحیاء) میں لکھا ہے کہ حدیث بیان کی ہم کو محمد بن عون نے کہ حدیث بیان کی ہم کو یحییٰ بن یمان نے عبداللہ بن سمعان سے اس نے زید بن اسلم سے، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استانس بہ ورد علیہ حتی یقوم۔ (۱)

جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ وہ اس سے آرام پاتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اٹھتا ہے۔

اور کتاب القبور ہی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم کو محمد بن قدامہ جوہری نے کہ حدیث بیان کی ہم کو معن بن عیسیٰ قزاز نے کہ خبر دی ہم کو ہشام بن سعد نے کہ حدیث بیان کی ہم کو زید بن اسلم نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر اخیہ یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام۔ (۲)

جب آدمی اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے اور جب ایسی قبر سے گزرتا ہے کہ جس کے صاحب کو وہ نہ پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور کتاب مذکور ہی میں ہے کہ بیان کیا ہم کو محمد بن الحسین نے کہ بیان کیا مجھ کو بکر بن محمد نے کیا ہم کو حسن قصاب نے کہ:

میں ہفتہ کے دن ہر صبح محمد بن واسع کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم گورستان میں آتے اور قبروں کے پاس ٹھہر جاتے اور ان کو سلام کہتے اور ان کے لئے دعا مانگتے پھر لوٹ آتے۔ ایک دن میں نے کہا اگر آپ اس دن کے بجائے اتوار کا دن مقرر کر دیں تو اچھا ہوگا۔ اس پر محمد بن واسع نے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے۔ کہ مردے جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد زیارت

(۱) ابن ابی الدنیا کے علاوہ حافظ عبدالحق اشبیلی نے کتاب العاقبہ (وفاء الوفا للعلامہ السمہودی جزء ثانی ص ۴۰۴) میں اور علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں اس سے استدلال کیا ہے۔

(۲) اس حدیث کو امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۹۰)

کرنے والوں کو پہچان لیتے ہیں۔(۱)

اور ابن ابی الدنیا نے کہا کہ بیان کیا ہم کو خالد بن خداش نے کہا بیان کیا ہم کو جعفر بن سلیمان نے ابوالتیاح سے کہا:

---

(۱) اس سے مراد یہ نہیں کہ ان تین دنوں کے سوا اور دن بالکل نہیں پہچانتے۔ بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ اور دنوں کی نسبت ان تین دنوں میں زیادہ پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ابن قیم نے اپنی کتاب (زاد المعاد جزء اول ص ۱۱۵) میں خصائص جمعہ میں یوں لکھا ہے:

الحادیه والثلاثون ان الموتی تدنوا ارواحهم من قبورهم وتوافیها فی یوم الجمعه فیعرفون زوارهم ومن یمربهم ویسلم علیهم ویلقاهم فی ذلک الیوم اکثر من معرفتهم بهم فی غیره من الایام.

اکتیسویں خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مردوں کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوتی ہیں اور قبروں کے پاس آتی ہیں پس مردے زیارت کرنے والوں اور گزرنے والوں اور سلام کرنے والوں اور ملاقات کرنے والوں کو ان دنوں کی نسبت اس دن زیادہ پہچانتے ہیں۔

اور (زاد المعاد جزء اول ص ۱۱۶) ہی میں ہے:

وزکر عن سفیان الثوری قال بلغنی عن الضحاک انه قال من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارته فقیل له کیف ذلک قال لمکان یوم الجمعه.

اور حضرت سفیان ثوری سے مذکور ہے کہ مجھے ضحاک سے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص شنبہ (ہفتہ) کے دن آفتاب نکلنے سے پہلے کسی کی قبر کی زیارت کرے۔ تو مردے کو اس کی زیارت کا علم ہو جاتا ہے۔ حضرت ضحاک سے پوچھا گیا کہ یہ کیوں۔ فرمایا کہ یوم جمعہ کے شرف کے سبب۔

شیخ ابن حجر مکی شہدائے احد کی زیارت کے لئے یوں فرماتے ہیں:

والافضل ان یکون ذلک یوم الخمیس لان الموتی یعلمون ای یزید علمهم للادله علی دوام علمهم بزوارهم یوم الجمعه ویوما ۲ قبله ویوما بعده کمانقله فی الاحیاء عن محمد بن واسع انه بلغه ذلک.

افضل یہ ہے کہ زیارت پنج شنبہ کو ہو کیونکہ مردے پہچانتے ہیں۔ یعنی زیادہ پہچانتے ہیں (یہ معنی اس لئے کئے کہ ان کے علم کے دوام پر دلیلیں موجود ہیں) اپنے زیارت کرنے والوں کو جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن آگے اور ایک دن پیچھے جیسا کہ احیاء العلوم میں محمد بن واسع سے نقل کیا ہے۔ کہ اس کو یہ خبر ملی ہے۔
(الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص ۹۲)

پس معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روحوں کے قرب کے سبب مردوں کو سب دنوں سے زیادہ پہچان ہوتی ہے اور جمعہ کے شرف کے سبب ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے [illegible] زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔

مطرف بادیہ نشین تھے' جب جمعہ کا دن ہوتا تو (نماز جمعہ سے واپس آنے میں) اندھیرا ہو جاتا۔

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے ابو التیاح کو سنا کہ کہتا تھا' ہمیں خبر ملی ہے۔ کہ مطرف کے لئے ان کے کوڑے میں نور (۱) پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ پس آپ ایک رات آئے یہاں تک کہ جب مقبروں کے پاس پہنچے تو اونگھ سے آپ کا سر ہل گیا اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ پس آپ نے اہل قبور میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی قبر پر بیٹھے دیکھا وہ بولے کہ یہ مطرف ہے جو جمعہ کو آیا کرتا ہے۔

آپ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کیا تمہیں جمعہ کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ بولے ہاں۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن پرندے کیا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتے ہیں (اے رب) تو سلامت رکھ۔ تو سلامت رکھ۔

ابن ابی الدنیا ہی نے کہا کہ بیان کیا۔ (۲) مجھ کو محمد نے کہ بیان کیا مجھ کو احمد بن سہل نے کہ بیان کیا مجھ کو رشید بن سعد نے ایک شخص سے۔ اس شخص نے یزید بن ابی حبیب سے کہ سلیم بن عمیر ایک مقبرے سے گزرے اور انہیں زور کا پیشاب آیا ہوا تھا۔ پس ایک ساتھی نے آپ سے کہا اگر آپ ان مقبروں کی طرف اتر جائیں۔ تو کسی گڑھے میں پیشاب کرلیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑے۔ پھر فرمایا:

سبحان اللّٰہ واللّٰہ انی لا ستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء۔	سبحان اللہ! اللہ کی قسم مجھے مردوں سے ایسی شرم آتی ہے جیسا زندوں سے۔

---

(۱) حضرت مطرف بن عبداللہ حرشی عامری بصری تابعین میں سے ہیں۔ آپ بڑے پرہیزگار اور ثقہ تھے۔ آپ کی روایت سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں موجود ہیں۔ آپ کا وصال حجاج بن یوسف کے عہد میں ۸۷ھ کے بعد ہوا۔ آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ طبقات ابن سعد (جز سابع' ص ۱۰۵) میں ہے:

اخبرنا مسلم بن ابراهیم قال حدثنا ابو عقیل قال حدثنا یزید قال کان مطرف یبدوا فاذا کان یوم الجمعه جاء لیشهد الجمعه فبینما هو یسیر ذات لیله فلما کان فی وجه الصبح سطع من راس سوطه نور له شعبتان فقال لابنه عبدالله وهو خلفه یا عبدالله اترانی اذا صبحت فحدثت الناس بهذا کانوا یصدقونی قال فلما اصبح ذهب۔	خبر دی ہم کو مسلم بن ابراہیم نے کہ حدیث کی ہم کو ابو عقیل نے کہ حدیث کی ہم کو یزید نے کہ حضرت مطرف بادیہ نشین تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو آپ نماز جمعہ کے لئے آتے۔ ایک رات آپ چل رہے تھے۔ جب صبح کا آغاز ہوا تو آپ کے کوڑے کے سرے سے ایک نور چمکا جس کے دو حصے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا اور وہ آپ کے پیچھے تھا تو بتا اگر صبح کو میں لوگوں سے یہ بیان کر دوں تو وہ میری تصدیق کریں گے' جب صبح ہوئی تو وہ نور جاتا رہا۔

(۲) شرح الصدور' ص ۱۱۹۔

اگر میت کو اس کا علم نہ ہوتا تو حضرت سلیم شرم نہ کرتے۔ (۱) اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ میت کو اپنے زندہ خویش و اقارب کا علم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ بیان کیا مجھ کو ثور بن یزید نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ایوب سے کہ:

زندوں کے اعمال مردوں (۲) پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس جب وہ نیکی دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں اور اگر برائی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یا اللہ اسے ہدایت پر لا۔

---

(۱) سنن ابی ماجہ (باب ماجاء النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیہا) میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

لان امشی علی جمرۃ اوسیف حتی یخطف رجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم وما ابالی اوسط القبور قضیت حاجتی اووسط السوق.

چنگاری یا تلوار پر چلنا یہاں تک کہ میرا پاؤں جاتا رہے مجھے پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں اور میں پروا نہیں کرتا کہ قبروں کے درمیان قضائے حاجت کروں یا بازار کے درمیان۔

یعنی جیسے بازار کے وسط میں قضاء حاجت سے مجھے شرم آتی ہے اسی طرح قبروں کے درمیان قضائے حاجت سے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

کنت ادخل بیتی الذی دفن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما ھوزوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ مادخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر.

میں اپنے گھر میں داخل ہو جایا کرتی جہاں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد مدفون ہیں اور میں چادر سے ستر نہ کرتی اور کہتی وہاں کوئی نہیں مگر میرے خاوند ﷺ اور میرے والد رضی اللہ عنہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرم کے مارے بجز تمام بدن چھپائے اس گھر میں داخل نہ ہوئی۔

(مسند امام احمد، جزء سادس، ص ۲۰۲، مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور)

اس حدیث کے تحت میں اشعۃ اللمعات میں یوں لکھا ہے: دریں دلیلے واضح است بر حیات میت وعلم وے۔ وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصا صالحان ومرعات ادب برقدر مراتب ایشان چنانچہ در حالت حیات ایشان بود زیرا کہ صالحان را مددے بلیغ است مر زیارت کنندگان خود را ہم اندازہ ادب ایشان کذا فی شرح الشیخ۔

(۲) امام احمد نے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مندہ نے بروایت انس نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے عمل مردہ رشتہ داروں اور نزدیکیوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر عمل نیک ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر بد ہو تو کہتے ہیں یا اللہ تو ان کو موت نہ دے یہاں تک کہ ان کو ہدایت دے۔ جیسا کہ تو نے ہم کو ہدایت دی۔ (شرح الصدور ص ۱۰۴)

ابن ابی الدنیا نے احمد بن عبداللہ بن ابی لاالحواری کی روایت سے ذکر کیا کہ اس نے کہا بیان کیا مجھ کو میرے بھائی محمد نے کہ:

عباد بن عباد ابراہیم بن صالح کی خدمت میں گیا اور ابراہیم مذکور فلسطین کا حاکم تھا۔ اس نے عباد سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ عباد نے کہا اللہ تیری اصلاح کرے میں تجھے کیا نصیحت کروں۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے مردہ اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس تو دیکھ کہ تیرے کیسے عمل رسول اللہ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سن کر ابراہیم اتنا رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔(۱)

ابن ابی الدنیا نے کہا کہ بیان کیا مجھ کو محمد بن الحسین نے کہا کہ بیان کیا کہ مجھ کو خالد بن عمرو اموی نے کہ بیان کیا ہم کو صدقہ بن سلیمان جعفری نے کہ:

میں بڑا عیاش تھا جب میرے باپ نے وفات پائی تو میں نے توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہوا۔ پھر مجھ سے سخت لغزش ہو گئی۔ پس میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا اے بیٹے میں تجھ سے کیسا خوش ہوا کرتا تھا۔ جب تیرے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے تھے۔ ہم تیرے اعمال کو صالحین کے اعمال سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اس دفعہ میں تیرے اعمال سے سخت شرمندہ ہوا۔ پس تو مجھے میرے اردگرد کے مردوں سے رسوا نہ کر۔ خالد بن عمرو کا قول ہے کہ میں اس کے بعد صدقہ کو سنا کرتا تھا۔ کہ صبح کو یوں دعا مانگا کرتا تھا۔ اور وہ کوفہ میں میرا ہمسایہ تھا:

اسئالک انابه لارجعه فیها ولا حوریا مصلح الصالحین ویاهادی المضلین ویاارحم الراحمین۔

اے نیکوں کی اصلاح کرنے والے اور اے بہکانے والوں کے ہدایت دینے والے اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میں تجھ سے ایسی انابت مانگتا ہوں کہ جس میں پھر رجوع و بازگشت نہ ہو۔

---

(۱) حکیم ترمذی متوفی (۲۵۵ھ) نے نوادر الاصول میں نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی الله وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامهات یوم الجمعه فیفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بیاضا واشراقا فاتقوالله ولا تؤذوا موتاکم۔

پیر اور جمعرات کو اللہ کے آگے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن نبیوں اور ماں باپوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کا نور اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اذیت نہ دو۔ (شرح الصدور، ص ۴)

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جو مومن عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ وہ غائبا زندوں کے حالات جانتا ہے۔ زرقانی نے اس کے ثبوت میں یہی حدیث نوادر الاصول تحریر کی ہے۔

اس باب میں صحابہ کرام سے بہت سے آثار آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے اقارب میں سے ایک انصاری یوں دعا مانگا کرتا تھا:

اللھم انی اعوذبک من عمل اخزی به عن عبدالله بن رواحه.

یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے عمل سے کہ جس سے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس رسوا کیا جاؤں۔

اور اس بارے میں یہ کافی ہے کہ موتے پر سلام کرنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر وہ اسے نہ پہچانتے تو سلام کرنے والے کو زائر کہنا درست نہ ہوتا۔ کیونکہ مزور (زیارت کردہ شدہ) کو اگر زائر کی زیارت کا علم نہ ہوتو یہ صحیح نہیں کہ کہا جائے۔ ''اس نے اس کی زیارت کی'' تمام لوگ زیارت سے یہی سمجھتے ہیں' اور موتی پر سلام کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ جس شخص کو سلام کرنے والے کا شعور وعلم نہ ہو اسے سلام کہنا محال ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ جب زیارت قبور کروتو یوں کہا کرو:

السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لا حقون یرحم الله المستقدمین مناومنکم والمستاخرین نسال الله لنا ولکم العافیه.

سلام تم پر اے گھر والو اور مومنو اور مسلمانو! اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اللہ رحم کرے ہم میں سے اور تم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔

یہ سلام وخطاب اور پکارنا موجود کے لئے ہے جو سنتا ہو اور قابل خطاب ہو اور عقل رکھتا ہو اور جواب دیتا ہو خواہ سلام کرنے والا جواب کو نہ سنے۔

اور جب کوئی شخص مردوں کے قریب نماز پڑھتا ہے تو وہ اسے دیکھتے ہیں اور اس کی نماز کو جانتے ہیں اور اس پر رشک کھاتے ہیں۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ خبر دی ہم کو سلمان تیمی نے ابو عثمان نہدی سے کہ ابن اساس (۱) ایک روز کسی جنازے کے ساتھ نکلے اور وہ ہلکے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آخر وہ ایک قبر کے پاس پہنچے۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں نے اس قبر پر تکیہ لگایا۔ اللہ کی قسم میرا دل بیدار تھا کہ اتنے میں میں نے قبر سے یہ آواز سنی:

---

(۱) اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ مگر ابن اساس کی جگہ علامہ سیوطی نے ابن میناء لکھا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۸۴)

الیک عنی لا تو ذنی فانکم قوم تعملون ولا تعلمون ونحن قوم نعلم ولا نعمل ولان یکون لی مثل رکعتیک احب الی من کذا وکذا.

مجھ سے دور ہو مجھے تکلیف نہ دے۔ تم ایک گروہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ میرے لئے تیری ان دو رکعتوں کی مانند ہونا اس سے پسندیدہ تر ہے کہ میرے واسطے فلاں فلاں چیز ہو۔

پس میت نے اس شخص کا تکیہ لگانا اور نماز پڑھنا معلوم کر لیا۔

ابن ابی الدنیا نے کہا کہ بیان کیا مجھ کو حسین بن علی عجلی نے کہ بیان کیا کہ ہم کو محمد بن الصلت نے کہ بیان کیا ہم کو اسماعیل بن عیاش نے ثابت بن سلیم سے کہ بیان کا ہم کو ابو قلابہ نے کہ:

میں شام سے بصرہ کو آیا ایک منزل پر اترا اور وضو کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ پھر میں اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر مجھ سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے تو نے مجھے رات سے اذیت دی۔ پھر اس نے کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں اور ہم جانتے ہیں مگر عمل پر قادر نہیں۔ پھر کہا تو نے جو دو رکعتیں پڑھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ پھر کہا اللہ دنیا والوں کو نیک جزا دے۔ ہماری طرف سے ان کو سلام کہنا۔ کیونکہ ان کی دعا سے ہم پر پہاڑوں کی مانند نور آتا ہے۔

اور بیان کیا ہم کو حسین مجلی نے کہ بیان کیا ہم کو عبداللہ بن نمیر نے کہ بیان کیا ہم کو مالک بن مغول نے منصور سے اس نے زید بن وہب سے کہا کہ میں قبرستان کی طرف نکلا اور وہاں بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک شخص ایک قبر کی طرف آیا اور اس کو درست کیا۔ پھر میرے پاس آ بیٹھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میرے ایک بھائی کی ہے' میں نے کہا تیرے بھائی کی ہے؟ وہ بولا میرے ایک دینی بھائی کی ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا اور کہا اے فلاں تو زندہ ہے۔ میں نے کہا الحمد اللّٰہ رب العالمین. اس میت نے کہا تو نے یہ آیت پڑھی۔ اس پر قادر ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پھر کہا کیا تو نے نہیں دیکھا جہاں وہ مجھے دفن کرتے تھے' فلاں شخص نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔ میرے نزدیک ان دو رکعتوں پر قادر ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

اور بیان کیا کہ مجھ کو ابو بکر تیمی نے کہ بیان کیا ہم کو عبداللہ بن صالح نے کہ بیان کیا مجھ کو لیث بن سعد نے کہ بیان کیا مجھ کو حمید طویل نے مطرف بن عبداللہ حرشی سے کہ فرمایا ہم ربیع کی طرف اس کے زمانے میں نکلے ہم نے کہا کہ ہم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لئے داخل ہوں گے اور ہمارا راستہ قبرستان میں سے

تھا۔ پس ہم قبرستان میں داخل ہوئے۔ میں نے وہاں ایک جنازہ دیکھا۔ میں اس میں حاضر ہونے کو غنیمت سمجھ کر حاضر ہو گیا۔ پھر میں قبر کے قریب ایک طرف کو الگ ہو گیا۔ اور میں نے جلدی دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق ادا سے میں راضی نہ ہوا اور مجھے اونگھ آ گئی۔ پس میں نے صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے تو نے دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق سے تو راضی نہ ہوا۔ میں نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا وہ بولا تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ اور ہم عمل نہیں کر سکتے۔ تیری طرح اگر میں دو رکعتیں پڑھ سکوں تو یہ مجھے تمام دنیا سے پسندیدہ تر ہے۔

میں نے کہا یہاں کون ہے؟ وہ بولا سب مسلمان ہیں اور سب کو نیک بدلہ ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہاں سب میں افضل کون ہے؟ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اے اللہ ہمارے پروردگار اسے میری طرف نکال کہ اس سے بات کر لوں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان اس قبر سے نکلا۔ میں نے کہا یہاں سب سے افضل تو ہے؟ وہ بولا بے شک ایسا ہی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس چیز سے تو نے یہ درجہ پایا۔ اللہ کی قسم میں تیری اتنی عمر نہیں دیکھتا۔ کہ کہوں تجھے یہ درجہ بہت حج و عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور عمل کرنے سے ملا ہے۔ وہ بولا میں مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔ پس مجھے خدا نے صبر عطا فرمایا۔ اس لئے ان سب سے بڑھ گیا۔

اگرچہ فقط ان خوابوں سے امر زیر بحث ثابت نہیں ہو سکتا مگر یہ خواب باوجود کثیر و بے شمار ہونے کے علم و کلام موتے پر متفق ہیں اور حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

ارى رؤياكم قد تواطات على انها فى العشر الاواخر۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بات پر متفق ہو گئے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔

پس جب مومنوں کے خواب کسی امر پر متفق ہوں تو یہ اتفاق ایسا ہے جیسا کہ ان کی روایتیں کسی امر پر متفق ہوں' اور جیسا کہ کسی امر کو اچھا یا برا جاننے پر ان کی رائیں متفق ہوں' اور جس امر کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو برا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔''

علاوہ ازیں ہم اپنے مدعا کو فقط رویا سے ثابت نہیں کرتے بلکہ ان دلائل وغیرہ سے جو مذکور ہوئے۔ اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ مردہ دفن ہونے کے بعد جنازے کے ہمراہیوں سے انس و آرام پاتا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے وصیت کی کہ جس وقت

میں مرجاؤں کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے جنازے کے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کرلو تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔ پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھہرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے۔ اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تم سے انس و آرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مردہ اپنی قبر کے پاس حاضرین سے انس و آرام پاتا ہے۔ اوران سے خوش ہوتا ہے۔

اور سلف کی ایک جماعت کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ہماری قبر کے پاس قرآن پڑھا جائے۔

حافظ عبدالحق اشبیلی نے کہا کہ روایت ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میری قبر پر سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اور جن عالموں نے قبر پر قراءت کو پسند فرمایا ان میں سے حضرت علی بن عبدالرحمٰن ہیں۔''

امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) پہلے اس سے انکار کرتے تھے کیونکہ ان کو اس کے بارے میں کوئی حدیث نہ پہنچی تھی۔ پھر آپ نے اس سے رجوع فرمایا اور امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی جامع (العلوم الا مام احمد بن حنبل) کتاب القراہ عندالقبور میں فرمایا کہ ''خبر دی ہم کو عباس بن محمد الدوری نے کہ بیان کیا ہم کو یحیٰی بن معین نے کہ بیان کیا ہم کو مبشر حلبی (متوفی ۲۰۰ھ) نے کہ بیان کیا مجھ کو عبدالرحمٰن بن ابی العلاء بن اللحلاج نے اپنے باپ سے کہا کہ میرے باپ (ابوالعلاء) نے کہا'' جب میں مرجاؤں تو مجھے لحد میں رکھ دینا اور کہنا بسم اللہ وعلیٰ سنۃ رسول اللہ اور نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی مجھ پر ڈالنا اور میرے سرہانے سورۂ بقرہ اول و آخر کی آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔''

عباس الدوری نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ کو قبر پر قراءت کے بارے میں کوئی حدیث یاد ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور میں نے یحیٰی بن معین سے پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ خلال نے کہا کہ خبر دی مجھ کو حسن بن احمد وراق نے کہ بیان کیا مجھ کو علی بن موسیٰ حداد نے اور وہ بڑا سچ بولنے والا تھا۔ کہ میں ایک جنازے میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ساتھ تھا۔ جب میت کو دفن کر چکے تو ایک نابینا شخص قبر پر قرآن پڑھنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا اے فلاں قبر پر قرآن پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے نکل آئے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا اے ابوعبداللہ! مبشر

حلبی کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔ ابن قدامہ نے پوچھا کیا آپ نے اس کی روایت سے کچھ لکھا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہاں ابن قدامہ نے کہا کہ خبر دی مجھ کو مبشر نے عبدالرحمٰن بن ابی العلاء بن اللجلاج سے۔ اس نے اپنے باپ (ابوالعلاء) سے کہ اس نے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کیا جائے تو میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی اول و آخر کی آیتیں پڑھی جائیں۔ اور کہا (ابوالعلاء نے) کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہی وصیت کرتے سنا ہے۔ پس امام احمد نے امام ابن قدامہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور اس نابینا سے کہہ دو کہ قبر پر قرآن پڑھے۔ اور حسن بن الصباح الزعفرانی نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی سے قبر پر قرآن پڑھنے کا حکم پوچھا آپ نے فرمایا لا باس به (اس کا کچھ ڈر نہیں)

اور خلال نے امام شعبی (علامہ التابعین) کی روایت سے ذکر کیا کہ جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حافظ ابو محمد عبدالحق اشبیلی نے کہا کہ فضل بن الموفق سے مذکور ہے کہ میں بہت دفعہ اپنے باپ کی قبر پر آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس قبرستان میں کہ جہاں میرا باپ مدفون تھا' ایک جنازے کے ساتھ حاضر ہوا پس ایک ضروری کام کے لئے میں نے جلدی کی اور اپنے باپ کی قبر پر نہ گیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا باپ مجھ سے کہتا ہے بیٹا تو میرے پاس کیوں نہیں آتا۔ میں نے کہا اے میرے باپ کیا آپ کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ جب میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ اے بیٹا جب وقت تو پل سے چڑھتا ہے میں نگاہ اٹھا کر تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ جاتا ہے اور میرے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تو اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے پس میں تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو پل سے گزر جاتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے کہا کہ مجھ کو بیان کیا ابراہیم بن بشار کوفی کہ بیان کیا مجھ کو فضل بن الموفق نے۔

پس وہ قصہ ذکر کیا اور (ابن ابی الدنیا ہی نے کہا کہ) عمرو بن دینار سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

مامن میت یموت الا وهو یعلم مایکون فی اهله بعده وانهم لیغسلونه ویکفنونه وانه لینظر الیهم.	ہر مردہ جانتا ہے جو کچھ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں ہو رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اسے غسل دیتے ہیں اور کفن پہناتے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے۔

اور مجاہد سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبر میں آدمی کو اپنے پیچھے اپنے بیٹے کی نیکی کی بشارت دی جاتی ہے۔

تلقین میت کا عمل بھی جو قدیم سے آج تک جاری ہے سماع موتے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر مردہ تلقین کو نہ سنتا ہو اور فائدہ نہ اٹھاتا ہو تو یہ بے فائدہ اور عبث ہے۔ امام احمد سے تلقین میت کا حکم دریافت کیا گیا آپ نے اسے مستحسن فرمایا اور (اہل شام کے) عمل سے حجت پکڑی۔ تلقین کے بارے میں معجم طبرانی میں ایک ضعیف حدیث بروایت ابی امامہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا مات احدکم فسویتم علیه التراب فلیقم احدکم علی راس قبره ثم یقول یا فلان ابن فلانه فانه یسمع ولا یجیب ثم لیقل یا فلان ابن فلانه الثانیه فانه یستوی قاعدا ثم لیقل یا فلان ابن فلانه فانه یقول ارشدنا رحمکم الله ولکنکم لا تستمعون فیقول اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهاده ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله.'

جب تم میں سے کوئی مر جائے اور تم اس پر مٹی ڈال چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یوں کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے پس وہ اسے سنتا ہے جواب نہیں دیتا۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ کہتا ہے تو ہمیں رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تم اسے نہیں سنتے۔ پھر کہے تو یاد کر جس پر دنیا سے رخصت ہوا یعنی شہادۃ لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ۔

یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں (۱) مگر تمام شہروں اور زمانوں میں بغیر انکار کے اس کا معمول بہ ہونا اس پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے' اور اللہ پاک نے کبھی عادت جاری نہیں کی کہ ایک امت جو زمین کے مشارق و مغارب میں پھیلی ہوئی ہو اور عقل و معرفت میں دیگر امتوں سے کامل اور زیادہ ہو ایسے کو خطاب کرنے پر متفق

(۱) مصنف نے زاد المعاد میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ اثرم نے کہا کہ میں نے عبداللہ (یعنی امام احمد بن حنبل) سے تلقین کا حکم پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے اہل شام کے سوا کسی کو یہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ جب ابوالمغیرہ کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے تلقین کی اور ابوالمغیرہ ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے کہ ان کے شیوخ یہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور اسماعیل بن عیاش اس بارے میں حدیث ابی امامہ روایت کیا کرتے تھے۔ جو معجم طبرانی میں ہے اور سعید بن منصور (متوفی ۲۲۷ھ) نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ راشد بن سعد (تابعی متوفی ۱۰۸ھ) اور ضمرہ بن جندب (حبیب؟) اور حکیم بن عمیر' (تابعی) نے فرمایا کہ لوگ دفن کے بعد تلقین کو مستحب جانتے تھے۔ (زاد المعاد' جزء اول' بحث تلقین' ص ۱۴۹)

ہو جائے جو نہ سنتا ہو اور نہ سمجھتا ہو۔ اور اس فعل کو مستحسن کہے اور اس میں سے کوئی بھی برا نہ جانے۔ بلکہ پہلوں نے پچھلوں کے لئے یہ طریق بنا دیا ہو اور پچھلوں نے اس میں پہلوں کی پیروی کی ہو۔ اگر مخاطب نہ سنتا ہو تو یہ خطاب مٹی لکڑی پتھر اور معدوم شے کو خطاب کرنے کی مثل ہوگا اور ایسے خطاب کو اگرچہ ایک شخص مستحسن کہہ دے مگر تمام علماء اسے برا جانتے ہیں۔

اور سنن ابی داؤد میں باسناد لا باس بہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ جب وہ دفن کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

سلوا لاخیکم التثبیت فانه الان یسال. تم اپنے بھائی کے لئے ثابت رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

پس حضور اقدس ﷺ نے خبر دے دی کہ اس سے اس وقت سوال کیا جائے گا۔ جب اس سے سوال ہوگا تو وہ تلقین کو سنے گا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "مردہ جنازے کے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جس وقت وہ واپس آنے کے لئے پیٹھ پھیرتے ہیں۔"

ملخصاً (کتاب الروح، ص ۴ تا ۱۸)

اب ہم علامہ سیوطی کی کتاب شرح الصدور سے اس باب میں چند اور احادیث نقل کرتے ہیں۔

ابو الشیخ یعنی ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے عبید (۱) بن ابی مرزوق کی حدیث مرسل کو نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا مگر نبی ﷺ کو اس کی موت کی خبر نہ ہوئی۔ پس آپ اس کی قبر سے گزرے اور فرمانے لگے یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ام محجن کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ پس لوگوں نے صف باندھی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر یوں خطاب فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے؟ حضور نے فرمایا تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں۔ پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا افضل ہے۔" (ص ۳۸)

حاکم و بیہقی نے بروایت نقل کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ احد سے واپس ہوئے تو حضرت

---

(۱) یہ مرسل حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (السان المیزان)

مصعب بن عمیر اور دیگر شہداء کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اشهد انكم احياء عندالله فزوروهم وسلموا عليهم فوالذى نفسى بيده لا يسلم عليهم احد الاردوا عليه الى يوم القيامه.(۱)

میں شہادت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو۔ پس تم اے صحابہ ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن تک جو ان کو سلام کہے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

حاکم نے اس حدیث کی صحیح کہا ہے اور حاکم نے مع تصحیح اور بیہقی نے دلائل میں عطاف بن خالد مخزومی کے طریق سے نقل کیا کہ کہا عطاف نے حدیث بیان کی (۲) مجھ کو عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی بکر نے (اپنے باپ) عبداللہ سے کہ نبی ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت کی اور فرمایا:

اللهم ان عبدك ونبيك يشهد ان هولاء شهداء وان من زارهم اوسلم عليهم. الى يوم القيامه دوا عليه.

یا اللہ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر شہادت دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں۔ قیامت کے دن تک جو ان کی زیارت کرے گا ان کو سلام کہے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔

اور عطاف نے کہا کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ:

میں شہدائے احد کی زیارت کو گئی۔ میرے ساتھ صرف دو غلام تھے۔ جو میری سواری کو پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے شہیدوں کو سلام کہا پس میں نے سلام کا جواب اور یہ قول سنا:

والله انا نعرفكم كما يعرف بعضنا بعضا.

اللہ کی قسم ہم تم کو یوں پہچانتے ہیں جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو پہچان لیتا ہے۔

---

(۱) وفاء الوفا للسمہودی جزء ثانی ص ۱۱۱ (نیز دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ جزء ثالث ص ۹۷) میں ہے:

روى ابن شبه عن ابن عمر انه قال من مر على هولاء الشهداء فسلم عليهم لم يزالو يردون عليه الى يوم القيامه.

ابن شبہ نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص ان شہیدوں کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کہے تو وہ قیامت کے دن تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔

فائدہ: عمر بن شبہ (متوفی ۲۶۳ھ) کی ثقاہت پر ابن ابی حاتم اور دارقطنی ابن حبان خطیب مرزبانی مسلمہ اور محمد بن سہل کا اتفاق ہے۔ (دیکھو تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب) وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ کتاب اخبار المدینہ آپ کی تصنیف ہے۔

(۲) وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۱۱۲۔

میری خالہ بیان کرتی ہیں کہ یہ سن کر خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں نے غلام سے کہا کہ خچر لاؤ۔ پس میں سوار ہوگئی۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب "من عاش بعد الموت" میں اور بیہقی نے دلائل میں بروایت عطاف بن خالد نقل کیا۔ (۱) کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ "شہدائے احد کی زیارت کو آیا کرتی تھی۔ ایک روز سوار ہوکر آئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس اتر گئی۔ پھر میں نے وہیں نماز پڑھی۔ اس وقت اس جنگل میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا نہ تھا۔ میں نے نماز سے فارغ ہوکر کہا السلام علیکم۔ پس میں نے سلام کا جواب زمین کے نیچے سے نکلتا سنا۔ میں اسے ایسا پہچانتا ہوں۔ جیسا یہ پہنچاتا ہوں کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسا رات اور دن کو پہنچاتا ہوں۔ یہ سن کر میرے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہوگیا۔

بیہقی نے بروایت واقدی نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ (۲) ہر سال شہدائے احد کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب آپ شعب میں پہنچے تو آواز بلند فرماتے:

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. تم پر سلام بدلے اس کے تم ثابت رہے پس خوب ملا پچھلا گھر۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ بھی ہر سال ایسا ہی کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر بن لخطاب او پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی ہر سال اسی طرح کرتے رہے۔ اور حضرت فاطمہ (۳) بنت رسول اللہ ﷺ ان کی

---

(۱) وفاء الوفاء جز ثانی ص ۱۱۲۔

(۲) اس حدیث کو علامہ سمہودی نے یوں نقل کیا ہے: روی ابن شبہ عن عباد بن ابی صالح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول. الحدیث۔ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر بعد مذکور ہے کہ جب حضور معاویہ بن ابی سفیان حج کرنے آئے تو وہ بھی شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ (وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۱۱۳)

(۳) وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۱۱۳ میں ہے:

عن ابی جعفر ان فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر حمزہ رضی اللہ عنہ ترمہ وتصلحہ وقد تعلمتہ بحجر.

حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کیا کرتی تھیں۔ اسے مرمت کرتیں اور سنوارتیں اور ایک پتھر کے نشان سے اسے معلوم کرتیں۔

زیارت کو آتیں اور دعا فرماتیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ان کو سلام کہتے۔ پھر اپنے یاروں سے فرماتے کہ تم ایسے لوگوں کو سلام کیوں نہیں کہتے جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اور حضرت فاطمہ خزاعیہ بیان کرتی ہیں کہ "مجھے شہدائے احد کی قبروں میں سورج غروب ہو گیا اور میرے ساتھ میری بہن تھی۔ میں نے اس سے کہا آ ؤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام عرض کریں۔ وہ بولی اچھا۔ پس ہم آپ کی قبر مبارک پر ٹھہر گئیں۔ اس وقت وہاں کوئی انسان نہ تھا۔ ہم نے یوں عرض کیا: السلام علیک یاعم رسول اللہ (اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام) ہم نے اس کے جواب میں سنا وعلیکم السلام ورحمہ اللہ۔

اور بیہقی نے کہا کہ خبر دی ہم کو حافظ ابو عبداللہ نے کہ سنا میں نے ابو علی حمزہ بن محمد علوی کو کہ سنا میں نے ہاشم بن محمد عمری کو کہتے تھے میرے والد مجھے مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن طلوع فجر اور سورج کے درمیان شہیدوں کی قبروں کی زیارت کو لے گئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ جب ہم مقبروں کے پاس پہنچے تو میرے والد نے بآواز بلند کہا۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (تم پر سلام بدلے اس کے کہ تم ثابت رہے پس خوب ملا پچھلا گھر) جواب آیا وعلیکم السلام یا ابا عبداللہ۔ میرے والد نے میری طرف دیکھ کر کہا بیٹا! کیا تو نے جواب دیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا اور ان کو دوسری بار سلام کہا۔ اس دفعہ بھی سلام کا جواب آیا۔ یہاں تک کہ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ پس میرے والد سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ بوجہ اختصار ہم یہاں زیادہ بیان نہیں کر سکتے۔

(شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتی بزوارھم)

شیخ الاسلام علامہ سمہودی تحریر فرماتے ہیں:

انا نعتقد ثبوت الادراکات کالعلم والسماع لسائر الموتی فضلا عن الانبیاء ونقطع یعود الحیاہ لکل میت فی قبرہ کما ثبت فی السنہ ولم یثبت انہ یموت بعد ذلک موتہ ثانیہ بل ثبت نعیم القبر وعذابہ وادراک ذلک من الاعراض المشروطہ بالحیاہ لکن یکفی فیہ حیاہ جزء یقع بہ الادراک فلا یتوقف علی البنیہ کمازعم المعتزلہ۔ (وفاء الوفاء، جزء ثانی، ص ۴۰۷)

ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ ادراکات مثل علم اور سماع کے تمام موتی (انبیاء کا تو کیا ذکر) کے لئے ثابت ہیں اور ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ ہر میت کے لئے قبر میں حیات عود کرتی ہے جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے اور یہ ثابت نہیں کہ اس کے بعد دوسری بار موت آتی ہے بلکہ قبر کا عذاب ونعیم ثابت ہے۔ اور اس کا ادراک ان اعراض میں سے ہے۔ جن کیلئے حیات شرط ہے لیکن اس میں ایک جزو کی حیات کافی ہے کہ جس سے ادراک ہو سکے۔ پس یہ ادراک بدن پر موقوف نہیں جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے۔

اسی کے مطابق شیخ عبدالحق دہلوی نے بدیں الفاظ تحریر فرمایا ہے۔ ''بدانکہ تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دراند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصاً انبیاء علیہم السلام وقطع میکنیم بعود حیات مر ہر میت را در قبر چنانکہ در احادیث ورود یافتہ است۔ ووارد نشدہ کہ بعد از عود حیات در قبر بار دیگر موت عود مے کند بلکہ نعیم قبر وعذاب آنرا تا قیام ادراک مے کند'' (جذب القلوب' مطبوعہ کلکتہ' ص ۲۸۵)

سوال:

جب ہم کسی مسلمان کی قبر پر جا کر سلام وکلام عرض کرتے ہیں تو وہ کس طرح سنتا اور جواب دیتا ہے۔ کیا اس کی روح سنتی ہے اور جواب دیتی ہے یا اس کا بدن یا دونوں؟

جواب:

زندگی کی حالت میں سماع روح کا کام ہوتا ہے اور بدن فقط آلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے یوں لکھا ہے:

فالنفس هي الحاسه المدركه وان لم تكن محسوسه فالاجسام والاعراض محسوسه والنفس محسه بها وهي القابله لاعراضها المتعاقبه عليها من الفضائل والرذائل كقبول الاجرام لاعراضها المتعاقبه عليها وهي المحتركه باختيارها المحركه للبدن قسرا وقهرا وهي موثره في البدن متاثره به تالم وتلذ و تفرح وتحزن و ترضى وتغضب وتنعم وتياس وتحب وتكره وتذكر و تنسى وتصدعد وتنزل وتعرف وتنكرو آثارها ادل الدلائل على وجودها كما ان آثار الخالق سبحانه داله على وجوده وعلى كماله

فان دلاله الاثر علی موثره ضروریه وتاثیرات النفوس بعضها فی بعض امر لا ینکره ذوحس سلیم ولا عقل مستقیم ولا سیما عند تجردها نوع تجرد عن العلائق والعوائق البدنیه فان قواها تتضاعف وتتزاید بحسب ذلک ولا سیما عند مخالفه هواها وحملها علی الاخلاق العالیه من العفه والشجاعه والعدل والسخاء وتجنبها سفساف الاخلاق ورذائلها وسافلها.

(کتاب الروح' ص ۳۳۸)

روح ہی احساس وادراک کرنے والی ہے اگر چہ خود محسوس نہیں ہوتی۔ پس اجسام اور اعراض محسوس ہیں اور روح ان کو احساس کرنے والی ہے اور روح ہی ان فضائل و رذائل کو قبول کرنے والی ہے جو اس پر پے در پے آتے ہیں جیسا کہ اجسام ان اعراض کو قبول کرنے والے ہیں۔ جو ان پر پے در پے آتے ہیں' اور روح ہی اپنے اختیار سے متحرک اور بدن کو بزور وقہر حرکت دینے والی ہے' اور روح ہی بدن میں موثر اور بدن سے متاثر ہونے والی ہے' اور الم ولذت پاتی ہے' اور خوش وغمگین ہوتی ہے' اور راضی اور غصے ہوتی ہے' اور راحت ورنج اٹھاتی ہے' اور پسند وناپسند کرتی ہے' اور یاد فراموش کرتی ہے' اور چڑھتی اور اترتی ہے' اور شناسا وآ ناشنا ہوتی ہے' اور اس کے آثار اس کے وجود پر سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ خالق سبحانہ کے آثار اس کے وجود اور کمال پر دلالت کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اثر کی دلالت موثر پر ضروری ہے۔ اور روحوں کی ایک دوسرے میں تاثیریں ایسی ہیں کہ حس سلیم اور عقل مستقیم ان سے بالخصوص علائق وعوائق بدنیہ سے ایک طرح کے تجرد کے وقت انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ روحوں کے قویٰ تجرد کے مطابق بڑھ جاتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ اپنی خواہشوں کے مخالفت کریں اور عالی اخلاق یعنی عفت اور شجاعت اور عدل اور سخاوت کو اختیار کریں۔ اور ذلیل وحقیر وپست اخلاق سے بچیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ روح کو جس قدر تجرد ہوگا اتنے میں اس کے قویٰ ترقی کریں گے۔ اسی واسطے جب موت سے روح کو کمال تجرد حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے قویٰ میں حیرت انگیز ترقی ہو جاتی ہے۔

ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے کہ موت کے بعد روح کا ادراک پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے اور اس کی حیات جو حس وحرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے اکمل حالت میں باقی رہتی ہے۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے' پس موت کے بعد روح کی قوت سمع حالت حیات سے نہایت زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے انکار کرنا محض مکابرہ ہے۔ ہاں بدن یا بعض اجزاء بدن سے روح کو ایک طرح کا تعلق رہتا ہے۔ جس کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کردی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی قبر پر جاکر سلام وکلام عرض کرتا ہے تو اس کی روح خواہ اعلیٰ علیین میں ہو اس تعلق واتصال کے سبب اسے سن لیتی ہے اور جواب دیتی ہے۔ سماع موتے سے یہی ہماری مراد ہے۔ انبیاء کرام اور شہدائے عظام چونکہ زندہ بہ حیات جسمانی ہیں اس لئے ان کی روحیں بوساطت بدن سنتی اور جواب دیتی ہیں۔

چنانچہ علامہ زرقانی (شرح مواہب لدنیہ' مقصد عاشر' ثانی فی زیارۃ قبر والشریف' جزء ثامن' ص ۳۰۸) میں تحریر فرماتے ہیں:

> **الرد من الانبیاء رد حقیقی بالروح والجسد بجملته ولا کذلک الرد من غیر الانبیاء والشهداء فلیس بحقیقی وانما هو بواسطه التمکن من الرد مع کون ارواحهم لیست فی اجسادهم وسواء الجمعه وغیرها علی الاصح لکن لا مانع ان الاتصال فی الجمعه والیومین المکتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام.**

سلام کا جواب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حقیقی ہے جو روح اور بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنوں کی طرف سے (عموماً) ایسا نہیں۔ کیونکہ وہ حقیقی نہیں بلکہ تو وہ جسم کے ساتھ روح کے اتصال کے باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ روح وجسم کے درمیان ایک اتصال ہوتا ہے جس کے باعث مومن سلام کا جواب دینے پر قادر ہوتے ہیں اگرچہ ان روحیں انکے بدنوں میں نہیں ہوتیں۔ اور بنا برقول اصح جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں۔ لیکن اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ اتصال جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن آگے اور ایک دن پیچھے اور دنوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

اور یہاں اتنا اور کہہ دینا کافی ہے کہ قبر میں اعادہ روح کے وقت ہر میت کا سننا اور جواب دینا روح اور بدن دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سماع موتی سے انکار کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) میں ہے:

عن ابن عمر قال وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ماوعد ربکم حقاثم قال انهم الان یسمعون ما اقول فذکر لعائشه فقالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انهم الان لیعلمون ان الذی کنت اقول لهم هو الحق ثم قراء ت انک لا تسمع الموتی حی قراء ت الایة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کنوئیں پر ٹھہر گئے اور فرمایا کیا تم نے سچ پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ پھر فرمایا بے شک اب وہ سنتے ہیں جو میں کہتا ہوں۔ یہ حدیث ابن عمر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ذکر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے تو یوں فرمایا تھا کہ اب وہ بے شک جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ درست ہے۔ پھر حضرت صدیقہ نے یہ آیت پڑھی **انک لاتسمع الموتی.** آخر تک۔

جواب:

حضرت ابن عمر اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما ہر دو حاضر موقعہ نہ تھے۔ اگرچہ دیگر صحابہ کرام کی روایتیں حضرت ابن عمر کی روایت کے موافق ہیں اور ان میں سے بعضے مثلاً حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم اس موقع پر حاضر بھی تھے۔ مگر چونکہ صحابی کی حدیث مرسل مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس لئے محض حضور وغیبت کی بنا پر ہم ایک روایت کو دوسری پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ توضیح مطلب کے لئے دو اور روایتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

1. **عن ابی طلحة ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعه وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث**

مخبث وكان اذا ظهر على قوم اقام بالعرصه ثلاث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشى واتبعه اصحابه وقالوا ما نرى ينطلق الا لبعض حاجته حتى قام على شفه الركى فجعل يناديهم باسمائهم واسماء آبائهم يا فلان بن فلا ويافلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم اللّٰه ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حق فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر يا رسول اللّٰه ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم والذى نفس محمد بيده ماانتم باسمع لما اقول منهم قال قتاده احياهم اللّٰه حتى اسمعهم قوله توبيخا وتصغيرا ونقمه وحسره وندما. (صحيح بخاری' کتاب المغازی)

حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن سرداران قریش میں سے چوبیں کے لئے حکم دیا پس وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک پلید و پلید کنندہ کنوئیں میں ڈال دیے گئے۔ جب حضور اقدس ﷺ کسی قوم پر غالب آتے تو میدان جنگ میں تین روز قیام فرمایا کرتے۔ لہٰذا جب بدر میں آپ کو تیسرا روز ہوا تو سواری پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ پس کجاوہ کس دیا گیا۔ پھر آپ روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے پیچھے چلے اور کہنے لگے ہمارے خیال میں تو حضور کسی حاجت کے لئے چلے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ اس کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور ان مردوں کو ان کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام لے کر یوں پکارنے لگے اے فلاں بیٹے فلاں کے'اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم خدا ورسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے' بے شک ہم نے تو راست و درست پایا جو اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ ان جسموں سے کیا باتیں کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حضرت قتادہ

نے (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) کہا کہ اللہ نے ان کو زندہ کر دیا یہاں تک کہ ان کو آپ کا قول سنا دیا تھا کہ ان کو سرزنش ذلت قمت اور حسرت وندامت ہو۔

۲۔ حدثنا عبداللّٰہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا حماد عن ثابت عن انس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ترک قتلی بدر ثلاثة ایام حتی جیفوا ثم اتاهم فقام علیهم فقال یا امیه بن خلف یا اباجهل بن هشام یا عتبه بن ربیعه یا شیبه بن ربیعه هل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا قال فسمع عمر صوته فقال یارسول اللّٰہ اتنادیهم بعد ثلاث وهل یسمعون یقول اللّٰہ عزوجل انک لا تسمع الموتی فقال والذی نفسی بیده ماانتم باسمع منهم ولکنهم لا یستطیعون ان یجیبوا۔

حدیث بیان کی ہم کو عبداللہ نے کہ حدیث بیان کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث بیان کی ہم کو عفان نے کہ حدیث بیان کی ہم کو حماد نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو تین دن پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ وہ مردار بن گئے۔ پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر یوں خطاب فرمایا اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ میں نے راست و درست پایا۔ جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ آواز سن کر عرض کی یارسول اللہ کیا آپ تین دن کے بعد ان کو پکارتے ہیں اور کیا وہ سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ ''تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو'' آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جزء ثالث، ص ۲۸۷)

روایات بالا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیت میں موتے کو اس کے حقیقی معنی یعنی مردہ بدن پر محمول فرماتی ہیں۔ لہٰذا گوش بدن کے ساتھ سماع سے انکار کرتی ہیں۔ بنا بریں

روایت ابن عمر میں حضرت صدیقہ کے قول میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ نے حدیث میں تاویل کی۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وہ کفار مردہ نہ تھے۔ بلکہ بوجہ اعادۂ روح زندہ تھے۔ جیسا کہ حضرت قتادہ کے قول سے ظاہر ہے اس لئے وہ اس وقت گوش بدن کے ساتھ سن رہے تھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روایت لیعلمون کسی دوسرے صحابی سے پہنچی۔ اس صورت میں بھی یہ روایت حضرت ابن عمر کی روایت کے منافی نہیں کیونکہ علم عموماً سماع کے بعد حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر حضرت صدیقہ نے اسے آیت قرآنی کے منافی خیال کر کے راوی کی غلطی پر محمول فرمایا اور لیعلمون کو صحیح تصور کیا کیونکہ علم روح کا وصف ہے۔ لیکن اس اجتہاد میں وہ مصیب نہ تھیں۔ کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ والی دلیل حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کی جیسا کہ روایت ابو طلحہ اور روایت انس سے ظاہر ہے تو حضور نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ یعنی جس طرح تم گوش بدن سے سنتے ہو اسی طرح وہ بھی گوش بدن سے سن رہے ہیں۔ مگر وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے۔ کہ جسے جن وانس سنیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں سماع کے ساتھ جو الان (اب) کی قید ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ وقت ان کفار کا سوال کا تھا۔

کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ مردے موت کے بعد سات روز تک ابتلاء میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حیوۃ الحیوان للدمیری۔ (جزء ثانی ص ۴۷) میں ہے:

روی احمد عن طاؤس فی کتاب الزھد انه قال ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعه ایام فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام.

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس (۱) سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردے سات دن اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام سات دن میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔

امام نووی شافعی حدیث زیر بحث کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع عملا بظاھر ھذا الحدیث ثم انکرہ المازری وادعیٰ ان ھذا خاص فی ھولاء ورد علیه القاضی عیاض

(۱) حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ ۱۰۶ھ میں یوم ترویہ سے ایک روز پہلے مکہ مشرفہ میں بحالت حج آپ کا انتقال فرمایا۔ آپ نے چالیس حج کئے اور مستجاب الدعوات تھے۔

وقال يحمل سماعهم على ما يحمل عليه سماع الموتى في احاديث عذاب القبر و فتنه التي لا مدفع لها وذلك باحيائهم او احياء جزء منهم يعقلون به ويسمعون في الوقت الذي يريد الله. هذا كلام القاضي وهو الظاهر المختار الذي تقتضيه احاديث السلام على القبور. والله اعلم.

مازری نے کہا کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے بعض لوگوں نے کہا کہ مردہ سنتا ہے۔ پھر مازری نے اس سے انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ سننا ان کفار سے خاص تھا۔ اور قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) نے مازری کی تردید کی اور کہا کہ ان کفار کا سننا اسی پر محمول ہوگا کہ جس پر سماع موتے عذاب قبر اور اہل فتنہ قبر کی حدیثوں میں محمول ہوتا ہے' اور قبر میں سننا مردوں کے زندہ کرنے یا ان کے کسی جزء کے زندہ کرنے سے ہوتا ہے جس سے وہ سمجھ لیتے ہیں اور سن لیتے ہیں جس وقت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ یہ قاضی کا کلام ہے۔ اور یہی ظاہر و مختار ہے جسے قبروں پر سلام کی حدیثیں چاہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔ (شرح مسلم للنووی' مطبوعہ انصاری دہلی' جلد ثانی' ص ۳۸۷)

قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قول بالکل درست ہے۔ پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اگر انکار تھا تو سماع جسمانی سے جو گوش بدن کے ساتھ ہو ورنہ روح کے سماع سے تو کسی کو بھی کسی وقت انکار نہیں۔ خود حضرت صدیقہ سماع روحانی کے ثابت کرنے والی حدیثیں روایت فرماتی ہیں۔ چنانچہ آپ کی روایت سے یہ حدیث پہلے آ چکی ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے۔ اور وہاں بیٹھتا ہے تو اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے نہ اٹھے' مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ سے میری شب نوبت ہوتی تو حضور رات کے اخیر حصے میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور وہاں پہنچ کر یوں خطاب فرماتے:

السلام عليكم دار قوم مومنين. سلام تم پر اے مومن گھر والو۔

علاوہ ازیں ترمذی شریف میں ابن ابی ملیکہ تابعی کی روایت سے مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا انتقال مقام حبشی (۱) میں ہوا تو ان کو مکہ معظمہ میں لاکر جنت المعلی میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ میں حج کو آئیں۔ تو اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کو گئیں۔ اور وہاں تمیم بن نویرہ کے دو شعر (جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہتے تھے۔) پڑھ کر یوں خطاب فرمایا:

واللہ لو حضرتک مادفنت الا حیث مت
ولو شھدتک مازرتک۔

خدا کی قسم اگر میں آپ کے انتقال کے وقت حاضر ہوتی تو آپ وہیں دفن کئے جاتے جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ اور اگر میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس ہوتی تو آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

حضرت صدیقہ کا یہ فرمانا کہ آپ مکان موت میں دفن ہوتے' اس لئے تھا کہ مکان موت سے نقل کرنا خلاف سنت ہے۔ اور زیارت کو نہ آتا اس لئے فرمایا کہ زیارت قبر کو جانا عورتوں کے لئے کوئی واجب امر نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع روحانی کی ضرور قائل تھیں ورنہ آپ بھائی کی قبر پر اس طرح خطاب نہ فرماتیں۔

ناظرین کو بیان بالا کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ آیہ انک لا تسمع الموتی اور وما انت بسمع من فی القبور سماع موتی کے منافی نہیں یہاں مزید توضیح کے لئے ان کی تفسیر کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ○ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ (نمل: ۸۰۔ ۸۱)

تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جب پھریں پیٹھ دے کر اور تو نہ دکھلا سکے اندھوں کو جب راہ سے بچلیں۔ تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر سو وہ حکم بردار ہیں۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ○ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ○ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ○ (فاطر: ۱۹۔ ۲۳)

اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا' اور نہ اندھیرا اور نہ اجالا' اور نہ سایہ اور نہ لو اور برابر نہیں جیتے اور نہ مردے۔ اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑوں کو' تو تو یہی ہے ڈر کی خبر پہنچانے والا۔

(۱) حبشی' مکہ مشرفہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ کذا فی معجم البلدان' لیاقوت الحموی۔

ان آیتوں میں مردوں اور قبر میں پڑوں سے مراد بطریق مجاز کفار ہیں اور سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اعمیٰ سے مراد کافر اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور اندھیرے سے مراد کفر اور نور سے مراد ایمان ہے' اور سایہ سے مراد بہشت اور لو سے مراد دوزخ ہے' اور زندوں سے مراد مومن اور مردوں سے مراد کفار ہیں۔ پس من فی القبور سے مجازاً کفار مراد ہیں اور نفی سماع سے مراد سماع قبول وانتفاع کی نفی ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ کفار وعظ ونصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے جس طرح کہ مردے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ ان کے لئے فائدہ اٹھانے کا وقت دنیوی زندگی ہی تھی۔ موت کے بعد ماننے سے کچھ فائدہ نہیں۔

تفسیر مدارک میں انک لا تسمع الموتی کے تحت میں ہے:

لما کانوا لا یعون مایسمعون ولابه ینتفعون شبهوا بالموتی.	چونکہ کفار جو کچھ سنتے تھے اسے یاد نہ رکھتے تھے اور نہ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اس لئے مردوں کے ساتھ تشبیہ دیئے گئے۔

علامہ شیخ محمد طاہر صدیقی حنفی (متوفی ۹۸۱ھ) مجمع البحار میں لکھتے ہیں:

انک لا تسمع الموتی ای لا تقدران توفق الکفار لقبول الحق.	تو کفار کو قبول حق کی توفیق نہیں دے سکتا۔

علامہ ابن قیم نے مقتولین بدر کی بحث میں یوں تحریر کیا ہے:

واما قوله تعالٰی وما انت بسمع من فی القبور فسیاق الایه یدل علی ان المراد منها ان الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعه اسماعا ینتفع به کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعهم اسماعا ینتفعون به ولم یرد سبحانه ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البته کیف وقد اخبرالنبی صلی الله علیه وسلم انهم یسمعون خفق نعال المشیعین واخبر ان قتلی بدر سمعوا کلامه وخطابه وشرع السلام علیهم بصیغه الخطاب للحاضر الذی یسمع واخبران من سلم علی اخیه المومن رد علیه السلام' وهذه الایه نظیر قوله انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعا اذا ولوا مدبرین. وقد یقال نفی اسماع الصم مع نفی اسماع الموتی یدل علی ان المراد عدم اهلیه کل منهما للسماع وان قلوب هولاء لما کانت میته صماء کان

اسماعها ممتنعا بمنزله خطاب الميت والاصم وهذا حق ولكن لا ينفي اسماع الارواح بعد الموت اسماع توبيخ وتقريع بواسطه تعلقها بالابدان في وقت مافهذا غير الاسماع المنفي والله اعلم. وحقيقه المعنى انک لا تسطيع ان تسمع من لم يشاء الله ان يسمعه ان انت الا نذير اى انما جعل الله لک الاستطاعه على الانذار الذی كلفک اياه لا على اسماع من لم شاء الله اسماعه.

آیت وما انت بسمع من في القبور کا سیاق دلالت کرتا ہے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ مردہ دل کافر کو ایسا سنانا نہیں سنا سکتے جس سے وہ فائدہ اٹھائے جیسا کہ آپ مردوں کو ایسا سنانا نہیں سنا سکتے۔ جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اللہ پاک کی یہ مراد نہیں کہ اہل قبور کوئی شئے بالکل سنتے ہی نہیں۔ یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ مردے جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سن لیتے ہیں' اور آپ نے خبر دی ہے کہ جنگ بدر کے مقتولین نے آپ کا کلام و خطاب سنا اور آپ نے اہل قبور پر سلام کا حکم دیا جس طرح حاضر کو جو سنتا ہو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر سلام کہتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ آیت دوسری آیت (انک لا تسمع الموتى) کی نظیر ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ بہروں کو سنانے کی نفی مردوں کو سنانے کی نفی کے ساتھ مل کر دلالت کرتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک سننے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کفار کے دل چونکہ مردہ اور سخت ٹھوس ہیں ان کا سنانا ممتنع بمنزلہ مردے اور بہرے کے خطاب کے ہے۔ یہ درست ہے مگر اس سے اس اسماع (سنانے) کی نفی نہیں ہو سکتی جو روحوں کے بواسطہ تعلق (۱) بدن کسی وقت توبیخ و ملامت کے لئے کیا جاتا ہے۔ یہ اسماع اور ہے اور اسماع منفی اور ہے۔ واللہ اعلم۔ اور آیت کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ آپ نہیں سنا سکتے اس

(۱) ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے خطاب کے وقت مقتولین بدر بوجہ اعادہ روح زندہ تھے اور انہوں نے گوش بدن سے آپ کا کلام سنا۔

شخص کو جسے اللہ نہ سنانا چاہے آپ تو نذیر ہی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو انداز کے ساتھ مکلف کیا ہے اور اسی کی استطاعت دی ہے نہ کہ اسماع کی ایسے شخص کو جس کا اسماع اللہ نے نہیں چاہا۔ (کتاب الروح، ص ۱۷)

پس ثابت ہوا کہ ان آیتوں میں سماع خاص (سماع انتفاع) کی نفی ہے نہ کہ مطلق سماع کی۔ اگر سباق وسیاق سے قطع نظر کر کے سماع مطلق کی نفی تسلیم کر لی جائے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ نفی مردوں اور قبر میں پڑوں سے ہے اور وہ کیا ہیں اجسام بے روح۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بسمع من فی القبور لکھتے ہیں۔ "حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا" ان آیتوں کی تاویل میں علمائے کرام کے اور اقوال بھی ہیں جو نظر بر اختصار یہاں نقل نہیں کئے گئے۔

قصہ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے خود کلام اللہ شریف میں مذکور ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

۱. وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ○ (اعراف: ۷۷۔ ۷۹)	اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہوا ہے، پھر پکڑا ان کو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے۔ پھر الٹا پھر ان سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے۔ بھلا چاہنے والوں کو۔

ان آیتوں میں حضرت صالح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے ان کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر زندہ حاضرین کی طرح خطاب فرماتے ہیں۔ اگر وہ سنتے نہ تھے تو خطاب عبث ٹھہرتا ہے۔ جس سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یقیناً پاک ومنزہ ہیں۔ اسی طرح حضرت شعیب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے ان کے ہلاک ہونے کے بعد لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر زندوں کی طرح خطاب فرمایا، جو کلام اللہ شریف میں یوں وارد ہے:

۲. فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ○ (اعراف: ۹۳)	پھر الٹا پھرا ان سے اور بولا اے قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمہارا رب کیا غم کھاؤں نہ مانتے لوگوں پر۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج عبدبن حمید و ابو الشیخ عن قتادہ فتولی عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم قال ذکرلنا ان نبی اللہ شعیبا اسمع قومہ وان صالحا اسمع۔ الحدیث.

عبد بن حمید (متوفی ۲۴۹ھ) اور ابوالشیخ (متوفی ۳۵۴ھ) نے روایت کیا کہ حضرت قتادہ (متوفی ۱۱۷ھ) نے آیۃ فتولی عنھم کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کے پیغمبر شعیب نے اپنی قوم کو سنا دیا اور حضرت صالح نے اپنی قوم کو سنا دیا جیسا کہ سنا دیا اللہ کی قسم حضرت محمد ﷺ نے اپنی قوم کو۔ (درمنثور، جزء ثالث، ص ۱۰۳)

حضرت عبد بن حمید وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تفسیر میں کتاب لکھی۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ، جزء اول، ص ۳۴۳)

اور حضرت قتادہ تابعی ہیں جو فقہ و تفسیر و حفظ میں یگانہ روزگار ہونے کے علاوہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مقتولین بدر کے گوش بدن سے سننے کے راویوں میں سے ہیں۔

پس اے برادران اسلام! ہم قرآن کریم کی آیات بالا آپ کے آگے پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی عرض کرتے ہیں کہ سب سے پہلی تفسیر میں حضرت قتادہ تابعی کی روایت سے ان آیتوں کی تفسیر میں یہ امر مذکور ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا (ذکر کرنے والے کون؟ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کہ حضرت شعیب اور حضرت صالح علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی قوموں کو (جو بوجہ نافرمانی قہر خدا سے ہلاک ہوکر سامنے پڑی تھیں) اپنا کلام سنا دیا جس طرح کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ نے اللہ کی قسم اپنی قوم کے مقتولین کو میدان بدر میں سنا دیا تھا، اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ مقتولین بدر کا سماع جسمانی تھا یعنی ان کی روحوں نے گوش بدن کے ساتھ سنا تھا جیسا کہ ہم (۱) دنیا میں سنتے ہیں اور اب یہاں ثابت ہوا کہ حضرت صالح اور حضرت شعیب علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی ہلاک شدہ قوموں کا سماع بھی جسمانی تھا، اور یہ بھی پہلے آ چکا ہے کہ سماع روحانی سے تو کسی کو انکار ہی نہیں۔ اب بتائیے کہ سماع موتی کا (انہی معنے میں جو بیان ہو چکے ہیں۔) اور کیا ثبوت درکار ہے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(۱) طبرانی میں مقتولین بدر کی نسبت حدیث ابن مسعود میں بسند صحیح وارد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن ولا یجیبون. وہ سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ (زرقانی علی المواہب، جزء اول، ص ۳۴۳)

عبارات فقہ پر تبصرہ:

اب ہم کتب فقہ کی ان عبارتوں سے بحث کرتے ہیں جن سے ہمارے بعض حنفی بھائی مغالطہ کھاتے ہیں اور برعکس نتائج نکالتے ہیں۔ وہ عبارتیں یہ ہیں:

۱. (ومن قال لاخران ضربتک فعبدی حرفمات فضربه فهو علی الحیاه) لان الضرب اسم لفعل مولم یتصل بالبدن والایلام لا یتحقق فی المیت ومن یعذب فی القبر توضع فیه الحیاه فی قول العامه (وکذلک الکسوه) لانه یردا به التملیک عند اطلاق ومنه الکسوه فی الکفاره وهو من المیت لا یتحقق الا ان ینوی به الستر وقیل بالفارسیه ینصرف الی اللبس (وکذا الکلام والدخول) لان(۱) المقصود من الکلام الافهام والمت ینافیه والمراد من الخول علیه زیارة وبعد الموت یزار قبره لاهو.

(اور جس نے کہا دوسرے سے کہ اگر میں تجھ کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے۔ پس وہ دوسرا مر گیا اور اس نے اس کو مارا پس یہ قسم حیات پر مقصود ہوگی) کیونکہ ضرب نام ہے درد پہنچانے والے کے فعل کا جو بدن سے متصل ہو اور درد پہنچانا مردے میں ثابت نہیں ہوتا' اور قبر میں جو عذاب دیا جاتا ہے' تو اس میں عامہ مشائخ کے نزدیک حیات ڈالی جاتی ہے (اور یہی حکم ہے لباس دینے کا) کیونکہ اطلاق کے وقت اس سے مراد تملیک ہوتی ہے' اور اسی سے ہے کفارہ میں لباس دینا۔ اور یہ مردے میں ثابت نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس سے نیت ستر کی ہو' اور کہا گیا ہے کہ فارسی میں یہ قسم پہنانے پر محمول ہوگی (اور ایسا ہی حکم ہے کلام اور دخول کا) کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے اور دخول سے مراد اس کی زیارت ہے اور موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے نہ اس کی۔ (ہدایہ' باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ۔)

۲. (قوله وکذا الکلام) یعنی اخا حلف لا یکلمه اقتصر علی الحیاه فلو

---

(۱) مبسوط سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) میں ہے فان المقصود من الکلام الافهام وذلک لا یحصل بعد الموت۔ (جزء تاسع' باب القضا الیمین' ص ۸۰)

كلمه بعد موته لا يحنث ان المقصود منه الافهام والموت ينافيه فانه لا يسمع فلا يفهم واورد انه صلى الله عليه وسلم قال لاهل القليب قليب بدر هل وجدتم ماوعد ربكم حقافقال عمر رضى الله عنه اتكلم الموتى يارسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ما انتم باسمع مااقول من هولاء اومنهم واجيب بانه غير ثابت يعنى من جهه المعنى والافهو فى الصحيح وذلك بسبب ان عائشه رضى الله عنها ردته بقوله تعالىٰ ومام انت بسمع من فى القبور انک لا تسمع الموتى وبانه انما قاله على وجه الموعظه للاحياء لا لافهامها الموتى كما روى عن رلى رضى الله عنه انه قال السلام عليكم دار قوم مومنين واما دوركم فقد سكنت فهذا خبركم عندنا فما خبرنا عندكم وبانه مخصوص باولئک تضعيفا للحسره عليهم لكن بقى انه روى عنه صلى الله عليه وسلم ان الميت ليسمع نعالمهم اذا انصرافوا ولينظر فى كتاب الجنائز من هذا الشرح.

(قولہ اور ایسا ہی حکم ہے کلام کا۔) یعنی جب قسم کھائے کہ اس سے کلام نہ کرے گا تو یہ قسم حیات پر مقصود ہوگی۔ پس اگر اس سے موت کے بعد کلام کرے گا تو حانث نہ ہو گا۔ کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے۔ اس لئے کہ مردہ سنتا نہیں پس سمجھتا نہیں' اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حضور اقدس ﷺ نے چاہ بدر والوں سے فرمایا ''کیا تم نے راست و درست پایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ مردوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو اور اس اعتراض کا جواب بدیں طور دیا گیا ہے کہ یہ حدیث معنی کی جہت سے ثابت نہیں ورنہ ہے تو صحیح میں۔ اور اس کا نہ ثابت ہونا اس سبب سے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے اللہ تعالیٰ کے قول (وما انت بمسمع من فى القبور. انک لا تسمع الموتى) سے رد کیا ہے۔ اور بدیں طور کہ حضور اقدس ﷺ نے اسے زندوں کے

روح صار آچکا چکے

لئے نصیحت کے طور پر فرمایا نہ کہ مردوں کے سمجھانے کے لئے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "سلام تم پر اے گھر والو مومنو! تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور تمہاری گھروں میں اور آباد ہو گئے۔ ہمارے پاس تمہاری خبر تو یہ ہے ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے۔" اور بدیں طور کہ یہ ان کفار کے ساتھ خاص ہے تاکہ حسرت زیادہ ہو مگر یہ حدیث باقی رہ گئی کہ مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب وہ واپس آتے ہیں۔ اس کی بابت اس شرح کی کتاب الجنائز میں دیکھنا چاہئے۔ (فتح القدیر مطبوعہ مصر جزء رابع، ص ۴۶۱)

۳. (اذا احتضر الرجل وجه الی القبله علی شقه الایمن ولقن الشهادتین لقوله صلی الله علیه وسلم لقنوا موتاکم شهاده ان لا اله الا الله والمراد الذی قرب من الموت.

(جب آدمی مرنے کے قریب ہو تو اسے دائیں پہلو پر قبلہ رو کر دینا چاہئے اور اسے شہادتین کی تلقین کرنی چاہئے) کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو شہادت لا اله الا الله تلقین کرو۔ اور موتے سے مراد قریب الموت ہے۔

(ہدایہ باب الجنائز)

۴. (قوله والمراد الذی قرب من الموت) مثل لفظ القتیل فی قوله علیه السلام من قتل قتیلا فله سلبه واما التلقین بعد الموت وهو فی القبر فقیل یفعل لحقیقه ماروینا ونسب الی اهل السنه والجماعه وخلافه الی المعتزله وقیل لا یومر به ولا ینهی عنه ویقول یا فلان یا ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیه فی دار الدنیا شهاده ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ولا شک فیجب تعینه وما فی الکافی من انه ان کان مات مسلما لم یحتج الیه بعد الموت والا لم یفد یمکن جعله الصارف یعنی ان المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان وهذا لا یفید بعد الموت وقد یختار الشق الاول والاحتیاج الیه فی حق التذکیر لتثبیت الجنان للسوال فنفی الفائده مطلقا

ممنوع نعم الفائده الاصليه منتفيه وعندی ان مبنى ارتكاب هذا المجازهنا عند اكثر مشائخنا هو ان الميت لا يسمع عندهم على ماصر جوابه فی كتاب الايمان فی باب اليمين بالضرب لوحلف لا يكلمه فكلمه ميتا لا يحنث لانها تنعقد على مابحيث يفهم والميت ليس كذلک لعدم السماع واررد قوله صلى الله عليه وسلم فی اهل القليب ما انتم باسمع لما اقول منهم واجا بوا تاره بانه مرجوع عن عائشه رضی الله عنها قالت كيف يقول صلى الله عليه وسلم ذلک والله تعالیٰ يقول وما انت بسمع من فی القبور انک لاتسمع الموتی وتاره بان تلک خصوصيه له صلى الله عليه وسلم معجزه وزياده حسره على الكافرين وتاره بانه من ضرب المثل كما قال علی رضی الله عنه ويشكل عليهم ما فی مسلم ان الميت ليسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اللهم الا ان يخصوا ذلک باول الوضع فی القبر مقدمه للسوال جمعا بينه وبين الايتين فانهما يفيد ان تحقيق عدم سماعهم فانه تعالیٰ شبه الكفار بالموتی لافاده تعدد سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتی الا انه على هذا ينبغی التلقين بعد الموت لانه يكون حين ارجاع الروح فيكون حينئذ لفظ موتاكم فی حقيقته وهو قول طائفه من المشائخ اوهو مجاز باعتبار ماكان نظر الى انه الان حی اذ ليس معنى الحی الامن فی بدنه الروح وعلى كل حال يحتاج الى دليل آخر فی التلقين حاله الاحتضار.

۴۔(قولہ اور موتے سے مراد قریب الموت ہے) جیسا کہ لفظ قتیل اس حدیث میں کہ جو کسی قتیل کو قتل کرے تو اس کے لئے اس کا اسباب ہے۔رہی تلقین موت کے بعد قبر میں۔سو کہا گیا ہے۔کہ کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں موتی حقیقی معنی پر محمول ہے اور موت کے بعد تلقین اہل سنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے۔اور کہا گیا ہے کہ نہ اس کا امر کرنا چاہئے اور نہ اس سے روکنا چاہئے اور یہ یوں کرنی چاہئے۔اے فلاں!اے بیٹے فلاں کے!یاد کر اپنے دین کو جس پر تم دنیا میں تھے یعنی گواہی اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔اور

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ موتے کا بلا دلیل اپنے حقیقی معنے سے نکالنا جائز نہیں۔ اس لئے حقیقی معنے ہی لینے چاہئیں۔ اور یہ قول جو کافی میں ہے کہ اگر مسلمان مرا تو اسے موت کے بعد تلقین کی حاجت نہیں ورنہ مفید نہیں اس کو قرینہ صارفہ بنانا ممکن ہے۔ یعنی تلقین سے مقصود یہ ہے کہ شیطان کے تعرض کے وقت یاد دلایا جائے اور یہ موت کے بعد مفید نہیں۔ اور کبھی پہلی شق اختیار کی جاتی ہے اور اس کی حاجت تذکیر کے حق میں ہے تاکہ سوال منکر ونکیر کے لئے دل ثابت رہے۔ پس یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ممنوع ہے۔ ہاں اصلی فائدہ نہیں' اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں اس مجاز کے ارتکاب کا مبنی ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ مردہ ان کے نزدیک سنتا نہیں جیسا کہ انہوں نے کتاب الایمان فی باب الیمین فی الضرب میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ دوسرے شخص سے کلام نہ کرے گا پس دوسرا شخص مر گیا اور اس نے موت کے بعد اس سے کلام کیا تو یہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ قسم اس پر منعقد ہوئی تھی جو سمجھتا تھا' اور مردہ ایسا نہیں اس لئے کہ سنتا نہیں' اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہ بدر والوں کی نسبت فرمایا تھا کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ ان مشائخ نے کبھی تو اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رد کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ کیونکر فرما سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما انت بسمع من فی القبور۔ انک لا تسمع الموتی۔ اور کبھی یوں جواب دیا ہے۔ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاص معجزہ اور کافروں پر زیادہ حسرت ہے۔ اور کبھی یوں کہ یہ از قبیل ضرب المثل ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا' اور ان پر اس حدیث مسلم کا جواب مشکل ہے کہ "مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں" اے اللہ اس اعتراض سے مخلصی نہیں مگر یہ کہ وہ اس سماع کو سوال کے لئے بطور مقدمہ کے قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کر دیں۔ تاکہ اس حدیث اور ان دو آیتوں کے درمیان تطبیق ہو جائے۔ کیونکہ وہ دو آیتیں مردوں کا نہ سننا ثابت

کرتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے موتے کے ساتھ تشبیہ دی تا کہ کفار کے عدم سماع کا افادہ ہو اور یہ مردوں کے عدم سماع کی فرع ہے۔ مگر اس تقدیر پر موت کے بعد تلقین کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ روح کے اعادے کے وقت ہوگی' پس اس وقت لفظ موتے اپنے حقیقی معنوں میں ہوگا اور یہ مشائخ کے ایک گروہ کا قول ہے۔ یا یہ مجاز ہے باعتبار سابق اس امر کو مدنظر رکھ کر کہ اب وہ زندہ ہے۔ کیونکہ زندہ کے معنے وہی ہیں جس کے بدن میں روح ہو اور ہر حال میں قرب موت پر تلقین کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔ (فتح القدیر' جزء ثانی' ص ۶۸-۶۹)

عبارات کے صحیح مفاہیم:

عبارت میں موت کے بعد ایلام وکلام متحقق نہ ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے' وہ قریب قریب انہی الفاظ میں ہدایہ کی شرحوں عنایہ وکفایہ اور کنز الدقائق کی شروح زیلعی' عینی' بحر و مستخلص میں اور کافی شرح وافی اور ردالمحتار حاشیہ درمختار میں بھی درج ہے۔ مگر یہاں میت سے مراد جسم مردہ ہے۔ جس میں سے روح پرواز کر چکی ہو۔ اس تقریر کے موافق مردہ بدن کو نہ الم پہنچ سکتا ہے اور نہ یہ سن سکتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کو عذاب قبر جس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب کے لئے یہ بتایا گیا ہے کہ عذاب قبر کے لئے عامہ مشائخ کے نزدیک اس میں حیات ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ مقتولین بدر کی لاشوں کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ اس کا جواب بصیغہ تمریض علامہ ابن ہمام نے عبارت نمبر۲ میں نقل کیا ہے۔ عبارت نمبر۳ میں قریب الموت کی تلقین کے ثبوت میں صاحب ہدایہ نے حدیث میں لفظ موتے سے مراد مجازاً قریب الموت بیان کی ہے۔ اس مجاز کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب فتح القدیر نے اپنے خیال کے موافق عبارت نمبر۴ میں یہ بیان کی ہے کہ چونکہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک موتے (اجسام مردہ) کو سماع نہیں لہذا موت کے بعد وہ تلقین متعذر رکھتے ہیں کیونکہ جب مردہ سنتا ہی نہیں تو تلقین کیسے کی جائے۔

چونکہ اس پر قصہ مقتولین بدر وارد ہوتا تھا۔ اس لئے علامہ ابن ہمام نے ان مشائخ کے کئی جواب نقل کئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حدیث مسلم کا جواب ان سے مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ اس سماع کو بطور مقدمہ سوال قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کریں تا کہ اس میں اور قرآن کی دو آیتوں میں تطبیق ہو جائے۔ مگر اس تقدیر پر موت

کے بعد تلقین کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ وقت اعادۂ روح کا ہوتا ہے۔ پس موتی اپنے حقیقی معنے پر رہے گا۔ اور مشائخ کے ایک گروہ کا یہی قول ہے۔ یا موتی بلحاظ حالت سابقہ کہا گیا اس لئے کہ اب تو زندہ ہے کیونکہ زندہ کے یہی معنے ہیں۔ کہ روح بدن میں ہو۔ بہر حال قریب الموت کی تلقین ثابت کرنے کے لئے کوئی اور دلیل چاہئے کیونکہ حقیقی اور مجازی معنوں دونوں مراد نہیں ہو سکتے اور نہ دو مجازی مراد ہو سکتے ہیں اور نہ عموم مجاز کی صورت بن سکتی ہے۔ یہ عبارات بالا کا خلاصہ مطلب ہے۔ ان میں مردہ بدن کے سماع کا انکار پایا جاتا ہے۔ ارواح کے سماع کا انکار اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے اور یہی اصرار کیا جائے کہ اکثر مشائخ حنفیہ قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف سماع موتی کے منکر تھے۔ اور سماع موتی سے ان کی یہ مراد تھی کہ موت کے بعد روح فنا ہو جاتی ہے اور اسے کچھ ادراک باقی نہیں رہتا' تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ وہ مشائخ معتزلی الاصول حنفی الفروع تھے۔ جو اجماع اہل سنت و جماعت میں داخل ہی نہیں۔ ایسے معتزلیوں کو بھی مشائخ مذہب میں شمار کیا گیا۔ چنانچہ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں تفسیر کشاف سے یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ شہوت سے مساس وغیرہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قائم مقام دخول کے ہے۔ اس پر علامہ شامی۔ ے یوں لکھا ہے:

فنقل ذالک عنه لان الزمخشری من مشائخ المذهب وهو حجه فی النقل.

مصنف نے یہ مسئلہ جار اللہ زمخشری سے نقل کیا کیونکہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور وہ نقل میں حجت ہے۔ (رد المحتار' جزء ثانی' ص ۳۰۲)

اور یہ قول بقید حوالہ اوپر مذکور ہوا کہ موت کے بعد تلقین اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے' اور اکثر مشائخ کا موت کے بعد تلقین کو منع کرنا سماع موتی کے انکار پر مبنی ہے اور اہل سنت حدیث میں موتاکم کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ پس یہ اکثر مشائخ جو سماع موتی کے منکر ہیں اور اسی واسطے تلقین سے منع کرتے ہیں معتزلہ نہیں تو کیا ہیں۔ ابتداء میں حنفیہ اور ایسے معتزلہ کا ارتباط بہت رہا ہے۔ اس لئے کسی حنفی عالم نے کسی معتزلی سے سن کر یا کسی معتزلی کی تصنیف سے یہ قول سہواً اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ پھر دیگر علمائے حنفیہ بلا تنبیہ اسے نقل کرتے رہے۔

چنانچہ البحر الرائق (جزء سادس' ص ۲۰۱) میں ہے:

وقد يقع كثيرا ان مولفا يذكر شيئا خطا فی كتابه فياتی من بعده من المشائخ فينقلون تلک العباره من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها واصلها لواحد مخطی.

کبھی ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک مولف کوئی بات غلطی سے اپنی کتاب میں ذکر کر دیتا ہے۔ اس کے بعد جو مشائخ آتے ہیں وہ اس عبارت کو بلا تغییر و تنبیہ کے نقل کرتے

چلے جاتے ہیں۔ اس طرح اس کے نقل کرنے والے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی ہوتی ہے۔

اسی مسئلہ سماع کے متعلق علامہ نسفی کو دیکھئے کہ تفسیر مدارک میں الله یوفی الا نفس الایہ. کی تفسیر میں سہواً جار اللہ زمخشری معتزلی کا قول لفظ بلفظ تفسیر کشاف سے نقل کر گئے جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ اسی واسطے علامہ علی القاری لکھتے ہیں کہ زمخشری نے کشاف میں اپنے عقائد کو اس طرح داخل کیا ہے کہ لوگوں کو پتہ نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کی تفسیر کا مطالعہ حرام فرمایا ہے۔ (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ' ص ۸۷)

غرض عدم سماع موتی بدیں معنے کے موت کے بعد روح کے لئے سماع و ادراک باقی نہیں رہتا۔ یقیناً معتزلہ کا قول ہے کہ سہواً کتب حنفیہ میں درج ہو گیا اور یہ قباحت اس سے پیدا ہوئی کہ مشائخ حنفیہ ایسے حنفی الفروع معتزلہ کو اپنے مشائخ مذہب میں شمار کرتے رہے اور ان کی کتابوں سے بعض وقت نقل کرتے رہے۔ چنانچہ علامہ ابو محمد عبد القادر حنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ) نے جواہر مضیہ میں جو طبقات حنفیہ میں پہلی کتاب ہے' ایسے معتزلہ کو مشائخ حنفیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ بشر بن غیاث مریسی متوفی ۲۲۸ھ معتزلی متکلم اور صاحب تصانیف ہیں۔ امام ابو یوسف سے اکثر روایت کرتے ہیں مگر امام ممدوح ان کو اچھا نہ جانتے تھے۔ مذہب میں ان کے بعض اقوال عجیب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ گدھے کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ تمام عمر میں ترتیب واجب ہے۔ چنانچہ صاحب خلاصہ نے باب قضاء الفوائت میں ذکر کیا گیا ہے۔ وربما شرط بعض الترتیب فی جمیع العمر یہ بعض یہی بشر مریسی ہیں (جزء اول' ص ۱۶۵) امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ والوالجی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے: والرحمٰن لا افعل (رحمٰن کی قسم میں نہ کروں گا۔) اس مسئلے میں اگر رحمٰن سے سورہ رحمٰن مراد رکھے تو یمین نہ ہوگی۔ اگر مراد اللہ ہو تو یمین ہوگی۔ اس مسئلے کو بلا تعبیہ یوں نقل کیا ہے کہ گویا یہ مذہب ہے حالانکہ یہ تفصیل بشر مریسی کا قول ہے۔ اور مذہب یہ ہے کہ یہ یمین ہی ہے کیونکہ رحمٰن میں نیت معتبر نہیں۔ (ردالمختار' جزء ثالث' ص ۵۴)

۲۔ اسماعیل بن علی بن الحسین ابو سعد السمان متوفی ۴۴۵ھ امام المعتزلہ تھے۔ فقہ حنفیہ اور کلام میں امام تھے۔ مشائخ زمانہ میں سے تین ہزار ان کے شاگرد تھے۔ (جزء اول' ص ۱۵۶)

۳۔ حسن بن عبد اللہ السیر افی النحوی متوفی ۳۷۱ھ بغداد میں رہا کرتے تھے اور علوم القرآن فقہ کلام وغیرہ کا در[illegible] ۱۹۶)

۴۔ عبداللہ بن احمد بن محمود البلخی متوفی ۳۱۹ھ معتزلی متکلم ہیں۔ علم کلام میں ان کی تصانیف ہیں۔ مدت تک بغداد میں رہے اور وہیں ان کی کتابیں مشہور ہوئیں۔ پھر بلخ کو چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ (جزءاول' ص ۲۷۱)

۵۔ عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن بندار متوفی ۴۸۸ھ حنفی معتزلی ہیں۔ اپنے اعتزال پر فخر کیا کرتے تھے۔ تفسیر میں محقق سمجھے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی ایک تفسیر تین سو جلدوں میں لکھی جن میں سے سات میں فاتحہ کی تفسیر ہے۔ (جزءاول' ص ۳۱۵)

۶۔ عبدالسید بن علی بن محمد المعروف بابن الزیتونی متوفی ۵۴۲ھ معتزلی حنفی متکلم ہیں۔ علم کلام میں ان کی تصنیف ہے۔ (جزءاول' ص ۳۱۶)

۷۔ علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری۔ ۳۳۰ھ سے چند سال بعد فوت ہوئے۔ حنفی المذہب اور معتزلی الکلام ہیں۔ طائف اشعریہ انہی کی طرف منسوب ہے۔ امام ابوبکر باقلانی ان کے مذہب کے معاون ہیں۔ (جزءاول' ص ۳۵۴)

۸۔ محمد بن احمد بن حامد بن عبید البیکندی البخاری متوفی ۴۸۲ھ معتزلیہ کے طریق پر علم کلام سے واقف تھے۔ اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ منصور کے عہد میں بغداد کی طرف آئے منصور نے بغداد میں داخل نہ ہونے دیا مگر منصور کے مرنے پر بغداد میں آئے۔ اور وفات تک وہیں رہے۔ (جزء ثانی' ص ۸)

۹۔ محمد بن ابی الحسن القفال الخوارزمی حنفی المذہب تھے۔ معتزلہ کے طریق پر اصول سے واقف تھے۔ اور اسی پر مناظرہ کیا کرتے تھے۔ (جزء ثانی' ص ۴۱)

۱۰۔ محمد بن شجاع الثلجی متوفی ۲۶۶ھ۔ امام حسن بن زیاد کے شاگرد ہیں' صاحب تصانیف ہیں۔ اپنے وقت میں اہل عراق کے فقیہ تھے۔ مگر مذہب معتزلہ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ (ثانی ص ۶۰)

۱۱۔ محمد بن عبداللہ بن الحسین متوفی ۴۸۴ھ میں نیشاپور میں قاضی اور اپنے وقت میں امام الحنفیہ تھے مگر معتزلی المذہب تھے۔ ثانی' ص ۶۴۔

۱۲۔ محمد بن عبداللہ العسکری خلیفہ مہدی کے لشکر کے قاضی تھے مگر معتزلی تھے۔ (ثانی' ص ۷۲)

۱۳۔ محمد بن عبدالرحمٰن الصمری' متوفی ۳۸۸ھ مشہور معتزلی ہیں۔ (ثانی' ص ۷۷)

۱۴۔ محمود بن عمر جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف متوفی ۵۳۸ھ مشہور معتزلی الاصول ہیں۔ علم ادب

میں ضرب المثل تھے۔ (ثانی ص ۱۶۰)

۱۵۔ ناصر بن ابی المکارم عبدالسید بن علی المطرزی متوفی ۶۱۰ھ فقہ ولغت عربیہ میں امام تھے مگر بڑے معتزلی تھے۔ ان کو خلیفہ زمخشری کہا کرتے تھے۔ (ثانی ص ۱۹۰)

۱۶۔ یحیٰی بن طاہر بن الحسین الدمشقی ابوسعد الرازی متوفی ۵۳۷ھ اعتزال وتشیع کی طرف مائل تھے اور اپنے چچا اسماعیل بن علی المعتزلہ کے شاگرد تھے۔ (ثانی ص ۲۱۴)

حالات مذکور بالا میں اگر مسئلہ سماع موتی پر اعتزال کا رنگ آ گیا تو کچھ تعجب نہیں۔ اب ہم مسئلہ یمین پر مزید غور کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ جامع صغیر للامام محمد (متوفی ۱۸۷ھ) میں یوں ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفه رضی الله عنهم رجل قال لاخران ضربتک فعبدی حرفمات فضربه قال فهو علی الحیاه وکذلک الکسوه والکلام والدخول.

امام محمد نے امام یعقوب (ابو یوسف) سے اور امام یعقوب نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا اگر میں تجھ کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے۔ پس وہ دوسرا مر گیا اور اس شخص نے اس کو مارا۔ فرمایا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ وہ یمین حیات پر مقصود ہے اور ایسا ہی حکم ہے۔ لباس دینے اور کلام اور دخول کا۔ (باب الیمین فی القتل والضرب)

جامع الصغیر کا یہی متن ہدایہ میں لیا گیا ہے۔ اس مسئلے کا مبنی قواعد فقیہ کے مطابق عرف پر ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں :

الاصل ان الایمان مبنه علی العرف عندنا لا علی الحقیقه اللغویه کما نقل عن الشافعی رحمه الله ولا علی الاستعمال القرانی کما عن مالک رحمه الله ولا علی النیه مطلقا کما عن احمد رحمه الله.

اصل یہ ہے کہ قسمیں ہمارے نزدیک عرف پر مبنی ہوتی ہیں نہ کہ حقیقتاً لغویہ پر جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے، اور نہ استعمال قرآنی پر جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے، اور نہ مطلقاً نیت پر جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

(فتح القدیر، جزء رابع، باب الیمین فی الدخول والسکنیٰ، ص ۳۷۷)

لہٰذا یمین بالضرب یا یمین بالکلام کی صورت میں یمین کے حیات پر مقصود ہونے کی یہ دلیل بیان کر دینی کافی تھی کہ چونکہ قسم کا مبنی عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں کلام سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ زندہ کے ساتھ ہو۔

اسی طرح ضرب سے مراد وہ ہوتی ہے جو زندہ پر واقع ہو۔ اس لئے اگر موت کے بعد کلام کرے گا یا مارے گا تو حانث نہ ہوگا۔ مگر بجائے اس کے شرحوں میں وہ عبارتیں نقل ہوتی چلی آئیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اگر مذکورہ بالا طریق تطبیق کو جو فی الجملہ اطمینان بخش ہے۔ تسلیم نہ کیا جائے تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ قول معتزلہ سہوا شرحوں میں درج ہوتا چلا آیا ہے جسے علامہ ابن ہمام نے اکثر مشائخ حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو موت کے بعد تلقین کے مانع ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو قبر میں اعادۂ روح کو نہیں مانتے۔ جیسا کہ کتاب المسائرہ سے پہلے نقل ہوا۔ یہ وہی مشائخ ہیں جنہوں نے حدیث صحیحین کو جو سماع موتی میں نص ہے صرف اس واسطے رد کر دیا کہ ان کے زعم میں آیہ انک لاتسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور کے خلاف ہے۔ (۱) حالانکہ یہی دلیل حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی تھی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو صرف یہ کہہ کر پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی یا ان کفار کے ساتھ خاص تھا حالانکہ کسی روایت میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔

یہ وہی مشائخ ہیں جو گھبراہٹ میں اس حدیث صحیح کے جواب میں بول اٹھتے ہیں کہ زندوں کو نصیحت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا تھا نہ کہ مردوں کو سنانے کے لئے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین۔ (الحدیث) حالانکہ یہ روایت اول سے آخر تک مردوں کا سننا ثابت کر رہی ہے۔ (۲)

یہ وہی مشائخ ہیں جو میت کو جماد محض جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردے میں ایلام متحقق نہیں ہوتا۔

---

(۱) علامہ سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) حاشیہ میں اس آیت اور حدیث زیر بحث میں تطبیق دے کر لکھتے ہیں:

وبالجملہ فالحدیث صحیح وقد جاء بطرق فتخطئتہ غیر متجھہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاصل کلام یہ کہ حدیث صحیح ہے اور کئی طریق سے آئی ہے اس لئے اس کو غلط کہنا بے وجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شرح الصدور میں ہے:

واخرج الحاکم فی تاریخ نیشا پور والبیھقی وابن عساکر فی تاریخ دمشق-بسند فیہ من یجھل عن سعید بن المسیب قال دخلنا مقابر المدینہ مع علی بن ابی یااھل القبور السلام علیکم ورحمہ اللہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون

حاکم نے تاریخ نیشا پور میں اور بیہقی نے اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں ایسی سند سے روایت کی ہے جس میں ایک مجہول راوی حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتا ہے۔ کہ فرمایا حضرت سعید نے کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ پس حضرت مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں پکارا: اے قبر والو تم پر

حالانکہ احادیث و آثار ان کی تردید کررہے ہیں۔(۱) یہ وہی مشائخ ہیں جو حدیث مسلم (مردہ جنازہ والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں) کے سماع منصوص کو بلا دلیل سوال منکر ونکیر کے لئے بطور مقدمہ قرار دیتے ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جن میں سے بعض کو علامہ ابو محمد عبدالقادر نے طبقات الحنفیہ میں امام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان نخبرونا فسمعنا صوتا من داخل القبر وعليك السلام ورحمه الله وبركاته يا امير المومنين خبرنا عما كان بعدنا فقال علي اما ازواجكم فقد تزوجن واما اموالكم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروافي زمره اليتامي والبناء الذي شيدتم فقد سكنها اعداء كم فهذه اخبار ما عندنا فما اخبار ماعندكم فاجابه ميت قد تخرقت الاكفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علي الخدود وسالت الاحداق علي الخدود وسالت المناخر بالقيح والصديد وما قدمناه وجدنا وما خلفناه خسرناه ونحن مرتهنون بالاعمال.

سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ گے یا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں سنائیں۔ پس ہم نے ایک قبر کے اندر سے یہ سنا اے امیر المومنین علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے پیچھے کیا ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور تمہاری اولاد یتیموں کے گروہ میں جا ملی' اور مکان جسے تم نے مضبوط بنایا تھا' اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ تمہاری پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے آپ کو جواب دیا ہمارے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے اور آنکھوں کے ڈیلے بہہ کر رخساروں تک آ گئے اور نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے اور جو ہم نے آگے بھیجا تھا اسے پالیا اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا اسے ضائع کیا اور ہم اعمال میں مقید ہیں۔

(۱) علامہ شیخ عبدالقادر حنفی لکھتے ہیں:

وذكر الرحمتي ايضا انه يشكل علي قولهم ان الا يلام لا يتحقق في الميت ماجاء في الاحاديث انه يوذى الميت ما يوذى الحي ولا يوذى الميت ما يوزى الحي ولا يخفي علي من تامل في الاحاديث ان سماع الموتي لكالم الاحياء محقق ولولا ذلك لما كان لقوله عليه الصلاه والسلام السلام عليكم دار قوم مومنين(الخ) معنى لكن العرف يقتضي المكالمه مع الاحياء لا مع الموتي.

اور رحمتی نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ ان کے قول (مردے میں ایلام ثابت نہیں ہوتا) پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مردوں کو اذیت دیتی ہے۔ وہ جو چیز جو زندے کو اذیت دیتی ہے۔ جو حدیثوں میں غور کرتا ہے اس پر پوشیدہ نہیں رہتا کہ مردوں کا زندوں کے کلام کو سننا ثابت ہے۔ اگر مردوں کو سماع نہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول السلام علیکم دار قوم مومنین (الخ) کے کچھ معنے نہ تھے۔ لیکن عرف کا مقتضا یہ ہے کہ کلام وہ ہے جو زندوں کے ساتھ ہو نہ کہ مردوں کے ساتھ۔ (التحریر المختار رد المختار جزء ثانی ص ۳۴)

ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کی فقہ میں امام اور کسی کو خلیفہ مہدی کے لشکر کا قاضی اور کسی کو اہل عراق کا فقیہ اور کسی کو امام الحنفیہ لکھا ہے۔ سماع موتی کے ثبوت میں جو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ پہلے بیان ہوئیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس فیصلے کو ناظرین کرام کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ یہ مشائخ کون ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش   من از انداز قدت مے شناسم

اب ہم اس بحث کو زیادہ طوالت نہیں دینا چاہتے کیونکہ انصاف پسند طبیعتوں کے لئے کافی لکھا جا چکا ہے۔

۸۔عالم برزخ روح کی سیر اور دیگر کوائف

اس باب میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے۔اس کے متعلق مختلف کتابوں سے اقتباسات ذیل میں مع ترجمہ اوردو ہدیہ ناظرین ہیں:

۱. عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداه والعشی ان کان من اهل الجنه فمن اهل الجنه وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک الله یوم القیامه.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو صبح وشام کے وقت اس کا مقام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔اگر وہ اہل بہشت میں سے ہے تو اہل بہشت کے مقامات میں سے اور اہل دوزخ سے ہے تو اہل دوزخ کے مقامات میں سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھائے۔

(صحیح بخاری باب المیت یعرض علیه بالغداة والعشی)

۲. وقد بینا ان عرض مقعد المیت علیه من الجنه اوالنار لا یدل علی ان الروح فی القبرولا علی فنائه دائما من جمیع الوجوه بل لها اشراف واتصال بالقبر وفنائه وذلک القدر منها یعرض علیه مقعده فان للروح شانا آخر تکون فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین ولها اتصال بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد الله علیه روحه فیرد علیه السلام وهی فی الملا الاعلی وانما یغلط اکثر الناس فی هذا الموضوع حیث یعتقد ان

الروح مما يعهد من الاجسام التي اذا شغلت مكانا لم يكن ان تكون في
غيره وهذا غلط محض بل الروح تكونفوق السموات في اعلى عليين
وترد الى القبر فترد السلام وتعلم بالمسلم وهي في مكانها هناک و روح
رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرفيق الاعلى دائما ويردها الله
سبحانه في القبر فتردالسلام على من سلم عليه وتسمع كلامه وقد راى
رسول الله صلى الله عليه وسلم موسى قائما يصلى في قبره و راه في
السماء السادسه اوالسابعه فاما ان تكون سريعه الحركه والانتقال كلمح
البصرو اما ان يكون المتصل منها بالقبر وفنائه بمنزله شعاع الشمس
وجرمها في السماء وقد ثبت ان روح النائم تصعد حتى تخترق السبع
الطباق وتسجد لله بين يدى العرش ثمترد الى جسده في ايسر زمان
وكذلک روح الميت تصعدبها الملائكه حتى تجاوزالسموات السبع
وتقفها بين يدى الله فتسجد له ويقضى فيها قضاء ه ويريه الملک
ماعدالله لها في الجنه ثم تهبط فتشهد غسله وحمله ودفنه وقد تقدم في
حديث البراء بن عازب ان النفس يصعدبها حتى توقف بين يدى الله فيقول
تعالى اكتبوا كتاب عبدى في عليين ثم اعيدوه الى الارض فيعاد الى القبرو
ذلک في مقدار تجهيزه وتكفينه فقد صرح به في حديث ابن عباس رضي
الله عنهما حيث قال فيهبطون به على قدر فراغهم من غسله واكفانه
فيدخون ذلک الروح بين جسده واكفانه. وقد ذكر ابو عبدالله بن منده
من حديث عيسى بن عبدالرحمن ثنا ان شهاب ثنا عامر بن سعد عن
اسماعيل بن طلحه بن عبيدالله عن ابيه قال اردت مالي بالغابه فادركني
الليل فاويت الى قبر عبدالله بن عمرو بن حرام فسمعت قراء ه من القبر
ماسمعت احسن منها فجئت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت
ذلک له فقال ذلک عبدالله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم فجعلها في
قناديل من زبرجد وياقوت ثم علقها وسط الجنه فاذا كان الليل ردت اليهم
ارواحهم فلا يزال كذلک حتى اذا طلع الفجر ردت ارواحهم الى مكانهم

الذی کانت به. ففی هذا الحدیث بیان سرعه انتقال ارواحهم من العرش الی الثری ثم انتقالها من الثری الی مکانها ولهذا قال مالک وغیره من الائمه ان الروح مرسله تذهب حیث شاء ت وما یراه الناس من ارواح الموتی ومجیئهم الیهم من المکان البعید امریعلمه عامه الناس ولا یشکون فیه والله اعلم واما السلام علی اهل القبور و خطابهم فلا یدل علی ان ارواحهم لیست فی الجنه وانها علی افنیه القبور فهذا سید ولد آدم الذی روحه فی اعلی علیین مع الرفیق الاعلی صلی الله علیه وسلم یسلم علیه عند قبره ویرد سلام المسلم علیه وقد وافق ابوعمر رحمه الله علی ان ارواح الشهداء فی الجنه ویسلم علیهم عند قبورهم کما یسلم علی غیرهم کما علمنا النبی صلی الله علیه وسلم ان نسلم علیهم وکما کان الصحابه یسلمون علی شهداء احد وقد ثبت ان ارواحهم فی الجنه تسرح حیث شاء ت کما تقدم. ولا یضیق بطنک عن کون الروح فی الملاء الاعلی تسرح فی الجنه حیث شاء ت وتسمع سلام المسلم علیها عند قبرها وتدنوحتی ترد علیه السلام وللروح شان آخر غیر شان البدن وهذا جبرائیل صلوات الله وسلامه علیه راه النبی صلی الله علیه وسلم وله ست مائه جناح منها جناهان قد سدبهما مابین المشرق والمغرب وکان من النبی صلی الله علیه وسلم حتی یضع رکبتیه بین رکبتیه ویدیه علی فخذیه وما اظنک یتسع بطانک انه کان حینئذ فی الملاء الاعلی فوق السموات حیث مستقره وقددنا من النبی صلی الله علیه وسلم هذا الدنو فان التصدیق بهذا له قلوب خلقت له واهلت لمعرفته ومن لم یتسع بطانه لهذا فهوا ضیق ان یتسع للایمان بالنزول الا لهی الی سماء الدنیا کل لیله وهو فوق سمواته علی عرشه (الی ان قال) ومما ینبغی ان یعلم ان ما ذکرناه من شان الروح یختلف بحسب حال الارواح من القوه والضعف والکبر والصغر فللروح العظیمه الکبیره من ذلک مالیس لمن هو دونها وانت تری احکام الارواح فی الدنیا کیف تتفاوت اعظم تفاوت بحسب تفارق

الارواح فی کیفیاتها وقواها وابطالها واسراعها ووالمعاونه لها فللروح المطلقه من اسر البدن وعلائقه وعوائقه من التصرف والقوه والنفاذ والهمه وسرعه الصعود الی الله والتعلق بالله مالیس للروح المهینه المحبوسه فی علائق البدن وعوائقه فاذا کان هذا وهی محبوسه فی بدنها فکیف اذا تجردت وفارقته واجتمعت فیها قواها وکانت فی اصل شانها روحا علیه زکیه کبیره ذات همه عالیه فهذه ولها بعد مفارقه البدن شان آخرو فعل آخروقد تواتر الرویا من اصناف بنی آدم علی فعل الارواح بعد موتها مالا تقدر علی مثله حال اتصالها بالبدن من هزیمه الجیوش الکثیره بالواحد والاثنین والعدد القلیل ونحو ذل وکم قدرونی النبی صلی الله علیه وسلم ومعه ابوبکر وعمر فی النوم قد هزمت ارواحهم عساکر الکفر والظلم فاذا بجیوشهم مغلوبه مکسوره مع کثره عددهم وعددهم وضعف المومنین وقلتهم ومن العجب ان ارواح المومنین المتحابین المتعارفین تتلاقی وبینها اعظم مسافه وابعدها فتتسالم وتتعارف فیعرف بعضها بعضا کانه جلیسه وعشیره فاذا راه طابق ذلک ما کان عرفته به روحه قبل رویته قال عبدالله بن عمرو ان ارواح المومنین تتلاقی علی میسره یوم وما رای احدهما صاحبه قط ورفعه بعضهم الی النبی صلی الله علیه وسلم.

ہم بیان کر آئے ہیں کہ میت پر بہشت یا دوزخ سے اس کے مقام کا پیش کیا جانا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ روح ہمیشہ ہر طرح سے قبر میں ہوتی ہے یا قبر کے آس پاس ہوتی ہے' بلکہ روح کو قبر سے اور قبر کے آس پاس سے نزدیکی اور اتصال ہوتا ہے اور روح کے اتنے اتصال پر اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے کیونکہ روح کا حال اور ہی ہے۔ وہ اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں پیش ہوتی ہے۔ اور اس کو بدن سے ایسا اتصال ہوتا ہے کہ جب سلام کرنے والا میت پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح اس پر لوٹا دیتا ہے' اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے حالانکہ روح ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر اکثر لوگ غلطی ہی کھاتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ روح اجسام

معہودہ کی جنس سے ہے کہ جو ایک مکان میں ہوں تو ان کا دوسرے مکان میں ہونا ناممکن ہے اور یہ محض غلط ہے بلکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے اور قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ پس وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو پہچان لیتی ہے حالانکہ وہ وہیں اپنی جگہ میں ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلیٰ (بہشت) میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قبر مبارک کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ (۱) پس وہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے اور اس کا کلام سنتی ہے۔ اور شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس یا تو روح نگاہ چشم کی طرح جلدی حرکت و انتقال کر جاتی ہے یا اس کا قبر یا قبر کے آس پاس سے اتصال بمنزلہ شعاع آفتاب کے ہوتا ہے۔ کہ جس کا جسم آسمان میں

---

(۱) ابوداؤد میں بروایت ابی ہریرہ وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ یعنی جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث میں روح کے لوٹانے سے مراد التفات روحانی ہے جیسا کہ علامہ سبکی نے فرمایا ہے حضور ﷺ کی روح مبارک شہود حق میں مستغرق رہتی ہے جب کوئی شخص آپ پر سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی روح دوائر بشریہ کی طرف تنزل فرماتی ہے۔ اور سلام وکلام کے سننے اور جواب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ مصنف کے اس قول میں کہ حضور اقدس ﷺ کی روح مبارک ہمیشہ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے کلام ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ بطریق استمرار زندہ ہیں مگر قبر شریف میں یا بہشت اعلیٰ میں؟ شیخ علاء الدین قونوی نے جو محققین شافعیہ سے ہیں حضور کے بہشت اعلیٰ میں بطریق استمرار زندہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ مگر شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ قبر شریف میں ہونے کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی قول راجح بلکہ صحیح ہے اور اسی پر محدثین وفقہاء ومحققین کا اجماع ہے۔ ایسا ہونا امت کے امن کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ اور یہ حیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی کسی طرح بہشت بریں کی حیات سے کم نہیں۔ کیونکہ احاد مومنین کی قبر کی نسبت حدیث میں وارد ہے کہ وہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے پس حضور ﷺ کا روضہ شریف افضل ریاض جنت ہے۔ دیگر انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی حیاتی جسمانی ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو جذب القلوب اور رسائل علامہ سیوطی۔ ابن قیم حیات جسمانی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قائل نہیں لہٰذا اس کا یہ قول جو خلاف احادیث واجماع ہے مردود اور پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

ہوتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ سونے والے کی روح اوپر چڑھتی ہے یہاں تک کہ ساتوں آسمان کو چیر جاتی ہے اور عرش کے آگے اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ پھر نہایت تھوڑے وقت میں بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اسی طرح مردے کی روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان سے تجاوز کر جاتے ہیں اور اسے اللہ کے آگے کھڑا کر دیتے ہیں' پس وہ اللہ کو سجدہ کرتی ہے اور اللہ اس کے بارے میں اپنا حکم پورا کرتا ہے اور فرشتہ اس کو دکھاتا ہے جو کچھ اللہ نے بہشت میں اس کے لئے تیار رکھا ہے۔ پھر وہ روح اترتی ہے اور میت کے غسل اور اٹھائے جانے اور دفن ہونے کو دیکھتی ہے۔ اور حدیث براء بن عازب میں پہلے آ چکا ہے کہ فرشتے روح کو اوپر لے جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے آگے پیش کر دی جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کا نامہ علیین میں لکھو' پھر اس کو زمین کی طرف لے جاؤ' پس وہ قبر کی طرف واپس کی جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ تجہیز و تکفین کی مقدار میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں اس کی تصریح آئی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فرشتے روح کو اتار لاتے ہیں۔ جتنی دیر میں لوگ میت کے غسل و تکفین سے فارغ ہوتے ہیں پس وہ روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں۔

حافظ ابو عبداللہ بن مندہ نے بروایت عیسیٰ بن عبدالرحمٰن نقل کیا کہ حدیث کی ہم کو ابن شہاب نے کہ حدیث کی ہم کو عامر بن سعد نے اسماعیل بن طلحہ بن عبیدہ اللہ سے اس نے اپنے باپ (طلحہ) سے کہ کہا میں نے جنگل میں اپنے مال کا ارادہ کیا۔ پس رات نے مجھے آ گھیرا اور میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (یہ شہدائے احد میں سے ہیں) کی قبر پر پناہ لی۔ اور میں نے قبر میں سے ایسی قراءت سنی کہ اس سے اچھی نہ سنی تھی۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا وہ عبداللہ ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کریں پس ان کو زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھا۔ پھر ان قندیلوں کو جنت کے وسط میں لٹکا دیا۔ جب رات ہوتی ہے تو ان کی روحیں ان کی

طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ پس یہی حالت رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب فجر ہوتی ہے۔ تو ان کی روحیں اس مکان کی طرف واپس کی جاتی ہیں کہ جس میں وہ تھیں۔

پس اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ ان کی روحیں عرش سے فرش تک اور پھر فرش سے عرش تک کیسی جلدی چلی جاتی ہیں۔ اسی واسطے امام مالک اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ روح آزاد ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور لوگ جو دیکھتے ہیں کہ مردوں کی روحیں دور دور سے ان کے پاس آتی ہیں' یہ ایسی بات ہے جس کو عام لوگ جانتے ہیں اور اس میں شک نہیں کرتے۔ واللہ اعلم۔

رہا اہل قبور کو سلام و خطاب' سو یہ دلالت نہیں کرتا کہ ان کی روحیں بہشت میں نہیں ہیں یا قبروں کے آس پاس ہیں۔ دیکھئے حضور سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے مگر قبر شریف کے پاس آپ پر سلام عرض کیا جاتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور ابو عمر رحمہ اللہ اس امر میں موافق ہیں کہ شہیدوں کی روحیں بہشت میں ہیں اور ان کی قبروں کے پاس ان پر سلام کہا جاتا ہے جیسا کہ اوروں پر سلام کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم کو نبی ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ ہم ان پر سلام عرض کیا کریں اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احد کے شہیدوں پر سلام کہا کرتے تھے حالانکہ ثابت ہے کہ ان کی روحیں بہشت میں چرتی پھرتی ہیں جہاں چاہتی ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور تیرا دل اس بات پر ایمان لانے سے تنگ نہ ہونا چاہئے کہ روح ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے اور بہشت میں چرتی پھرتی ہیں جہاں چاہتی ہے اور قبر کے پاس سلام کہنے والے کے سلام کو سن لیتی ہے۔ اور نزدیک ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ روح کی شان بدن کی شان سے نرالی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غور کیجئے کہ آپ کو نبی ﷺ نے چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا جس میں دو کے ساتھ آپ نے مشرق و مغرب کے مابین کو بھرا ہوا تھا۔ اور نبی ﷺ سے اتنے نزدیک تھے کہ اپنے دونوں زانو حضور کے دونوں زانو مبارک کے آگے رکھے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ حضور کی دونوں رانوں پر دھرے

ہوئے تھے۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ تیرا دل اتنا فراخ ہو کہ تصدیق کرے کہ وہ اس وقت آسمانوں کے اوپر ملاء اعلیٰ میں تھے جہاں ان کا مقام ہے۔ اور نبی ﷺ سے اتنے نزدیک بھی تھے کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے وہ دل درکار ہیں جو اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اس کی معرفت کے اہل ہیں۔ اور جس کا دل اتنا فراخ نہ ہو کہ اس کی تصدیق کرے وہ اس بات پر کب ایمان لائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات پہلے آسمان کی طرف اترتا ہے حالانکہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش (۱) پر ہے (یہاں تک کہ مصنف نے کہا) اور جاننا چاہئے کہ ہم نے روح کا حال بیان کیا ہے وہ روحوں کی قوت اور کمزوری اور چھٹائی بڑائی کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے اس لئے روح عظیمہ کبیرہ کی جو شان ہے وہ اس سے کم درجہ کی روح کی نہیں ہوتی۔

اور تو دیکھتا ہے کہ دنیا میں کیفیتوں اور قوتوں اور تیزی و آہستگی اور معاونت میں اختلاف کے سبب روحوں کے احکام کس قدر متفاوت ہوتے ہیں جو روح بدن کی قید اور علائق و عوائق سے آزاد ہو اس میں وہ تصرف اور قوت اور مہارت اور ہمت اور اللہ کی طرف تیز روی اور اللہ سے تعلق ہوتا ہے جو بدن کے علائق و عوائق میں گرفتار روح کو نہیں ہوتا۔ پس جب بدن میں مقید ہونے کی صورت میں یہ حال ہے تو کیا حال ہوگا جب وہ بدن سے جدا ہو جائے اور اس میں قوتیں جمع ہو جائیں اور وہ اصل شان میں بزرگ زکیہ کبیرہ اور عالی ہمت روح ہو۔ بدن سے مفارقت کے بعد روح کا تو حال

---

(۱) اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کوئی جسم ہے جو عرش پر بیٹھا ہے۔ کیونکہ وہ جسمانیت اور نقل و حرکت اور احتیاج سے پاک ہے۔ اس کو عرش پر بیٹھنے کی حاجت نہیں۔ عرش نہ تھا اس نے اسے پیدا کیا۔ خلقت پر اپنی عظمت و جبروت ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ بیٹھنے کے لئے۔ آیہ ثم استوی علی العرش میں استواء علی العرش کنایہ ہے نفس ملک و سلطنت سے بطریق ذکر لازم و ارادۂ ملزوم۔ پس معنے یہ ہیں کہ اللہ نے جب دنیا کو پیدا کیا تو اس میں حسب مقتضائے حکمت تصرف کیا جس طرح چاہا۔ مثلاً آسمانوں کو متحرک کر دیا۔ اور ستاروں کو چلا دیا وعلی ہذا القیاس۔ اور عرش کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ اعظم المخلوقات ہے۔ جب اس میں نفاذ ولایت الٰہی ہے تو دیگر مخلوقات میں بطریق اولیٰ ہے۔ بعض نے اس آیت کی یوں تاویل کی ہے ثم استوی فعل التخلیق علی العرش یعنی پھر اللہ نے عرش کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔

ہی اور ہوتا ہے۔ اور اس کے افعال ہی اور ہوتے ہیں' اور اصناف بنی آدم کے رویا اس امر پر متواتر ہیں کہ موت کے بعد روحیں وہ کام کرتی ہیں جو بدن میں ہونے کی حالت میں نہ کرسکتی تھیں۔ یعنی ایک دو یا عدد قلیل سے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دینا اور اسی طرح کے اور کام۔ اور بہت دفعہ خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں' اور آپ کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے لشکروں کو شکست دی۔ پس واقعہ میں بھی کفار کے لشکروں کو شکست ہوئی حالانکہ ان کی تعداد اور سامان زیادہ تھا اور مومنین کمزور اور تھوڑے تھے۔ اور عجائب میں سے یہ ہے کہ باہم محبت رکھنے والے اور ایک دوسرے کو پہچاننے والے مومنوں کی روحیں نہایت ہی دور فاصلے سے ملاقات کرتی ہیں۔ پس صلح کرتی ہیں اور دوسرے کو یوں پہچانتی ہیں کہ گویا وہ اس کا ہم نشین اور دوست ہے۔ پھر جب عالم شہادت میں رویت ہوتی ہے تو وہ اسی کے مطابق ہوتا ہے کہ جس سے اس کی روح نے اس رویت سے پہلے اسے پہچانا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت سے ملاقات کرتی ہیں حالانکہ ایک نے دوسرے کو کبھی نہیں دیکھا اور بعض نے اس کی سند نبی ﷺ تک پہنچائی۔ (کتاب الروح' ص ۱۶۳-۱۶۶)

۳. ومعلوم بالضروره ان جسده صلى الله عليه وسلم فى الارض طرى مطروقد ساله الصحابه كيف تعرض صلاتنا عليک وقد ارمت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ولولا لم يكن جسده فى ضريحه لما اجاب بهذا الجواب وقد صح عنه ان الله وكل بقبره ملائكه يبلغونه عن امته السلام وصح عنه انه خرج بين ابى بكر و عمرو قال هكذا نبعث. هذا مع القطع بان روحه الكريمه فى الرفيق الاعلى فى اعلى عليين مع ارواح الانبياء وقد صح عنه انه راى موسى قائما يصلى فى قبره ليله الاسراء وراه فى السماء السادسه اوالسابعه فالروح كانت هناک ولها اتصال بالبدن فى القبر و اشراف عليه وتعلق به بحيث يصلى فى قبره ويرد سلام من سلم عليه وهى فى الرفيق الاعلى ولا تنافى بين الامرين فان شان

الارواح غیر شان الابدان وانت تجد الروحین المتماثلتین المتناسبتین فی غایه التجاور والقرب وان کان بینھما بعد المشرقین وتجد الروحین المتنافرتین المتباغضتین بینھما غایه البعد وان کان جسداھما متجاورین متلاصقین ولیس نزول الروح وصعودھا وقربھا وبعدھا من جنس ماللبدن فانھا تصعد الی مافوق السموات ثم تھبط الی الارض مابین قبضھا ووضع المیت فی قبرہ وھو زمن یسیر لا یصعد البدن وینزل فی مثله وکذلک صعودھا وعودھا الی البدن فی النوم والیقظه۔

یہ بالبداہت معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد (۱) مبارک زمین میں تازہ و خوشبودار ہے۔ صحابہ کرام نے آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیونکر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہوں گے۔ حضور ﷺ بابی ھو وامی نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اگر آپ کا جسد مبارک قبر شریف میں نہ ہوتا تو آپ ایسا جواب نہ دیتے اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی قبر شریف پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو امت کا سلام آپ کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث صحیح ہے کہ آپ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نکلے اور فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کو اٹھائے جائیں گے۔ یہ باوجود قطعی ہونے اس امر کے ہے کہ آپ کی روح مبارک نبیوں کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے' اور حدیث صحیح میں ہے کہ شب معراج میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس آپ کی روح وہاں تھی اور قبر میں بدن مبارک سے ایسا اتصال اور نزدیکی اور تعلق تھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دے رہے تھے حالانکہ روح رفیق اعلیٰ میں تھی' اور ان دو باتوں میں

(۱) حضور اقدس ﷺ قبر شریف میں جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ حقیقتاً زندہ ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور زمین وآسمان میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

کوئی منافات نہیں کیونکہ روحوں کی حالت بدنوں کی حالت سے نرالی ہے' اور تو دو متماثل متناسب روحوں کو نہایت نزدیک وقریب پائے گا اگرچہ ان کے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہو اور دو متنافر متباغض روحوں کے درمیان نہایت دوری پائے گا اگرچہ ان کے بدن باہم قریب وپیوستہ ہوں' اور روح کا اترنا اور چڑھنا اور نزدیک ودور ہونا اس جنس کا نہیں جو بدن کے لئے ہے کیونکہ روح تو قبض ہونے اور میت کے قبر میں دفن ہونے کے درمیانی وقت میں آسمانوں پر چلی جاتی ہے اور پھر زمین پر اتر آتی ہے اور یہ قلیل زمانہ ہوتا ہے کہ اس میں بدن اس طرح صعود ونزول نہیں کرسکتا' اور خواب وبیداری میں روح کے چڑھنے اور بدن کی طرف واپس آنے کا بھی ایسا ہی حال ہے۔
(کتاب الروح' ص ۶۹ ۔ ۷۰)

۴۔ واما قول من قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاء ت فھذا روی عن سلمان الفارسی والبرزخ ھو الحاجز بین شیئین وکان سلمان ارادبھا فی ارض بین الدنیا والاخرہ مرسلہ ھناک تذھب حیث شاء ت وھذا قول قوی فانھا قد فارقت الدنیا ولم تلج الاخرہ بل ھی فی برزخ بینھما فارواح المومنین فی برزخ واسع فیہ الروح والریحان والنعیم وارواح الکفار فی برزخ ضیق فیہ الغم والعذاب قال تعالیٰ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعوث.

لیکن قول اس کا جس نے کہا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں سو یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور دو چیزوں کے درمیان حاجز کو برزخ کہتے ہیں اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں زمین میں دنیا اور آخرت کے درمیان آزاد چھوڑی ہوئی ہیں جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور یہ قول قوی ہے کیونکہ یہ روحیں دنیا سے جدا ہوگئیں اور آخرت میں داخل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان برزخ میں ہیں۔ پس مومنوں کی روحیں ایک کشادہ برزخ میں ہیں جس میں رحمت ورزق اور نعمت ہے۔ اور کافروں کی روحیں

ایک تنگ برزخ میں ہیں۔ جس میں غم و عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ان کے پیچھے برزخ ہے، جس دن تک اٹھائے جائیں۔" (کتاب الروح ص ۱۷۴)

۵. وان لها شانا غير شان البدن وانها مع كونها في الجنه فهي في السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه وى اسرح شى حركه وانتقالا وصعودا وهبوطا وانها تنقسم الى مرسله ومحبوسه وعلويه و سفليه ولها بعد المفارقه صحه ومرض ولذه ونعيم والم اعظم مما كان لها حال اتصالها بالبدن بكثير فهنالک الحبس والا لم والعذاب والمرض والحسره وهنالک اللذه والراحه والنعيم والاطلاق وما اشبه حالها في هذا البدن بحال البدن في بطن امه وحالها بعد المفارقه بحال بعد خروجه من البطن الى هذه الدار فلهذه الانفس اربع دوكل دار اعظم من التى قبلها. الدار الاول في بطن الام وذلک الحصر والضيق والغم والظلمات الثلاث' الدار الثانيه هي الدار التى نشات فيها والفتها واكتسبت فيها الخير والشر واسباب السعاده والشقاوه' والدار الثالثه دار البرزخ وهى اوسع هذه الدار الى الاولى' الدار الرابعه دار القرار وهى الجنه والنار فلا دار بعدها والله ينقلها في هذه الدور طبقا حتى يبلغها الدار التى لا يصلح لها غيرها ولا يليق بها سواها وهى التى خالقت لها وهيئت للعمل الموصل لها اليها ولها في كل دار هذه الدور حكم و شان غير شان الدار الاخرى.

روح کا حال بدن کے حال سے نرالا ہے۔ وہ باوجود بہشت میں ہونے کے آسمان میں ہوتی ہے اور قبر میں بدن سے اور قبر کے آس پاس سے متصل ہوتی ہے اور وہ حرکت کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور چڑھنے اور اترنے کے لحاظ سے سب سے تیز رو شے ہے اور اس کی قسمیں یہ ہیں' مرسلہ' محبوسہ' علویہ سفلیہ اور بدن سے مفارقت کے بعد روح کو جو صحت و مرض اور لذت و نعمت اور الم ہوتا ہے۔ وہ بدن میں ہونے کی حالت میں بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔ پس وہاں حبس اور الم اور عذاب اور مرض اور حسرت ہوتی ہے اور وہاں لذت اور راحت اور نعمت اور آزادی ہوتی ہے۔

اور روح کا حال اس بدن میں ماں کے پیٹ میں بدن کے حال سے عجیب مشابہت رکھتا ہے۔ اور مفارقت کے بعد اس کا حال بدن کے حال سے جبکہ وہ ماں کے پیٹ سے اس دار میں آ جائے عجیب مشابہ ہے۔ پس روحوں کے لئے چار دار (گھر) جن میں سے ہر ایک اپنے ماقبل سے بڑا ہے۔ پہلا دار ماں کے پیٹ میں ہے اور وہ حصر اور تنگی اور غم اور تین تاریکیاں ہیں' اور دوسرا دار وہ ہے جس سے روحیں نشوونما پاتی ہیں اور جس میں وہ الفت رکھتی ہیں اور جس میں نیکی بدی اور اسباب سعادت وشقاوت حاصل کرتی ہیں۔ اور تیسرا دار۔ دار وہ برزخ ہے جو دوسرے دار سے وسیع ہے۔ بلکہ اس کو دوسرے دار سے وہی نسبت ہے جو دوسرے دار کو پہلے سے۔ اور چوتھا دار۔ دار القرار ہے اور وہ بہشت ہے یا دوزخ۔ اس دار کے بعد کوئی اور دار نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ روح کو ان داروں میں ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف بدلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اس دار میں پہنچا دیتا ہے کہ جس کے سوا کوئی اور اس کی غایت نہیں اور نہ اس کے لائق ہے۔ اسی کے لئے یہ پیدا کی گئی ہے اور اسی کی طرف پہنچانے والے عمل کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر دار میں جو حکم ہے وہ شان ہے وہ دوسرے دار کے حال سے مختلف ہے۔ (کتاب الروح' ص ۱۸۷)

۶۔ ومقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آں متصل سدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آں متصل بپایہ راست عرش مجید وارواح نیکاں بعد از قبض ورآنجائے رسند و مقربان یعنی انبیاء اولیاء دراں مستقر می مانند وعوام صلحا را بعد از نوبیانیدن نام ورسانیدن نامہائے اعمال برحسب مراتب درآسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زمزم قرار مے دہند وتعلقے بہ قبر نیز ایں ارواح رامے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستان بر قبر مطلع ومتانس میگردند زیرا کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمے شود ومثال آں در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہ ہائے ہفت آسمان را درون چاہ مے تواند دید۔

مقام علیین سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ اور اس کا حصہ زیریں سدرۃ المنتہیٰ کے

متصل ہے۔ اور حصہ بالائی عرش مجید کے دائیں پایہ کے متصل ہے۔ نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء اولیاء اس مقام میں رہتے ہیں اور عام نیکوں کو نام لکھانے اور اعمال نامے پہنچانے کے بعد مرتبوں کے موافق آسمان دنیا میں یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں اور ان روحوں کو قبر سے بھی تعلق ہوتا ہے کہ جس سے وہ قبر پر زیارت کرنے والوں اور رشتہ داروں اور دیگر دوستوں کے آنے سے آگاہ اور انس پذیر ہوتی ہیں۔ کیونکہ مکانی قرب و بعد روح کو اس دریافت سے نہیں روکتا اور اس کی مثال وجود انسانی میں نگاہ کہ سات آسمانوں کے ستاروں کو کنوئیں کے اندر دیکھ سکتی ہیں۔ (تفسیر عزیزی پارہ عم سورہ مطففین)

۷۔ ذکر العارف باللّٰہ تعالیٰ الشیخ عبدالوھاب الشعرانی فی کتاب "الجواھر والدرر" ان بعض مشایخہ ذکر لہ ان اللّٰہ تعالیٰ یوکل بقبر الولی یقضی حوائج الناس کما وقع للاماما الشافعی والسیدہ نفیسہ وبسید احمد البدوی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم یعنی فی انقاذ الاسیر من بدمن اسرہ من بلاد الفرنج وتارہ یخرج الولی من قبرہ بنفسہ ویقضی حوائج الناس لان للاولیاء الانطلاق فی البرزخ والسرح ۔لارواحھم تحقیقی قیلہ وتارہ یخرج الولی عن قبرہ الخ ان الذی علیہ المحققون من الصوفیہ ان الامر فی عالم البرزخ والاخرہ علی خلاف عالم الدنیا فینحصر الانسان فی صورہ واحدہ یعنی فی عالم الدنیا المسمی بعالم الشھادہ الاالاولیاء کما نقل عن قضیب البان انہ روی فی صور کثیرہ وسر ذلک ان روحانیتھم غلبت جسمانیتھم فجاز ان یری فی صور کثیرہ وحمل علیہ قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابی بکر لما قال وھل یدخل احد من تلک الابواب کلھا قال نعم وارجوان تکون منھم وقالوا ان الروح اذا کانت کلیہ کروح نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم ربما تظھر فی صورہ سبعین الف صورہ ذکر ذلک المحقق ابن ابی جمرہ فاذا جاز لارواح الاولیاء عدم الانحصار فی صورہ واحدہ فی عالم الدنیا فتری فی صور مختلفہ لغلبہ روحانیتھم جسمانیتھم فاحری

ان لا تنحصر ارواحهم فی صوره واحده فی عالم البرزخ الذی الروح فیه اغلب علی الجسمانیه وقالو ایضا الولی اذا تحقق فی الولایه مکن من التصور فی صور عدیده وتظهر روحانیته فی وقت واحد فی جهات متعدده فالصوره التی ظهرت لمن راها حق الصوره التی راه آخر فی مکان فی ذلک الوقت حق ولا یلزم من ذلک وجود شخص فی مکانین فی وقت واحد لان فیماهنا تعدد الصور الروحانیه لا الجسمانیه فاذا جاز للروح ان تری فی صور عدیده فی دار الدنیا لمن تحقق فی الولایه فاحری ان تری صور عدیده فی عالم البرزخ الذی الغبه فیه للارواح علی الاجسام یقوی ذلک مائبت فی السنه وصح ان النبی صلی اللہ علیه وسلم رای موسی قائما یصلی فی قبره لیله الاسراء وراه فی السماء السادسه تلک الیله وقد اثبت الساده الصوفیه عالما متوسطا بین الاجساد والارواح سموه عالم المثال وقالوا هو الطف من عالم الاجساد واکثف من عالم الارواح وبنوا علی ذلک تجسد الارواح وظهورها فی صور مختلفه من عالم المثال وقد یستانس لذلک من قوله تعالیٰ متمثل لها بشرا سویا فتکون الروح کروح جبرائیل علیه السلام مثلا فی وقت واحد مدبره لشبحه ولهذا الشبح المثالی فاذا جاز تجسد الارواح وظهورها فی صور مختلفه من العالم المثالی فی عالم الدنیا ففی البرزخ اولی وعلی هذا فالذی یخرج من القبر الشبح المثالی هذا تحقیق المقام ولیس وراء عبادان مقام.

(کتاب نفحات القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالیٰ والکرامات بعد الانتقال لشیخ الاسلام السید شهاب الدین احمد الحسینی الحموی الحنفی رحمه اللہ تعالیٰ.)

عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب ''جواہر ودرر'' میں ذکر کیا ہے کہ:

''کسی شیخ نے ان سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ ولی کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے جیسا کہ امام شافعی اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمدی

بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے فرنگیوں کے شہروں میں سے پکڑے ہوئے ایک قیدی کے چھڑانے میں واقع ہوا۔ اور بعض وقت ولی بذات خود اپنی قبر سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ کیونکہ برزخ میں ولیوں کے لئے چلنا پھرنا اور ان کی روحوں کے لئے آزادی ہے۔

مصنف کے قول (اور بعض وقت ولی بذات خود اپنی قبر سے نکلتا ہے۔ الخ) کی تحقیق یہ ہے کہ محققین صوفیہ اس امر پر ہیں کہ عالم برزخ و آخرت کی حالت عالم دنیا کے خلاف ہے۔ پس انسان عالم دنیا میں کہ جس کو عالم شہادت کہتے ہیں ایک صورت میں منحصر ہوتا ہے' سوائے اولیاء اللہ کے جیسا کہ قضیب البان کی نسبت منقول ہے کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھے گئے۔ اور اس میں بھید یہ ہے کہ ان کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آ گئی۔ پس جائز ہے کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھا جائے' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوال (کیا کوئی شخص بہشت کے تمام دروازوں سے داخل ہو گا؟ (۱) کے جواب میں حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمانا: ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تو ان میں سے ہوگا'' اسی پر محمول کیا گیا ہے' اور محققین صوفیہ کا قول ہے کہ روح جب کلیہ ہو جیسا کہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی روح ہے تو وہ بعض دفعہ ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسے محقق ابن جمرہ نے ذکر کیا ہے۔ پس جب جائز ہوا کہ عالم دنیا میں اولیاء اللہ کی ارواح ایک صورت میں منحصر نہ رہیں بلکہ ان کی جسمانیت پر روحانیت کے غلبہ کے سبب مختلف صورتوں میں نظر آئیں تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں عالم دنیا کی نسبت روحانیت کو جسمانیت پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے ان کی روحیں ایک صورت میں منحصر نہ رہیں۔ اور انہیں صوفیہ کرام کا قول ہے کہ ولی جب ولایت میں ثابت ہو جاتا ہے تو اسے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی قدرت دی جاتی ہے۔ اور اس کی روحانیت ایک وقت میں متعدد اطراف میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس

---

(۱) حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا. پس آیا کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب الزکوۃ باب فضل الصدقہ)

وہ صورت جو ایک دیکھنے والے کو نظر آئی حق ہے اور وہ صورت جو دوسرے دیکھنے والے کو اسی وقت دوسرے مکان میں نظر آئی وہ بھی حق ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص ایک وقت میں دو مکانوں میں پایا جائے کیونکہ یہاں روحانی صورتوں کا تعدد ہے نہ کہ جسمانی صورتوں کا۔ پس جب ثابت فی الولایہ کی روح کے لئے جائز ہوا کہ وہ عالم شہادت میں کئی صورتوں میں نظر آئے تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں ارواح کو اجسام پر غلبہ ہوتا ہے۔ کئی صورتوں میں دیکھی جائے۔ اور اس کی تائید کرتا ہے وہ امر جو حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ شب معراج حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کو اسی رات چھٹے آسمان پر بھی دیکھا۔ اور مشائخ صوفیہ نے اجساد وارواح کے بین بین ایک عالم ثابت کیا ہے۔ جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم عالم اجساد سے لطیف تر اور عالم ارواح سے کثیف تر ہے۔ اور اسی پر انہوں نے عالم مثال سے ارواح کا تجسد اور انکا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا بنا کیا ہے اور کبھی اس کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ کے قول فتمثل لھا بشرا سویا (پس وہ فرشتہ حضرت مریم کے آگے پورے انسان کی شکل بن گیا) میں دیکھا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں روح مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کی روح ایک وقت میں اپنے جسم کی مدبر ہوگی اور جسم مثالی کی بھی۔ پس جب عالم مثال سے روحوں کا تجسد اور ان کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا عالم دنیا میں جائز ہوا تو عالم برزخ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اس تقریر کے موافق جو قبر سے نکلتا ہے وہ جسم مثالی ہے۔ یہ اس مقام کی تحقیق ہے اور عبادان (۱) کے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ نحات (۲) **القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالیٰ والکرامات بعد الانتقال لشیخ الاسلام شہاب الدین احمد الحسینی الحموی والحنفی۔**

---

(۱) یہ مقام بصرہ کے نیچے سمندر کے متصل واقع ہے جس سے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ پس ضرب المثل سے یہاں یہ مراد ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہی تحقیق ہے۔

(۲) یہ رسالہ شفاء السقام للعلامہ السبکی مطبوعہ مصر کے اخیر میں منضم ہے۔

۹۔ اہل قبور سے استمداد

استمداد با ہل قبور سے مراد یہ ہے کہ کوئی صاحب حاجت کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر خدا سے یوں دعا مانگے:

''یا خدا اپنے اس بندے کی برکت سے جس پر تیری رحمت اور فضل ہے اور اس لطف و کرم سے جو اس پر ہے تو میری فلاں حاجت پوری کر دے'' یا صاحب قبر کو یوں پکارے ''اے خدا کے پیارے بندے میری شفاعت کر اور خدا سے سوال کر کہ وہ میری فلاں حاجت پوری کر دے۔'' ہر دو صورت میں معطی و قاضی الحاجات و متصرف حقیقی اللہ عزوجل ہے اور صاحب قبر درمیان میں ایک وسیلہ ہے۔ اگر اس قسم کی امداد و استمداد کو شرک کہا جائے تو چاہیے کہ حالت حیات میں بھی صالحین سے توسل اور طلب دعا و مدد ممنوع ہو حالانکہ وہ منع نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے :**وتعاونوا علی البر والتقوی** (اور آپس میں مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری پر) اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے حکایۃً مذکور ہے :**من انصاری الی اللّٰہ** (کون میرے مددگار ہیں اللہ کی راہ میں) اسی طرح قصہ ذوالقرنین میں ہے:**فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما.** (کہف: ع ۱۱) یعنی (سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے ان کے بیچ ایک دھابا۔)

یشخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی میگوید کہ ہر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جست۔ واین سخن موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت

است۔ ومتصرف درحیات وبعد از تمات روح است نہ بدن۔ ومتصرف حقیقی حق تعالیٰ است۔
وولایت عبارت از فنافی اللہ وبقابدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔ ونزوار باب کشف وتحقیق مقابلہ روح زائر باروح مزور موجب انعکاس اشعتہ لمعات انوار واسرار شود در رنگ مقابلہ مرات بمرات۔ و اولیاء ابدان مکتبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند وامداد وارشاد طالبان کنند و مکران رادلیل وبرہان برآنکا آں نیست۔ (تکمیل الایمان' ص ۴۳)

اگر منکرین اپنے انکار کی وجہ یہ بتائیں کہ متوفی سنتے نہیں تو اس کی تردید کماحقہ ہو چکی ہے اور اگر یوں کہیں کہ موت کے بعد تصرف منقطع ہو جاتا ہے تو اس کا جواب بھی عبارت شیخ میں مذکور ہے بلکہ اس کتاب میں اس سے پہلے بھی آ چکا ہے کہ ارواح کا تصرف موت کے بعد حیات کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ' حجتہ اللہ البالغہ' (جزء اول' باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ' ص ۳۴) میں طبقات اہل برزخ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وربما اشتغل هولاء باعلاء كلمه الله ونصر حزب الله وربما كان لهم لمه خير بابن آدم.	کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور خدا کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم پر افاضہ خیر کے لئے نازل ہوتی ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیہ ثم اماته فاقبره کی تفسیر میں مردے کو جلانے کے عیوب ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

ونیز در سوختن بہ آتش تفریق اجزائے بدن میت است کہ بسبب آں علاقہ روح از بدن انقطاع کلی مے پریزد آثار ایں عالم باں روح کمتر میرسد و کیفیات آں روح بایں عالم کمتر سرایت میکند و در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجامے باشند۔ علاقہ روح یابدن از راہ نظر وعنایت بحال مے ماند وتوجہ روح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است۔ و آثار ایں عالم از صدقات وفاتحہ ہا وتلاوت قرآن مجید چوں در آں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع مے شود۔ پس سوختن گویا روح رابے مکان کردن است۔ ودفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن۔ بنابر ایں است کہ از اولیاء مدفونین ودیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہارا افادہ واعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ ایں چیز ہا اصلا نسبت بانہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست۔

شاہ صاحب دوسری جگہ (سورۂ انشقاق) یوں تحریر فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد۔ واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند۔ وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا طلبند و مے یابند وزبان حال آنہا در آنوقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ ع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ رہے۔ مکتوبات شریف (جلد دوم مکتوب ۵۷) میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہرگاہ جنیاں را بہ تقدیر سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند۔ ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر۔ ازیں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضری گروند وافعال متباینہ بوقوع مے آرند۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (باب زیارۃ القبور) میں ہے:

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی است یا امداد میت۔ من بگفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر است۔ پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است ودر حضرت اوست۔ ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر از اں است کہ حصر واحصاء کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند ایں را۔

علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار میں شیخ عقیل منجی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں:

وهو احد الاربعه الذى قال فيهم الشيخ على القرشى رضى الله عنه رايت اربعه من المشائخ يتصرفون فى قبورهم كتصرف الاحياء الشيخ عبدالقادر والشيخ معروف الكرخى والشيخ عقيل المنبجى والشيخ حياه بن قياس الحرانى رضى الله عنهم.

یہ ان چار بزرگوں میں سے ہے جن کے بارے میں شیخ علی قرشی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں شیخ عبدالقادر، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بعض لوگ مزارات اولیاء اللہ کی طرف سفر کرنے کو منع کرتے ہیں اور منع پر بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

لاتشدد الرحال الا الى ثلاثه مساجد مسجد الحرام ومسجدى هذا والمسجد الاقصى.

نہ باندھے جائیں کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف یعنی مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ

یہ حدیث بے شک صحیح ہے مگر اس کے معنے وہ نہیں جو مانعین خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن حجر مکی، ابن تیمیہ کے قول کی تردید میں لکھتے ہیں:

قلت ليس معنى الحديث مافهم لما ياتى موضحا وانما معناه لا تشد الرحال الى مسجد لاجل تعظيمه والتقرب بالصلاه فيه الا الى المساجد الثلاثه لتعظيمها بالصلاه فيها وهذا التقدير لا بدمنه عند كل احد ليكون الاستثناء متصلا وكان شد الرحل الى عرفه لقضاء النسك واجب اجماعا وكذا الجهاد والهجره من دار الكفر بشرطها وهو لطلب العلم سنه او واجب وقد اجمعوا على جواز شدها للتجاره وحوائج الدنيا فحوائج الاخره لا سيما ماهوا كدها وهو الزياره للقبر الشريف اولى ومما يدل ايضا لتاويل الحديث بما ذكر التصريح به فى حديث سنده حسن وهو قوله صلى الله عليه وسلم لا ينبغى للمطى ان تشدد حالها الى مسجد يبتغى فيه الصلاه غير المسجد الحرام و سجدى هذا والمسجد الاقصى.

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنے وہ نہیں جو ابن تیمیہ سمجھا ہے بنا بر اس دلیل کے جو

بوضاحت آگے آتی ہے۔اس کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی مسجد کی طرف اس کی تعظیم اور اس میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے تین مسجدوں کے کہ جن کی طرف ان میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے باندھنے چاہئیں۔ ہر ایک کے نزدیک یہ تقدیر ضروری ہے تاکہ استثناء متصل ہو اور اس لئے کہ عرفات کی طرف فریضہ حج ادا کرنے کے لئے سفر کرنا بالاتفاق واجب ہے اور یہ اسی طرح جہاد کرنا اور دار الکفر سے ہجرت کرنا (جبکہ ہجرت کی شرط پائی جائے اور وہ طلب علم کے لئے ہوتا ہے) سنت یا واجب ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ تجارت اور دنیوی حوائج کے لئے سفر کرنا جائز ہے لہٰذا اخروی حوائج کے لئے اور بالخصوص اس کے لئے جو ان میں سب سے آکد و اہم ہے اور وہ حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کی زیارت ہے سفر کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوا۔ہم نے اس حدیث کی جو تاویل کی وہ درست ہے کیونکہ اس کی تصریح دوسری روایت میں موجود ہے جس کی سند حسن ہے۔اور وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے کہ لاینبغی (۱) للمطی ان تشد رحالھا الی مسجد یبتغی فیہ الصلاہ (الحدیث) نہ چاہیے کہ اونٹی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں جس میں نماز مقصود ہو سوائے مسجد حرام اور میری اس مسجد اور مسجد اقصیٰ کے۔

(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم' ص ۱۶)

علامہ شہاب خفاجی حنفی شفائے قاضی عیاض کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

(۱) وقد روی ابن شبہ بسند حسن ان ابا سعید یعنی الخدری رضی اللہ عنہ ذکر عندہ الصلوۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالھا الی مسجد ینبغی فیہ الصلاۃ غیر المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصی

ابن شبہ نے بہ سند حسن روایت کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس کوہ طور میں نماز کا ذکر آیا تو آپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ چاہئے کہ اونٹنی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں۔(الخ) (وفاء الوفاء۔للسمہودی جز ثانی ص ۴۱۴)

والصحیح انه ماول ای لا تشد الرحال لنذر العباده الا فیهاولذا قالوا لو نذر الصلاه فی غیرها لم تلزمه فلا یکره له شد الرحل لبعض الا ماکن المتبرک بها او لزیاره من فیها من الصالحین اولطلب العلم بل قد یکون هذا واجبا علیه.

اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مؤول ہے۔ یعنی نذر عبادت کے لئے ان تین مسجدوں کے سوااور کسی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔ اسی واسطے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سوا کسی اور مسجد میں نماز کی نذر مانے تو اسے لازم نہیں۔ پس بعض متبرک مکانوں کے لئے یا وہاں کے صالحین کی زیارت کے لئے یا طلب علم کے لئے سفر کرنا مکروہ نہیں بلکہ بعض وقت یہ واجب ہے۔
(نسیم الریاض' جزء ثالث' ص ۵۸۰)

علامہ شامی (ردالمختار' جزء اول' ص ۶۶۴) لکھتے ہیں:

ورده الغزالی بوضوع الفرق فان ماعدا تلک المساجد الثلاثه مسویه فی الفضل فلا فائده فی الرحله الیها واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالیٰ و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم قال ابن حجر فی فتاواه ولا تترک لما یحصل عندها من منکرات و مفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر ذلک لان القربات لا تترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلها وانکار البدع بل وازالتها امکن.

اور مانعین کے منع کو امام غزالی نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ فرق ظاہر ہے کیونکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور مسجدیں فضیلت میں یکساں ہیں۔ پس ان کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں رہے اولیاء کرام' سو وہ قرب الٰہی اور زائرین کو فائدہ پہنچانے میں بہ حسب معارف و اسرار متفاوت ہیں۔ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ مزارات اولیاء کو اس لئے نہ چھوڑنا چاہئے کہ ان پر منکرات و مفاسد وقوع میں آتے ہیں مثلاً مردوں کا عورتوں سے اختلاط وغیرہ' کیونکہ ایسی وجہ سے قربات کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ انسان پر لازم ہے کہ ایسی قربات بجالائے اور بدعتوں کو برا جانے بلکہ اگر ہو سکے تو بدعتوں کو دور کرے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ مزارات انبیاء واولیاء وصالحین کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں:

اما التقرب لمشاهد الانبیاء والائمه علیهم الصلاه والسلام فان المقصود منه الزیاره والاستمداد من سوال المغفره وقضاء الحوائج من ارواح الانبیاء والائمه علیهم السلام والعباره من هذا الامداد الشفاعه وهذا یحصل من جهتین الاستمداد من هذا الجانب والامداد من الجانب الاخر

ولزياره المشاهد اثر عظيم فى هذين الركنين اما الاستمداد فهو بانصراف همه صاحب الحاجه باستيلاء ذكر الشفيع والمزور على الخاطر حتى تصير كليه همته مستغفره فى ذلك ويقبل بكليته على ذكره وخطوره بباله وهذه الاله سبب منبه لروح ذلك الشفيع اوالمزور حتى تمده تلك الروح الطيبه بما يستمد منها ومن اقبل فى الدنيا بهمته وكليته على انسان فى دار الدنيا فان ذلك الانسان يحس باقبال ذلك المقابل عليه ويخبره بذلك فمن لم يكن فى هذا العالم فهو اولى بالتنبيه وهو مهيا لذلك التنبيه فان اطلاع من هو خارج من احوال العالم الى بعض احوال العالم ممكن كما يطلع فى المنام على احوال من هو فى الاخره اهو مثاب اومعاقب فان النوم صنو الموت واخوه فبسبب النوم صرنا مستعدين لمعرفه احوال لم نكن مستعدين فى حاله العلم الى بعض احوال العلام فهو اولى بالتنبيه وهو مهيا لذلك التبيه فان اطلاع من هوخارج من احوال العالم الى بعض احوال العالم ممكن كما يطلع فى المنام على احوال من هو فى الاخره اهو مثاب اومعاقب فان النوم صنو الموت واخوه فبسبب النوم صرنا مستعدين لمعرفه احوال لم نكن مستعدين فى حاله اليقظه لها فكذلك من وصل الى الدار الاخره ومات موتا حقيقيا كان بالاطلاع على هذا العالم اولى واحرى فاما كليه احوال هذا العالم فى جميع الاوقات لم تكن مندرجه فى سلك معرفتهم كما لم تكن احوال الماضين حاضره فى معرفتنا فى منامنا عند الرئيا ولا حاد المعارف معينات ومخصصات منها همه صاحب الحاجه وهى استيلاء صاحب تلك الروح العزيزه على صاحب الحاجه وكما تؤثر مشاهده صوره الحى فى حضور ذكره وخطور نفسه بالبال فكذلك تؤثر مشاهده ذلك الميت ومشاهده تربته التى هى حاجب قالبه فان اثر ذلك الميت فى النفس عند غيبه قالبه ومشهده ليس كاثره فى حال حضوره ومشاهده قالبه ومشهده ومن ظن انه قادر على ان يحضرفى نفس ذلك الميت عند غيبه مشهده كما يحضر عند مشاهده فذلك ظن خطا فان للمشاهده اثرا فينا ليس للغيبه مثله ومن استعان فى الغيبه الميت لم تكن هذه الاستعانه ايضا جزافا ولا تخلو من اثرما.

انبیاء وائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات پر حاضر ہونے سے مقصود ان کی زیارت اور ان کی ارواح سے استمداد یعنی مغفرت وقضائے حاجات کا سوال ہے اور اس امداد سے مراد شفاعت ہے' اور یہ مطلب دو جہت سے حاصل ہوتا ہے یعنی اس طرف سے مدد مانگنا اور دوسری طرف سے مدد دینا۔ اور ان دونوں رکنوں میں زیارت مزارات کا بڑا اثر ہے۔ استمداد کا طریق یہ ہے کہ صاحب حاجت کی ہمت یوں مصروف ہو کہ شفیع ومزور کا ذکر اس کے دل پر غالب آ جائے یہاں تک کہ اس کی کلی ہمت اس مزور میں مستغرق ہو جائے اور وہ بتمامہ اس مزور کے ذکر اور اسے اپنے دل میں لانے پر متوجہ ہو۔ یہ حالت اس شفیع یا مزور کی آگاہی کا سبب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پاک روح اس کی مدد کرتی ہے اس چیز کے ساتھ جو اس سے طلب کی گئی ہے' اور جو شخص اس دنیا میں اپنی ہمت سے ہمہ تن کسی انسان کے دنیوی گھر پر متوجہ ہو وہ انسان اس کے آنے کو محسوس کرتا ہے اور اسے اس کی خبر دیتا ہے۔ پس جو شخص اس جہان میں نہ ہو' وہ مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے اور اس میں اس آگاہی کی استعداد ہے۔ کیونکہ جو شخص اس عالم کے احوال سے خارج ہو اس کا اس عالم کے بعض حالات سے آگاہ ہو جانا ممکن ہے جیسا کہ خواب میں اس شخص کے حالات میں آگاہی ہو جاتی ہے جو آخرت میں ہو کہ آیا وہ نعیم میں ہے یا عذاب میں ہے۔ کیونکہ موت نیند کی بہن ہے۔ پس جس طرح نیند کے سبب ہم میں ان حالات کے جاننے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جن کی معرفت کی استعداد ہم میں حالت بیداری میں نہ تھی اسی طرح جو شخص دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے اور حقیقی موت مرتا ہے وہ اس عالم کے حالات سے مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے لیکن تمام اوقات میں اس عالم کے تمام حالات سے واقف ہونا ان کی معرفت کے سلسلے میں مندرج نہیں جیسا کہ سوتے وقت خواب میں تمام گزشتہ لوگوں کے حالات ہماری معرفت میں حاضر نہیں ہوتے اور (عالم برزخ میں) آحاد معارف کی تعیین وتخصیص کرنے والے کئی امر ہیں۔ منجملہ ان کے صاحب حاجت کی ہمت ہے اور وہ صاحب روح کا صاحب حاجت پر غلبہ پانا ہے اور جس طرح زندے کی صورت کا مشاہدہ اس کا ذکر حاضر ہونے اور دل میں آنے میں اثر کرتا ہے' اسی طرح اس میت کا مشاہدہ اور اس کی قبر کا مشاہدہ جو اس کے قلب کا حجاب ہے اثر کرتا ہے۔ کیونکہ میت کے قالب اور مزار کی غیوبت کے وقت اس کا اثر ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ اس کے حضور اور اس کے قالب ومزار کے مشاہدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ جو شخص یہ گمان کرتا

ہے۔ کہ میں اس میت کے نفس میں مزار کی غیوبت کے وقت اسی طرح حاضر ہونے پر قادر ہوں جیسا کہ اس کے مزار کے مشاہدے کے وقت قادر ہوں اس کا یہ گمان غلط ہے۔ کیونکہ مشاہدے کا ہم میں وہ اثر ہوتا ہے جو غیوبت کا نہیں ہوتا۔ اور جو شخص غیوبت میں اس میت سے مدد طلب کرے' وہ استعانت بھی بے فائدہ نہیں اور کسی نہ کسی اثر سے خالی نہیں۔ (الصنون الکبیر' ص ۲۸'۲۹)

علامہ شہاب الدین احمد سجائی اپنے رسالہ اثبات کرامات الاولیاء (یہ رسالہ شفاء السقام للسبکی مطبوعہ مصر کے اخیر میں منضم ہے) میں لکھتے ہیں:

قال صاحب الحصن الحصین وجربت استجابه الدعاء عند قبور الصالحین بشروط معروفه وقال العارف باللّٰه تعالیٰ سیدی محمد بن عبدالقادر الفاسی وقد کان الامام الشافعی یقول قبر موسی الکاظم التریاق المجرب قال العارف باللّٰه احمد زروق قال ابو عبداللّٰه واذا کانت الرحمه تنزل عند ذکرهم فماظنک بمواطن اجتماعهم علی ربهم ویوم قدومهم علیه بالخروج من هذه الدار وهو یوم وفاتهم فزیارتهم فیه تهنئه لهم وتعرض لما یتجدد من نفحات الرحمه علیهم فهی اذا مستحبه ان سلمت من محرم اومکروه فی اصل الشرع کاجتماع النساء وتلک الامور التی محدث.

صاحب حصن حصین نے کہا کہ شروط معروفہ کے ساتھ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کے قبول ہونے کا میں نے تجربہ کیا ہے' اور عارف ربانی سیدی محمد بن عبدالقادر فاسی نے کہا کہ امام شافعی فرماتے تھے۔ کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے۔ (۱) عارف ربانی احمد زروق نے کہا کہ ابو عبداللہ نے فرمایا کہ جب صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے تو تیرا کیا گمان ہے صالحین کے مزارات کی نسبت (جو ان کے اپنے رب سے ملنے کے مواطن ہیں) اور ان کے یوم وفات کی نسبت (جو ان کے

---

(۱) علامہ دمیری حیات الحیوان جزء ثانی' ص ۱۱۵ میں لکھتے ہیں:

واما معروف فهو ابن قیس الکرخی کان مشهورا باجابه الدعا واهل بغداد یستسقون بقبره ویقولون قبر معروف تریاق.

یعنی حضرت معروف بن قیس کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے اور اہل بغداد آپ کی قبر مبارک سے طلب باراں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معروف کی قبر تریاق مجرب ہے۔

اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے) پس اس دن ان کی زیارت کرنا ان کو مبارک باد کہنا ہے اور ان نفحات رحمت کو طلب کرنا ہے جو ان پر نئے وارد ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں زیارت مستحب ہے بشرطیکہ ایسی بات سے خالی ہو جو شرع میں مکروہ یا حرام ہے۔ مثلاً عورتوں کا اجتماع اور وہ امور جو نئے پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وارد ہے:

والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا.

اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

قرآن کی ان آیتوں میں بھی یہی اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ یوم میلاد ویوم وفات میں خاص نفحات ہیں وہ لوگ جو صالحین کے مزارات پر بالخصوص ان کے میلاد ووفات کے روز حاضر ہو کر انوار خاصہ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اہل قبور سے استمد اد جائز بلکہ مستحسن ہے۔ بعض مبتدی آیہ وایاک نستعین سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا منع ہے۔ ہم کہتے ہیں بے شک منع ہے جبکہ ہم اولیاء اللہ کو حقیقی حاجت روا اور بالاستقلال متصرف ومعین سمجھیں۔ مگر جب ان کو وسیلہ ومظہر عون الٰہی سمجھا جائے تو منع نہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

> دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واور مظہر عون الٰہی نداند حرام است۔ واگر التفات محض بجانب حق اس واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانہ اسباب وحکمت اور تعالیٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود۔ ودر شرع نیز جائز واست۔

ایک مرد خدا کی وصیت ذیل قابل غور ہے:

وقال سیدی شمس الدین محمد رضی اللہ عنہ فی مرض موتہ من کانت لہ حاجتہ فلیات الی قبر ویطلب حاجتہ اقضاھا لہ فانہ ما بینی وبینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحابہ ذراع من تراب فلیس برجل.

سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۴۷ھ) نے اپنے مرض موت میں فرمایا جس کو کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے میں اس کی حاجت پوری کروں گا کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ مٹی ہو گی۔ جس شخص کو ایک ہاتھ مٹی اپنی اصحاب کی مدد سے مانع ہو وہ مرد نہیں۔

(طبقات الکبریٰ للشعرانی جزء ثانی ص ۸۶)

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کاملین سے استمداد کا طریق یوں تحریر فرماتے ہیں:

طریق استمداد از ایشاں آنست کہ جانب سر قبر او سورہ بقرہ انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواہد باز بطرف پائیں قبر بیاید و آمن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا و دعا میکنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید باز رو بہ قبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواہد۔

(فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی، جلد اول، ص ۱۷۷)

مسافت بعید سے اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارنا اور ان سے توسل کرنا بھی جائز ہے۔ بعض نادان جہالت میں یہاں تک ڈوبے ہوئے ہیں کہ جہاں کسی نے یارسول اللہ کہا انہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ یہ شرک ہے۔ حالانکہ یہ خود حضور اقدس بابی ھو وامی کی تعلیم ہے۔ چنانچہ خصائص کبریٰ للسیوطی (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، جزء ثانی، ص ۲۰۱) میں ہے:

اخرج البخاری فی تاریخه والبیهقی فی الدلائل والدعوات وصححه وابونعیم فی المعرفه عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ادع الله تعالیٰ لی ان یعافینی قال ان شئت اخرت ذلک وهو خیر لک وان شئت دعوت الله قال فادعه فامره ان یتوضاء فیحسن الوضوء ویصلی رکعتین ویدعو بهذا الداء اللهم انی اسالک واتوجه بک الی ربی فی حاجتی هذه لیقضیها لِی اللهم شفعه فی ففعل الرجل فقام وقدا بصر.

واخرج البیهقی وابو نعیم فی المعرفه عن ابی امامه بن سهل بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان فی حاجه وکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنیف فشکا الیه ذلک فقال له ائت المیضاه فتوضاثم ائت المسجد فصل رکعتیں ثم قل اللهم انی اسالک واتوجه الیک بنبیک محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمه یا محمد انی اتوجه بک الی ربی لیقضی لی حاجتی واذکر حاجتک فانطلق الرجل وصنع ذلک ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاء البواب فاخذ بیده

فادخله علي عثمان فاجلسه معه علي الطنفسه فقال انظر ماكانت لک من حاجه ثم انالرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له جزاک الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حي كلمته قال ما كلمته ولكني رايت النبي صلى الله عليه وسلم وجاء ه ضرير فشكا اليه ذهاب البصر فقال له اور تصبر قال يارسول الله ليس لي قائد وقد شق علي فقال انت الميضاء فتوضا وصل ركعتين ثم قل اللهم اني اسالک واتوجه اليک بنبيک محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمه يا محمد اني اتوجه بک الي ربي ليجلي لي عن بصري اللهم شفعه في وشفعني في نفسي قال عثمان فوالله ما تفرقنا حتي دخل الرجل كان لم يكن به ضرر.

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے دلائل ودعوات میں (اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابونعیم نے معرفت میں بروایت (یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔ مشکوۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ باب جامع الدعاء فصل ثالث) عثمان بن حنیف نقل کیا ہے کہ ایک نابینا نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ کہ وہ مجھے شفا دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے میں اس میں تاخیر کرتا ہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی آپ اللہ سے دعا کریں۔ پس آپ نے اس سے فرمایا کہ وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کر یوں دعا مانگو:

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد ﷺ کے جو نبی الرحمہ ہیں۔ یا محمد میں متوجہ ہوں ہوں بوسیلہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ اسے میرے لئے پورا کردے۔ اے اللہ میرے حق میں حضور کی شفاعت کو قبول کر۔ اس نابینا نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ اٹھا تو بینا تھا۔

اور بیہقی نے اور حافظ ابونعیم نے معرفت میں بروایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نقل کیا ہے کہ ایک شخص کسی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں آیا کرتا تھا۔ مگر آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کی حاجت میں غور نہ فرماتے۔ پس وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے اس امر کی شکایت کی۔ پس حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا کہ وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں آ کر دو رکعت نفل پڑھو پھر یہ دعا مانگو: اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمہ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لیقضی لی حاجتی اور اپنی حاجت بیان کرو۔ وہ شخص چلا گیا اور اسی طرح کیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ پس دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا آپ نے اسے اپنے ساتھ فرش پر بٹھایا اور فرمایا کہ تیری جو حاجت ہے میں اس میں غور کرتا ہوں۔ پھر وہ شخص وہاں سے نکلا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہنے لگا اللہ تجھے نیک جزا دے۔ وہ میری حاجت میں نہ غور نہ کرتے تھے اور میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے وہ عمل بتایا۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا میں نے وہ عمل نہیں بتایا بلکہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ ایک نابینا آپ کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ سے شکایت کی کہ میری بینائی جاتی رہی۔ حضور نے فرمایا کیا تو صبر کر سکتا ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وضو کی جگہ جا کر وضو کر اور دو رکعت نفل پڑھ پھر یوں دعا مانگ: **اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمہ یامحمد انی اتوجہ بک الی ربی لیجلی لی عن بصری اللھم شفعہ فی وشفعنی فی نفسی۔** حضرت عثمان بن حنیف نے کہا اللہ کی قسم ہم جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ وہ شخص آیا گویا کہ اسے کوئی ضرر ہی نہ تھا۔

یہی دعا اور بزرگوں کا بھی معمول رہی ہے۔ چنانچہ علامہ یوسف نبھانی یوں نقل فرماتے ہیں:

وقال کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعہ جاء رجل الی عبد الملک بن سعید بن خیار بن الجبر فجس بطنہ فقال بک داء لا یبرء قال ماھو قال

الدبليله فتحول الرجل فقال الله الله الله ربى لطا اشرک به شيئا اللهم انى اتوجه اليک بنبيک محمد صلى الله عليه وسلم نبيالرحمه يا محمد انى اتوجه بک الى ربک وربى ان يرحمنى مما بى زحمه يغنينى بها عن رحمه من سواه ثلاث مرات ثم عاد الى ابن الجبر فجس بطنه فقال قد برات مابک عله.

کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعہ نے کہا کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن خیار بن الجبر کے پاس آیا۔ پس اس نے اس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لا علاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا بیماری ہے۔ ابن الجبر نے کہا دبیلہ (ایک پیٹ کی بیماری کا نام ہے) پس وہ شخص پھرا اور اس نے یہ دعا مانگی "اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے میں کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہے بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد ﷺ کے جو نبی الرحمہ ہیں۔ یا محمد ﷺ میں متوجہ ہوں بوسیلہ آپ کے آپ کے رب اور اپنے رب کی طرف کہ اس بیماری سے وہ مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے وہ مجھے کسی غیر کی رحمت سے بے نیاز کر دے" یہ دعا تین بار کی۔ پھر وہ ابن الجبر کی طرف لوٹا اس نے جو اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا تو تندرست ہو گیا ہے تجھے کوئی بیماری نہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، ص ۷۹۰)

حروب و مصائب میں اس طرح حضور اقدس ﷺ کو پکارنا اور آپ سے توسل کرنا ہر زمانے میں صالحین کا مسلک رہا ہے۔ بطور توضیح چند اور مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ جب حضرت کعب بن ضمرہ کا یوقنا حاکم حلب سے مقابلہ ہوا تو اس جنگ میں اہل اسلام یوں پکارتے تھے: یامحمد یامحمد یانصر الله انزل یعنی اے محمد اے محمد، اے اللہ کی مدد تو نازل ہو۔ (مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی، فتوح الشام، ص ۲۹۸)

۲۔ ابن جریر طبری ۱۸ھ کے واقعات میں یوں لکھتے ہیں:

کتب الى السرى عن شعيب عن سيف عن مبشر بن الفضيل عن جبير بن صخر عن عاصم بن عمر بن الخطاب قال قحط الناس زمان عمر عاما فهزل المال فقال اهل بيت من مزينه من اهل الباديه لصاحبهم قد بلغنا

فاذبح لنا شاۃ قال لیس فیھن شیء فلم یزالوابہ حتی ذبح لھم شاۃ فسلخ عن عظم احمر فنادی یا محمداہ (الخ)

میری طرف سری نے لکھا کہ بروایت شعیب از سیف از مبشر بن فضیل از جبیرین بن صخر از عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ کہا عاصم نے کہ ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ پس مواشی لاغر ہو گئے۔ اہل بادیہ سے قبیلہ مزینہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب سے کہا کہ ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے۔ تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ وہ اہل خانہ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے ان کے لئے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اتاری تو سرخ ہڈیاں دکھائی دیں۔ پس اس نے یوں پکارا یا محمداہ (الخ)

(تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری' جزء رابع' ص ۲۲۴)

۳۔ امام نووی کتاب الاذکار (باب مایقولہ اذا خدرت رجلہ' ص ۱۳۵) میں لکھتے ہیں:

روینا فی کتاب ابن السنی عن الھیثم بن حنش قال کنا عند عبدا للہ بن عمر رضی اللہ عنھما فخدرت رجلہ فقال لہ رجل اذاکرا احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکانما نشط من عقال و روینا فیہ ایضا عن مجاھد قال خدرت رجل رجل عند ابن عباس فقال ابن عباس رضی اللہ عنھما اذکر احب الناس الیک فقال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذھب خدرہ۔

ابن السنی (متوفی ۳۶۴ھ) کی کتاب میں ہیثم بن حنش سے روایت ہے کہ اس نے کہا ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ پس ان کا پاؤں سو گیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا آپ اس کو یاد کیجئے جو آپ کو سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یا محمد ﷺ۔ پس گویا آپ بند سے کھول دیئے گئے اور کتاب ابن سنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا۔ پس اس نے آپ نے اس سے کہا تو یاد کر اس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس اس نے کہا محمد ﷺ۔ پس اس کے پاؤں کی

خوابیدگی جاتی رہی۔

۴۔ علامہ یوسف نبہانی (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، ص ۷۸۶) لکھتے ہیں:

قال ابوعبدالله سالم عرف بخواجه رایت فی المنامکانی فی بحر النیل وانا بجزیره فاذا بتسماح اراد انیفقز علی فخفت منه فاذا بشخص وقع لی انه النبی صلی الله علیه وسلم قال لی اذا کنت فی شده فقل انا مستجیربک یارسول الله فاراد بعض الاخوان السفر لزیاره النبی صلی الله علیه وسلم وکان ضریرا فحکیت له الرویا وقلت له اذا کنت فی شده فقل انا مستجیربک یارسول الله فسافر فی تلک الایام فجاء الی رابغ وکان الماء به قلیلا وکان له خادم فراح فی طلب الماء قال لی فبقیت القربه فی یدی وانا فی شده من طلب الماء فتذکرت ماقلت لی وقلت انا مستجیربک یارسول الله فبینا انا کذلک اذ سمعت صوت رجل وهو یقول لی زم قربتک وسمعت خریر الماء فی القربه الی ان امتلات ولا اعلم من این اتی الرجل.

ابوعبداللہ سالم معروف بہ خواجہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں دریائے نیل میں ایک جزیرہ میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ پس میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی ﷺ ہیں، مجھ سے فرمایا جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں کہا کر:

انا مستجیربک یا رسول الله. یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے مدد مانگنے والا ہوں۔

پس کسی بھائی نے جو نابینا تھا نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے اپنا خواب اس سے بتا دیا اور اس سے کہا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں کہا کر انا مستجیر بک یارسول اللہ ان دنوں میں وہ روانہ ہو گیا۔ پس رابغ میں آیا اور وہاں پانی تھوڑا تھا۔ اور اس کا ایک خدمت گار تھا۔ پس وہ پانی کی تلاش میں چلا گیا۔ اس نابینا نے مجھ سے کہا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی اور میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ پس مجھے تیرا قول یاد آیا اور میں نے کہا انا مستجیر بک یارسول اللہ میں اسی حال

میں تھا کہ ناگاہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو مجھ سے کہہ رہا تھا تو اپنی مشک بھر لے اور میں نے مشک میں پانی کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔

۵۔ کتاب حجۃ اللہ علی العالمین للنبھانی ص ۸۷ میں ہے:

قال علی بن مصطفی العسقلانی ابو الحسن رکبنا فی باحه بحر عیذاب نطلب جده فهاج علینا البحرور مینا مامعنا فی البحر واشرفنا علی التلف فجعلنا نستغیث بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ونحن نقول یا محمداه یا محمداه وکان معنا رجل مغربی صالح فقال ار فقوا یا حجاج انتم سالمون الساعه رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی المنام فقلت یارسول اللّٰه امتک یستغیثون بک قال فالتفت الی ابی ابکر وقال یا ابابکر انجده قال فان عینی ترنی ابابکر وقد خاض البحر وادخل یده فی مقدم الجلبه ولم یزل یجذبها خی دخا بها البر فبکم تستغیثون فانتم سالمون فسلمنا فبعذ هذا الم نرالا خیرا ودخلنا البر سالمین.

ابوالحسن علی بن مصطفیٰ العسقلانی نے کہا کہ ہم بحر عیذاب کے پانی میں جدہ کو کشتی میں روانہ ہوئے۔ پس سمندر میں طغیانی آ گئی۔ اور ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا اور قریب الہلاک ہو گئے۔ پس ہم نے نبی ﷺ سے مدد مانگنے لگے اور یوں پکارنے لگے یا محمداہ یا محمداہ اور ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک شخص تھا۔ اس نے کہا اے حاجیو گھبراؤ مت۔ تم بچ جاؤ گے۔ ابھی میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ پس میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ کی امت آپ سے مدد مانگتی ہے۔ پس آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اے ابوبکر تو اس کی مدد کر۔ کہا مغربی نے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمندر میں گھس گئے اور انہوں نے کشتی کی پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا۔ اور اسے کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے۔ پس وہ تم کو نرمی سے کھینچ لے گئے۔ حالانکہ تم فریاد کرتے رہے اور تم بچ رہے۔ پس ہم سلامت رہے اور اس کے بعد ہم نے بجز خیر کچھ نہ دیکھا اور خشکی پر صحیح وسالم پہنچ گئے۔

حضور اقدس ﷺ کے کمال اتباع کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی کرامتیں حضور ﷺ کے غلاموں کو بھی عطا کی ہیں۔ اولیائے کرام سے ایسی کرامت کا ظہور حقیقت میں حضور ہی کا معجزہ ہے۔ کیونکہ کسی امتی کی کرامت اس امت کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔

امام نووی (کتاب الاذکار ص ۱۰۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

رویناہ فی کتاب ابن السنی عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال اذا انفلتت دابہ احکم بارض فلاہ فلینا دیا عباداللّٰہ احبسوا یا عباداللّٰہ احبسوا فان للّٰہ عزوجل فی الارض حاصرا سیحبسہ قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابہ اظنھا بغلہ وکان یعرف ھذا الحدیث فقالہ فحبسھا اللّٰہ علیھم فی الحال وکنت انامرہ مع جماعہ فانفلتت منا بھیمہ وعجزوا عنھا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ھذا الکلام۔

کتاب ابن سنی میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا چارپایہ کسی بیابان میں بھاگ جائے تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو روکو(۱) اے اللہ کے بندو روکو۔ کیونکہ اس زمین میں اللہ عزوجل کی طرف سے ایک گھیرنے والا ہوتا ہے۔ جو اسے جلد روک لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیوخ میں سے ایک بڑے عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا چارپایہ جسے میں خچر گمان کرتا ہوں بھاگ گیا۔ مجھے یہ حدیث معلوم تھی میں نے کہا یا **عباد اللّٰہ احبسوا** (اے اللہ کے بندو روکو) پس اللہ نے اسے اسی وقت روک لیا۔ میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ ہمارا ایک چارپایہ بھاگ گیا اور لوگ اس سے عاجز آ گئے۔ میں نے یہی عمل کیا۔ وہ اسی وقت ٹھہر گیا اور اس کلام کے سوا کوئی اور سبب نہ تھا۔

---

(۱) حصن حصین میں علامہ جزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے یہ حدیث بروایت طبرانی یوں نقل فرمائی ہے:

اذا انفلتت دابہ احدکم فلینا دیا عباد اللّٰہ اعینونی۔ — جب تم میں سے کسی کا چارپایہ بھاگ جائے تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اور حصن حصین میں ہی ہے:

ان اراد عونا فلیقل یا عباد اللّٰہ اعینونی یا عباد اللّٰہ اعینونی۔ — جب مدد چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اس حدیث میں عباداللہ سے مراد فرشتے سمجھو یا رجال غیب ابدال وغیرہ یا مسلمان جن۔ بہر حال ندائے غیر اللہ موجود ہے۔ علامہ نووی نے دو واقعہ سے اس حدیث کی صحت کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ حضرت ساریہ بن زنیم کا قصہ مشہور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر بلاد فارس کی طرف بھیجا تھا۔ باب نہاوند میں لشکر اسلام کو سخت مقابلہ پیش آیا۔ حضرت ساریہ نے شہر نہاوند کا جو ہمدان سے تین دن کی راہ ہے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مگر دشمن کی تعداد زیادہ تھی۔ اور مسلمانوں کو شکست ہونے کو تھی۔ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار آواز بلند فرمایا:

یاساریه الجبل من استرعی الذئب الغنم فقدظلم. (۱) اے ساریہ پہاڑی کی طرف کو ہو جاؤ جس نے بھیڑیے کو بھیڑوں کا چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔

یہ آواز نہاوند میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سنی اور وہ پہاڑ کی طرف کو ہو گئے۔ ایک مہینہ کے بعد قاصد فتح کی خوشخبری لایا۔ اس نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن فلاں وقت جبکہ ہم پہاڑ سے آگے بڑھ رہے تھے' ہم نے ایک آواز سنی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور وہ یہ تھی یا ساریہ الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم۔ یہ آواز سن کر ہم پہاڑ کی طرف مڑ آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح دی۔ یہ قصہ دلائل حافظ ابی نعیم میں باسناد متصل مذکور ہے اور تہذیب الاسماء والصفات للنووی اور طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی اور حیاۃ الحیوان للدمیری وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ علامہ تاج سبکی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت عمر رضی اللّٰه عنه لم یقصد اظهار هذه الکرامه وانما کشف له ورای القوم عیانا وکان کمن هو بین اظهرهم اوطویت الارض وصاربین اظهرهم حقیقه وغاب عن مجلسه بالمدینه وانقلت حواسه بمادهم المسلمین بنهاوند فخاطب امیرهم خطاب من هو معه اذ هو حقیقه او کمن هو معه.

---

(۱) یعنی بھیڑوں پر ظلم کیا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کہ اس نے بھیڑیے پر ظلم کیا کیونکہ اس کو ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طبیعت میں نہ تھا۔ یہ مثل پہلے پہل اکثم بن صیفی نے کہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر استعمال کی۔ (حیواۃ الحیوان تحت ذئب) کتاب جمہرۃ الامثال لابی ہلال العسکری (متوفی ۳۹۵ھ) میں اس مثل کے یہ معنے لکھے ہیں:

ای من استرعی الذئب فقد وضع الامانه فی غیر موضعه والظلم وضع الشئی فی غیر موضعه. یعنی جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا' اس نے امانت کو امانت کی جگہ کے سوا رکھا اور ظلم کے معنی ہیں کسی شئے کو غیر محل میں رکھنا۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کرامت کے ظاہر کرنے کا قصد نہ کیا تھا۔ آپ کو کشف ہو گیا اور آپ نے لشکر اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ مثل اس شخص کے ہو گئے جوان کے درمیان ہو یا زمین لپیٹی گئی اور آپ حقیقت میں ان کے درمیان ہو گئے اور مدینہ میں مجلس سے غائب ہو گئے اور نہاوند میں مسلمانوں کی مصیبت کے سبب آپ کے حواس منتقل ہو گئے۔ پس آپ نے سردار لشکر کو خطاب کیا مثل اس شخص کو جو اس کے ساتھ ہو کیونکہ آپ حقیقتاً اس کے ساتھ یا اس شخص کی مثل تھے جو اس کے ساتھ ہو۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ' جزء ثانی' ص ۶۵)

علامہ شطنوفی (بہجۃ الاسرار' مطبوعہ' مصر' ص ۱۰۲) میں بالا سناد یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من استغاث بی فی کربه کشفت عنه ومن نادانی باسمی فی شده فرجت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجه قضیت.

جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگی' وہ مصیبت اس سے دور ہو گئی۔ جس نے کسی سختی میں مجھے میرا نام لے کر پکارا' وہ سختی اس سے جاتی رہی۔ اور جس نے کسی حاجت میں اللہ وعزوجل کی طرف میرا وسیلہ پکڑا' وہ حاجت پوری ہو گئی۔

اسی واسطے مشائخ سلسلہ قادریہ میں وظیفہ (۱) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ معمول ہے۔ اسی طرح جامع حقیقت و شریعت سیدنا ابوالعباس احمد زروق (متوفی ۸۹۹ھ) نے ایک قصیدے میں جو قصیدہ جیلانیہ کے طرز پر ہے یوں فرمایا ہے۔

انا لمریدی جامع لشتاته
اذا ماسطا جور الزمان بنکبه
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشه
فناد بیا زروق آت بسرعه

میں اپنے مرید کی پریشانیوں کو دور کرنے والا ہوں۔ جب زمانے کا ستم سختی کے ساتھ

(۱) اس وظیفہ کے جواز پر علمائے کبار نے فتویٰ دیا ہے۔ یہ فتویٰ ایک رسالہ کی شکل میں انجمن نعمانیہ ہند۔ نے شائع کیا ہے جو انجمن مذکور کے دفتر سے مل سکتا ہے۔

حملہ آور ہو اور اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً آ موجود ہوں گا۔ (دیکھو بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۴۱)

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ ہزاروں کوسوں سے کیونکر سن سکتے ہیں اور کس طرح آ سکتے ہیں۔ اس اعتراض کا منشا یہ ہے کہ معترض عالم برزخ کو دار دنیا پر قیاس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ جس طرح پیکر استخوانی میں مقید ہونے کی حالت میں روح کے قویٰ محدود ہوتے ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد بھی محدود ہوتے ہیں۔ مگر یہ قیاس غلط ہے۔ کیونکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے کہ موت کے بعد روح کے قویٰ میں حیرت انگیز ترقی پائی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ اگر کوئی زائر کسی مومن کی قبر پر جا کر سلام کہے تو اس کی روح خواہ وہ علیین میں ہو اس زائر کو پہچانتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ روح ایسی سریع الحرکت ہے کہ ایک لحہ میں آسمان پر ہوتی ہے اور دوسرے لحہ میں زمین پر آ جاتی ہے۔ جب عامہ مومنین کی روحوں کا یہ حال ہے تو اولیاء اللہ پر جنہیں حالت حیات ہی میں خدائی (۱) شنوائی حاصل ہو جاتی ہے، یہ اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے کہ وہ ہزاروں کوسوں سے کس طرح سنتے ہیں اور کیونکر جلد آ موجود ہوتے ہیں۔

---

۱. عن ابی هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله قال من عاد لی وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضته عليه وما يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده التی يبطش بها ورجله التی يمشی بها. (الحديث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں اس سے لڑائی کرنے والا ہوں اور میرے بندے نے میری طرف کسی چیز سے نزدیکی نہ ڈھونڈی جو مجھ کو ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔
(بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب التواضع)

۱۰۔ مسائل متفرقہ

اس باب میں چند ضروری مسائل بعنوان سوال و جواب بیان کئے جاتے ہیں۔

سوال:

کیا صوم و صلوٰۃ وغیرہ عمل نیک کا ثواب بصورت ایصال مردے کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب:

درمختار (باب الحج عن الغیر) میں ہے:

الاصل ان کل من اتی بعبادہ مالہ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ بظاھر الادلہ.

اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے اس کو جائز ہے کہ اس کا ثواب غیر کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو۔ یہ اصل ثابت ہے۔ قرآن و حدیث کی ظاہر دلالت سے۔

ردالمختار میں ہے:

(قولہ بعبادہ ما) ای سواء کنت صلاہ او صوما اور صدقہ اوقراء ہ اوذکرا اوطوافا اوحجا او عمرہ او غیرذلک من زیارۃ القبور الانبیاء علیھم الصلاہ والسلام والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین

ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قراءت یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا اس کے سوا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء و اولیاء و صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردوں کا کفنانا اور جمیع انواع خیر جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

الموتی وجمیع انوا البر کما فی الهدایه وقدمنا فی الزکاه عن التاتر خانیه عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانهاتصل الیهم والا ینقص من اجره شئی.	(طحطاوی) اور ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں تا تارخانیہ سے اور اس نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جو شخص کوئی نفلی عبادت صدقہ کرے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے۔ کیونکہ وہ صدقہ ان سب کو پہنچتا ہے اور اس کے اجر سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

اور (قولہ غیرہ) ای من الاحیاء والاموات بحر من البدائع. یعنی وہ دوسرا خواہ مردوں سے ہو خواہ زندوں سے۔ (بحرالرائق، بحوالہ بدائع) خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل نیک کا ثواب بصورت ایصال مردے اور زندے کو پہنچتا ہے۔ مگر معتزلہ وصول ثواب کے منکر ہیں۔ اور اپنے انکار پر آیہ لیس للانسان الا ما سعی (نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو اس نے سعی کی) کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ابن قیم نے جس جواب کو بہت پسند کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جو ایمان لاتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ عقد اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ یہی اس کی طرف دعا و غیرہ کے وصول کا سبب ہے گویا کہ وصول ثواب اسی کی سعی سے ہے۔ ابن تیمیہ نے جس جواب کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن نے غیر کی سعی سے نفع اٹھانے کی نفی نہیں کی البتہ غیر کی سعی کے مالک ہونے کی نفی ہے۔ اور ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انسان بجز اپنی سعی کے مالک نہیں ہے۔ رہی غیر کی سعی، سو وہ غیر اس کا مالک ہے چاہے دوسرے کو عطا کر دے اور چاہے تو اپنے لئے رکھ لے۔" (کتاب الروح، ص ۲۰۶)

اسی طرح انکار پر بعض دفعہ یہ آیت پیش کی جاتی ہے ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (یس: ع ۴) مگر یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ اس کا سیاق غیر کے عمل سے مواخذہ کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فالیوم لاتظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم تعملونo	پس آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر کچھ اور تم وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے۔

پس اس میں نفی ہے اس امر کی کوئی شخص ظلم کیا جائے بدیں طور کہ اس کی برائیوں میں زیادتی کی جائے یا اس کی نیکیوں میں کمی کر دی جائے یا دوسرے کے عمل کی سزا پائے، اور اس امر کی نفی نہیں کہ انسان غیر کے عمل سے جزائے عمل کے سوا کسی اور طرح فائدہ اٹھائے۔ کیونکہ انسان کا اس چیز سے نفع اٹھانا جو اس

کو ہدیہ کردی جائے اس کے عمل کی جزا نہیں بلکہ یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بغیر اس کی سعی کے کیا ہے بلکہ اپنے کسی بندے کے ہاتھ جزائے عمل کے طور کے سوا عنایت کیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۲۰۷)

تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل (مطبوعہ مصر جزء رابع ص ۲۳۶) میں یوں لکھا ہے:

قال الشیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیه من اعتقد ان الانسان لا ینتفع الا بعمله فقد خرق الاجماع وذلک باطل من وجوه کثیره.

۱۔ ان الانسان ینتفع بدعا غیره وهو انتفاع بعمل الغیر.

۲. ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یشفع لاهل الموقف فی الحساب ثم لاهل الجنه فی دخولها.

۳. یشفع لاهل الکبائر فی الخروج من النار وهذا انتفاع بسعی الغیر.

۴. ان الملائکه یدعون ویستغفرون لمن فی الارض وذلک منفعه بعمل الغیر.

۵. ان اللّٰه تعالیٰ یخرج من النار من لم یعمل خیرا قط بمحض رحمته وهذا انتفاع بغیر عملهم.

۶۔ ان اولاد المومنین یدخلون الجنه بعمل آبائهم وذلک انتفاع بمحض عمل الغیر.

۷. قال تعالیٰ فی قصه الغلامین الیتیمین وکان ابوهما صالحا فانتفعا بصلاح ابیهما ولیس من سعیهما.

۸. ان المیت ینتفع بالصدقه عنه وبالعتق بنص السنه والاجماع وهو من عمل الغیر.

۹. ان الحج المفروض یسقط عن المیت بحج ولیه بنص السنه وهو انتفاع بعمل الغیر.

۱۰. ان الحج المنذور اوالصوم المنذور یسقط عن المیت بعمل غیره بنص السنه وهو انتفاع بعمل الغیر.

۱۱. المدین قد امتنع صلی اللّٰه علیه وسلم من الصلاه علیه حتی قضی دینه ابو قتاده وقضی دین الاخر علی بن ابی طالب وانتفع بصلاه النبی صلی اللّٰه علیه

وسلم وهو معمل الغير.

١٢. ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لمن صلى وحده الارجل يتصدق على هذا فيصلى معته فقد حصل له فضل الجماعه بفعل الغير.

١٣. ان الانسان تبرا ذمته من ديون الخلق اذا قضاها قاض عنه وذلك انتفاع بعمل الغير.

١٤. ان من عليه تبعات ومظالم اذا حلل منها سقطت عنه وهذا انتفاع بعمل الغير.

١٥. ان الجار الصالح ينفع في المحياو الممات كما جاء في الاثر وهذا انتفاع بعمل الغير.

١٦۔ ان جليس اهل الذكر يرحم بهم وهو لم يكن منهم ولم يجلس لذلك بل لحاجه عرضت له و الاعمال باليات فقد انتفع بعمل غيره.

١٧. الصلاه على الميت والدعاء له في الصلاه انتفاع للميت بصلاه الحى عليه وهو عمل غيره.

١٨. ان الجمعه تحصل باجتماع العدود كذلك الجماعه بكثره العدود وهو للبعض بالبعض.

١٩. ان الله تعالىٰ قال لنبيه صلى الله عليه وسلم وماكان الله ليعذبهم وانت فيهم وقال تعالىٰ ولولا رجال مومنون ونساء مومنات وقال تعالىٰ ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض فقد رفع الله تعالىٰ العذاب عن بعض الناس بسبب بعض وذلك انتفاع بعمل الغير.

٢٠. ان صدقه الفطر تجب على الصغير وغيره ممن يونه الرجل فانه ينتفع بذلك من يخرج عنه ولا سعي له فيها.

٢١. ان الزكاه تجب في مال الصبي والمجنون ويثاب على ذلك ولاسعي له.

ومن تامل العلم وجد من انتفاع الانسان بمالم يعمله مالا يكاد يحصى فكيف يجوزان تناول الايه الكريمه على خلاف صريح الكتاب والسنه واجماع الامه.

شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ نے کہا کہ جو اعتقاد رکھے کہ انسان اپنے عمل کے سوا فائدہ نہیں اٹھاتا' اس نے اجماع کے خلاف کیا اور یہ اعتقاد کئی طرح سے باطل ہے۔

۱۔ انسان دوسروں کی دعا سے نفع اٹھاتا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

۲۔ نبی ﷺ اہل موقف کے لئے حساب میں پھر اہل جنت کے لئے دخول بہشت میں شفاعت فرمائیں گے۔

۳۔ نبی ﷺ اہل کبائر کے لئے دوزخ سے نکلنے میں شفاعت فرمائیں گے۔ یہ غیر کی سعی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

۴۔ فرشتے اہل زمین کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ غیر کے عمل سے منفعت ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنی محض رحمت سے ان کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۶۔ مومنوں کی اولاد اپنے آباؤ کے عمل سے بہشت میں داخل ہوگی۔ یہ محض عمل غیر سے انتفاع ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو یتیم لڑکوں کے قصے میں فرمایا ہے کہ ان کا باپ نیک تھا۔ پس انہوں نے اپنے باپ کی نیکی سے نفع پایا اور یہ نیکی ان کی سعی نہ تھی۔

۸۔ مردہ زندے کے صدقہ اور غلام آزاد کرنے سے نفع پاتا ہے۔ جیسا کہ نص سنت و اجماع سے ثابت ہے۔ اور یہ غیر کا عمل ہے۔

۹۔ میت کا ولی اگر میت کی طرف سے حج کرے تو میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۰۔ حج منذور یا صوم منذور میت سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے ادا کرے جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۱۔ آنحضرت ﷺ نے مقروض پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔ یہاں تک کہ ابوقتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا۔ اور ایک اور میت کا قرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادا کیا۔ پس وہ نبی ﷺ کی صلاۃ سے منتفع ہوا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۲۔ نبی ﷺ نے اس شخص کی نسبت فرمایا جس نے اکیلے نماز پڑھی کیا کوئی ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ پس اس کو غیر کے فعل سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگئی۔

۱۳۔ جب ایک شخص دوسرے شخص کا قرضہ ادا کردے تو ادا ہو جاتا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۴۔ جس شخص پر مظالم ہوں' اگر معاف کردیئے جائیں تو ساقط ہو جاتے ہیں۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۵۔ نیک ہمسایہ حیات و ممات میں نفع دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۶۔ جو شخص حلقہ ذکر میں بیٹھ جائے خواہ وہ کسی اور حاجت کے لئے آیا ہو اور بیٹھا ہو۔ اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۱۷۔ زندوں کا مردے پر نماز پڑھنا اور دعا کرنا میت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یہ غیر کا عمل ہے۔

۱۸۔ جمعہ اور جماعت کثرت عدد سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک دوسرے سے انتفاع ہے۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی شان میں فرمایا ہے **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** (اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے ان کو تو ان میں ہو) دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔ **ولولا رجال مومنون ونساء مومنات** (سورۂ فتح: رکوع ۳) اور ایک اور جگہ یوں ہے **ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض** (سورہ حج: رکوع ۶) پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے سبب بعض سے عذاب دور کردیا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

۲۰۔ صدقہ فطر واجب ہے صغیر پر اور غیر صغیر پر جو انسان کے عیال و موءنت میں ہو۔ پس اس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے جس کی طرف سے نکالا جائے۔ حالانکہ اس میں اس کی کوئی سعی نہیں۔

۲۱۔ لڑکے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے اور اس سے اس کو ثواب ملتا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی سعی نہیں۔

جو شخص قرآن و حدیث پر غور کرے گا وہ غیر کے عمل سے انتفاع کی بے شمار مثالیں پائے گا۔ پس یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ ہم آیہ لیس للانسان الا ما سعی کی تاویل صریح

قرآن وحدیث واجماع کے خلاف کریں۔

سوال:

کیا میت کا تیسرا' ساتواں چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوہ تلحقہ من اب اوام اواخ اوصدیق فاذا الحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا وان اللہ تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض الامثال الجبال وان ھدیہ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم. رواہ البیھقی فی شعب الایمان.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں مردہ قبر میں مگر مثل ڈوبتے فریاد کرنے والے کی۔ وہ انتظار کرتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست سے۔ پس جب اس کو دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مثل (ثواب و رحمت) بھیجتا ہے۔ اور تحقیق زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف ان کے لئے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ باب الاستغفار والتوبہ فصل ثالث)

علامہ دمیری حیوۃ الحیوان' جزء ثانی' ص ۴۷ میں لکھتے ہیں:

روی(۱) احمد عن طاوس فی کتاب الزھد انہ قال ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعہ ایام فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام.

امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس تابعی سے روایت کی کہ فرمایا مردے اپنے قبروں میں سات دن آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اس لئے صحابہ کرام ان دنوں میں مردوں کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔

(۱) اس حدیث کو حافظ ابونعیم نے بھی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی باب فتنۃ القبر وسؤال الملکین' ص ۵۴)

اشعۃ اللمعات' ترجمہ مشکوۃ باب زیارۃ القبور' جلد اول' ص ۷۶۳ میں ہے:

ومستحب است کہ تصدیق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے آیہ والقمر اذا اتسق کی تفسیر کرتے ہوئے مردہ کی تین حالتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے پہلی حالت کے ضمن میں یوں لکھا ہے:

ونیز وارد است کہ مردہ درآں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی مے برد۔ وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او مے آید واز یں جا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند و روح مردہ نیز در قرب موت در خواب وعالم تمثل ملاقات زندگان می کند ومافی الضمیر خود را اظہار می نماید۔

امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع لعلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے۔ کہ "جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔"

(کتاب الروح لابن القیم' ص ۱۲' شرح الصدور للسیوطی' ص ۱۲۳)

علامہ عینی 'بنایہ شرح ہدایہ' مطبوعہ نولکشور الجزء الثانی من المجلد الاول' باب الحج عن الغیر' ص ۱۶۱۲ میں لکھتے ہیں:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرء ون القرآن ویھدون ثوابه لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانه من کل مذاھب من المالکیه والشافعیه وغیرھم ولا ینکر ذلک منکم فکان اجماعا.

مسلمان ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے رہے ہیں اور اس کا ثواب مردوں کو بطور تحفہ بھیجتے رہے ہیں اور تمام مذاہب کے اہل صلاح و دیانت مالکیہ و شافعیہ وغیرہم اسی مسلک پر ہیں۔ اور کوئی منکر اس کا انکار نہیں کرتا۔ پس یہ اجماع ہے۔

عبادت مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد انسان مدد کا محتاج ہوتا ہے اور اپنے اقرباء و احیاء سے دعا وصدقہ وغیرہ کی توقع رکھتا ہے۔ اسی واسطے بالخصوص سات روز تک اس کی طرف سے کھانا کھلانا اور قرآن پڑھنا اور اس کے لئے استغفار کرنا مستحب ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو چالیس دن یا اس سے

زائد خیرات وغیرہ سے میت کی امداد مناسب ہے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو تیسرا ساتواں وغیرہ حسب استطاعت سب کریں۔ یہ تیسرا ساتواں وغیرہ محض عوام کی سہولت کے لئے رواج پا گیا ہے۔ اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ہاں یہ عقیدہ نہ ہونا چاہئے کہ اور دنوں میں مردے کو ثواب پہنچتا ہی نہیں ایسا عقیدہ لغو ہے۔ اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہل میت کے ہاں سے کھانا جائز نہیں۔ مگر حدیث ذیل اس کی تردید کرتی ہے۔

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازہ فرایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ واوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امراتہ فاجاب ونحن معہ فجئی بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فکلوا فنظرنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمہ فی فیہ ثم قال اجد لحم شاہ اخذت بغیر اذن اھلھا فارسلت المراہ تقول یارسول اللہ صلی اللہ انی ارسلت الی النقیع وھو موضع یباع فیہ الغنم لیشتری لی شاہ فلم توجد.فارسلت الی جار لی قد اشتری شاہ ان یرسل بھا الی بثمنھا فلم یوجد فارسلت الی امراتہ فارسلت الی بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعمی ھذا الطعام الاسری. رواہ ابوداؤد والبیھقی فی دلائل النبوہ.

عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اور اس نے انصار میں سے ایک شخص سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ قبر کے نزدیک تشریف رکھتے تھے کہ کھودنے والے کو وصیت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میت کے پاؤں کی طرف سے کشادہ کر۔ اور اس کے سر کی طرف سے کشادہ کر۔ پس جب آپ واپس ہوئے تو میت کی عورت کی طرف سے دعوت کرنے والا آپ کے آگے آیا۔ پس آپ نے دعوت کو قبول فرمایا۔ اور ہم آپ کے سات تھے پس کھانا لایا گیا اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پھر صحابہ کرام رضی

اللہ عنہ اپنے ہاتھ ڈالے اور کھانا کھایا۔ پس ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے منہ مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں۔ اور نگلتے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا گوشت پاتا ہوں جو اپنے مالک کی اذن کے بغیر لی گئی ہے۔ پس اس عورت نے کسی کے ہاتھ یہ کہلا بھیجا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے خادم کو نقیع (یہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں) میں بھیجا تاکہ میرے لئے ایک بکری خرید لائے۔ پس بکری نہ ملی۔ پس میں نے کسی کو اپنے ہمسائے کے پاس بھیجا کہ جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری اس قیمت پر میرے پاس بھیج دے۔ مگر وہ ہمسایہ نہ ملا۔ پس میں نے اس کی عورت کے پاس بھیجا۔ پس اس عورت نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ کتاب الفتن باب فی المعجزات)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اہل میت کو دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے۔ بعض فقہاء نے جو اسے مکروہ لکھا ہے اس کی خاص وجہیں ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری نے حدیث عاصم بن کلیب کی شرح میں (مرقات جزء خامس ص۴۸۲) یوں لکھا ہے:

هذا الحديث بظاهره يرد على ماقوره اصحاب مذهبنا من انه يكره (١) اتخاذ الطعام فى اليوم الاول اوالثالث اوبعد الاسبوع كما فى البزازيه وذكر فى الخلاصه انه لا يباح اتخاذ الضياه عند ثلاثه ايام وقال الزيلعى ولاباس بالجلوس للمصيبه الى ثلاث من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والاطعمه من اهل الميت وقال ابن الهمام يكره اتخاذ الضيافه من اهل البيت والكل عللوه بانه شرع فى السرور لافى الشرور قال وهى بدعه مستقبحه روى الامام احمد وابن حبان باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنيعهم الطعام من النياحه (انتهى) فينبغى ان يميد كلامهم بنوع خاص من اجتماع يوجب استحياء

(۱) فتاوی بزازیہ مطبوعہ مصر میں یہ عبارت میں یوں ہے: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔ (ا خ)

اهل بیت المیت فیطعمونهم کرها اور یحمل علی کون بعض الورثه صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاء اولم یکن الطعام من احد من احد معین من مال نفسه ولا من مال المیت قبل قسمته ونحوذلک۔

یہ حدیث بظاہر بطور اعتراض وارد ہوتی ہے اس پر جو ہمارے اصحاب مذہب نے کہا ہے کہ پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد دعوت کھانا مکروہ ہے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ تین دن ضیافت کھانا مباح نہیں اور زیلعی نے کہا کہ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں مگر کسی امر ممنوع یعنی فرش بچھانے اور اہل میت کی دعوت کھانے کا مرتکب نہ ہونا چاہئے اور ابن ہمام نے کہا کہ اہل میت کی دعوت کھانا مکروہ ہے اور سب نے کراہت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ مصیبتوں میں اور کہا (ابن ہمام نے) کہ یہ بری بدعت ہے کیونکہ امام احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے طعام تیار کرنے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے۔ (انتھی) پس چاہئے کہ ان فقہاء کا کلام ایک طرح کے خاص اجتماع کے ساتھ مقید ہو کہ جس سے میت کے اہل بیت کو شرم وحیاء آئے۔(۱)

بس وہ مجبوراً ان کو کھانا کھلائیں یا ان فقہاء کا کلام اس صورت پر محمول ہو کہ جب وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا اس کی رضامندی معلوم نہ ہو یا کھانا کسی ایک معین شخص کی طرف سے اس کے مال میں سے نہ ہو اور نہ بانٹنے سے پہلے میت کے مال میں سے ہو اور اس طرح کی اور صورتیں ہیں۔

اسی طرح کبیری شرح منیۃ المصلی (مطبوعہ لاہور، ص ۵۱۲) میں فتاویٰ بزازیہ کی عبارت یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول (الخ) نقل کر کے یوں لکھا ہے:

ولا یخلوا عن نظر لانه لا دلیل علی الکراهه الاحدیث جریر بن عبدالله المتقدم وانما یدل علی کراهه ذالک عند

اور بزازیہ کا قول بحث سے خالی نہیں۔ کیونکہ حدیث جریر بن عبداللہ کی سوا جو اوپر آ چکی ہے کراہت کی کوئی دلیل نہیں اور وہ حدیث بھی فقط موت کے وقت

(۱) میت کے اہل بیت شرم کے مارے بدیں خیال کھانا کھلائیں کہ اپنے بیگانے سب لوگ جمع ہیں اگر بھوکے واپس جائیں گے تو ہماری بدنامی ہوگی

الموت فقط علی انه قد عارضه ماروا ہ الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب۔

ضیافت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی معارض ہے حدیث عاصم بن کلیب جسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

غرض فقہاء نے بعض عوارض کی وجہ سے اہل میت کے طعام کو مکروہ کہا ہے۔ اگر یہ عوارض یا کوئی اور محظور شرعی دعوت میں نہ ہو تو وہ طعام ہرگز مکروہ نہ ہوگا۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسی دعوت میں اولی یہ ہے کہ فقراء و مساکین ہی شامل ہوں یا وہ لوگ جو تدفین و تکفین میں مشغول رہے ہوں یا جو دور سے آئے ہوں اور اسی روز وطن واپس نہ پہنچ سکتے ہوں۔ اس ملک میں جو رواج ہے کہ چالیس روز کے بعد یا چھ ماہ یا سال کے بعد اپنے اقارب کو جمع کر کے کھانا کھلاتے ہیں اور رسوم بھاجی کے مطابق نقدی یا غلہ جو دیا ہو وہ وصول کرتے ہیں۔ اس سے مردے کے لئے ثواب کی امید نہیں ہو سکتی۔

سوال:

اس ملک میں رواج ہے کہ جمعہ کی رات کو فاتحہ اموات کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

اخرج ابن المبارک فی الزهد والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن ابی الدنیا وابن منده عن سعید بن المسیب عن سلمان قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاء ت و نفس الکافر فی سین قال ابن القیم البرزخ هو الحاجز بین الشیئین فکانه اراد فی ارض بین الدنیا والاخرة. واخرج ابن ابی الدنیا عن مالک بن انس قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسله تذهب حیث شاء ت.

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزہد میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی الدنیا اور ابن مندہ نے بروایت سعید بن المسیب نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں' جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔ ابن قیم نے کہا کہ برزخ دو چیزوں کے درمیان حاجز کو کہتے ہیں۔ پس گویا ابن قیم کی مراد یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں دنیا و آخرت کے درمیان زمین میں ہوتی ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے کہ حضرت مالک بن انس نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ مومنوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں چلی جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدیق میکنند از وے یانہ۔ (اشعۃ اللمعات جزء اول باب زیارت القبور ص ۷۶۳)

اسی واسطے جمعہ کی رات کو طعام پر فاتحہ پڑھ کر ہر دو کا ثواب ایصال کرتے ہیں۔ تاکہ روح محروم و مایوس واپس نہ جائے۔

سوال:

میت کی طرف سے اسقاط کرنے کا کیا حکم وطریقہ ہے؟

جواب:

اگر میت کے ذمہ فرائض وواجبات ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان کے فدیہ کی وصیت کرے جو ثلث ترکہ میں نافذ ہوگی۔ اگر اس کے ذمہ واجبات نہ ہوں تو اس کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے۔ اسقاط کا طریق یہ ہے کہ مرد کے لئے بارہ سال اور عورت کے لئے نو سال کل عمر میں سے وضع کر کے باقی عمر کے نماز روزے وغیرہ کا فدیہ شمار کیا جائے۔ اگر ثلث ترکہ اس تمام کو کفایت کرے تو وہ ثلث دے دیا جائے۔ اگر ثلث بہت کم ہو یا ترکہ کچھ بھی نہ ہو تو ورثہ حیلہ کو عمل میں لائیں۔ کیونکہ حیلہ کا جواز بروئے قرآن قصہ یمین ایوب علیہ السلام سے ظاہر ہے۔ مثلاً ہر نماز کے لئے نصف صاع گیہوں جو قریباً پونے دوسیر انگریزی کے برابر ہوتے ہیں شمار کریں۔ اور روزنہ چھ نمازوں کے حساب سے ایک مدت معینہ کی نمازوں کے فدیہ کا حساب لگادیں۔ پھر اس کے عوض نقدی یا قرآن شریف قرار دیں۔ اور کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیں کہ یہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کی نمازوں کا فدیہ ہے۔ وہ شخص قبول کرے اور پھر دینے والے کو ہبہ کر دے۔ اسی طرح یہ دور جاری رکھا جائے یہاں تک کہ تمام نمازیں میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں۔ نماز کی طرح ہر روزے کے لئے بھی نصف صاع گیہوں محسوب کیا جائے۔ اگر میت وصیت نہ کرے اور ورثہ تبرعاً اسقاط کر جائیں تو یہ بھی جائز ہے۔

روح البیان' جزء اول' ص ۹۴۶ میں مذکور ہے کہ مسئلہ اسقاط میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ نماز کے فدیہ میں قدر طعام معتبر ہے نہ کہ عدد مساکین' حتیٰ کہ اگر ایک دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں سے زائد دیا جائے تو جائز ہے۔ مگر کفارہ صوم اور کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں عدد مساکین معتبر ہے۔ اور بقدر نصاب یا نصاب سے زائد ایک فقیر غیر مقروض کو دینا مکروہ ہے۔ ہاں اگر فقیر مقروض یا صاحب عیال ہو تو مکروہ نہیں۔ غرض اسقاط کے جواز میں کلام نہیں۔ زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کتب فقہ کا مطالعہ کیجئے۔

سوال:

کیا بزرگوں کا عرس کرنا جائز ہے۔

جواب:

عرس کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی بزرگ کی وفات کے دن قرآن شریف پڑھ کر یا طعام و شیرینی تقسیم کر کے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔ یہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں اس کو مستحسنات متاخرین سے شمار کیا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر سے بھی عرس ثابت ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو عرس کی اصل خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے کیونکہ حضور انور ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جا کر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول رہا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ کہ وفات و میلاد کے دن تہنیت وافادہ کے علاوہ زائرین بھی ان خاص انوار سے مستفیض ہوتے ہیں جو اس دن وارد ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نسبت اویسیہ کے بیان میں یوں لکھتے ہیں:

> وصاحب ایں نسبت رالابد بہ نسبت آں ارواح محبت وعشق حاصل شود۔ وفنائی الشیخ دست دہد۔ وایں سر در جمیع احوال وے داخل شود در رنگ آنکہ آب در بیخ نہالے میزیزد وتازگی آں در ہر شاخ و برگ وگل ومیوہ سرایت میکند ودر ہر کسے حالے دیگر وواقعہ دیگر ظاہر شود۔ از ینجاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشان و التزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد ومنتسبان ایشان۔ (ہمعات مطبوعہ اسلامی پریس، تحفہ محمدیہ، ص ۲۴)

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

> رفتن برقبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر برقبور محض بنا بر زیارت واستغفار بروند۔ این قدر از روئے روایات ثابت است ودر تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سال آنحضرت ﷺ برمقابر میرفتند ودعا برائے مغفرت اہل قبور مے نمودند۔ ایں قدر ثابت ومستحب است۔ دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند۔ وفاتحہ برشیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند۔ ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا وخلفائے راشدین نہ بود۔ اگر کسی ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیاء واموات را حاصل میشود۔ سوم طور جمع شدن برقبور اینست کہ مردمان یک

روز معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ ونفیس پوشیدہ مثل روز عید شادمان شدہ بر قبرہا جمع میشوند۔ رقص ومزامیر ودیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور وطواف کردن قبور مینمائند۔ ایں قسم حرام وممنوع است بلکہ بعضے بحد کفر میرسند وہمین است محمل ایں دو حدیث ولا تجعلوا قبری عیدا چنانچہ درمشکوٰۃ شریف موجود است اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد ایں ہم درمشکوٰۃ است۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۳۸)

بعض لوگ حدیث لاتجعلوا قبری عیدا (میری قبر کو عید نہ بناؤ) کو منع عرس کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ جس کا جواب شاہ صاحب کی عبارت بالا سے ظاہر ہے۔

علامہ سمہودی وفاء الوفاء (جزء ثانی ص ۴۱۷) میں یوں لکھتے ہیں:

وقوله صلى الله عليه وسلم لا تجعلوا قبرى عيدا. قال الحافظ المنذرى يحتمل ان يكون المراد به الحث على كثره زياره قبره صلى الله عليه وسلم وان يهمل حتى لا يزار الا فى بعض الاوقات كالعيد الذى لاياتى فى العام الامرتين قال ويويده قوله لا تجعلوا بيوتكم قبورا اى لا تتركوا الصلوه فيها حتى تجعلوها كالقبور التى لا يصلى فيها. قال السبكى يحتمل ايضا ان يراد لا تتخذوا له وقتا مخصوصا لا تكون الزياره الا فيه ويحتمل ايضا ان يراد لا تتخذوه كالعيد فى العكوف عليه واظهار الزينه والاجتماع وغير ذلك مما يعمل فى الاعياد بل لا ياتى الا للزياره والسلام والدعاء ثم ينصرف عنه.

اور حضور اقدس ﷺ کا قول لاتجعلوا قبری عیدا حافظ منذری نے کہا احتمال ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کی کثرت پر ترغیب ہو اور اس امر پر کہ وہ یوں نہ چھوڑی جائے کہ بجز بعض اوقات کی زیارت نہ کیا جائے مثل عید کے جو سال میں دو دفعہ کے سوانہیں آتی۔ کہا منذری نے اس معنے کی تائید کرتا ہے۔ قول آنحضرت ﷺ کا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ یعنی ان میں نماز پڑھنا ترک نہ کرو یہاں تک کہ تم ان کو قبروں کی مثل بنادو۔ کہ کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ امام سبکی نے کہا احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ تم قبر شریف کے لئے خاص وقت مقرر نہ کرو کہ بجز اس وقت کے زیارت نہ ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تم قبر شریف کے مثل عید کو نہ سمجھو کہ اس کی پوجا کرنے لگو اور زینت واجتماع وغیرہ ظاہر کرنے لگو جو عیدوں میں معمول ہیں۔ بلکہ زائر فقط زیارت اور سلام اور دعا کے لئے آئے پھر وہاں سے چلا جائے

پس اس حدیث سے عرس زیر بحث ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال:

عام لوگ بکرا وغیرہ بنام اولیاء اللہ نذر کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ یہ پیر کا بکرا ہے۔ ایسے بکرے کا کیا حکم ہے؟

جواب:

اس قول سے عوام کی یہ مراد ہوتی ہے کہ نذر تو اللہ کے واسطے ہے۔ اور اس کے ثواب اس بزرگ کی روح کے لئے ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر احمدی یوں فرماتے ہیں:

وما اهل به لغير الله معناه ذبح به لاسم غير الله مثل لات و عزى و اسماء الانبياء (الى ان قال) ومن ههنا علم ان البقره المذوره للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وان كانوا ينذرونها له.

اور جس پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کا اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کے سوا لات وعزیٰ اور پیغمبروں کے نام لے کر ذبح کیا جائے۔ (یہاں تک کہ مصنف نے کہا) اور یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جو اولیاء کی نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے حلال طیب ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کے سوا کا نام نہیں لیا جاتا اگرچہ غیر اللہ کے لئے نذر کرتے ہیں۔

صاحب تفسیر احمدی نے آیہ (**وما اهل به لغير الله**) کے جو معنے بیان کئے ہیں، وہی تفسیر جلالین و مدارک و خازن و معالم وغیرہ میں موجود ہیں۔ پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ کسی حلال جانور کا غیر اللہ کے لئے محض مشہور کیا جانا اس کی حرمت کا باعث نہیں بن سکتا۔ بلکہ ذبح کے وقت اگر بجائے تکبیر کے غیر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہو جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنۡ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ الايه۔ (مائده: ۱۰۳)

اللہ نے نہیں ٹھہرایا بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔

اس آیت پر حاشیہ موضح القرآن میں ہے:

یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے۔ اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا۔ اور بعض شخص نے ٹھہرایا کہ جو بچہ نر ہو وہ بت کی نیاز ذبح کروں اور جو مادہ ہو میں رکھوں۔ پھر اگر نر و مادہ ملے تو نر بھی آپ رکھتا مادہ کے

ساتھ یہ وصیلہ تھا۔ اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے۔ اس اونٹ کو لادنا موقوف کرتے۔ اور جاری پانی پر سے نہ ہانکتے وہ حامی تھا۔ وہ سب غلط رسمیں ڈال کر اس کو حکم شرعی سمجھے تھے۔

یہ بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حامی اگر تکبیر سے ذبح کئے جائیں تو حلال ہیں۔ جیسا کہ آیہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (البقرہ :۱۶۸)

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے' وہ تمہارا دشمن ہے۔ صریح۔

کے شان نزول سے ظاہر ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

نزلت في ثقيف وخزاعه وعامر بن صعصعه وبنى مدلج فيما حرموا على انفسهم من الحرث والانعام من الحرث والانعام والبحيره والسائبه والوصيله والحام.

یہ آیت قبیلہ ثقیف اور غزاعہ اور عامر بن صعصعہ اور بنو مدلج کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے نفسوں پر کھیتی اور مواشی اور بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو حرام کر دیا تھا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

نزلت فى المشركين الذين حرموا على انفسهم البحيره والسائبه والوصيله والحام كما ذكره ابن جرير وابن عباس رضى الله عنهما.

یعنی یہ آیت ان مشرکین کی شان میں اتری جنہوں نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو اپنے نفس پر حرام کر دیا جیسا کہ ابن جریر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے۔

اب غور کیجئے کہ جانور کان چیر کر بتوں کی نذر کئے جائیں یا ویسے ہی بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جائیں وہ تو بحکم الٰہی اس فعل سے حرام نہ ہوں اور جو اولیاء اللہ کی نذر مشہور کر دیے جائیں' وہ حرام ہو جائیں۔ یہ صریح بے انصافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں میخندند
در سرکار خرابات کنند ایماں را

سوال:

کیا اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا جائز ہے؟

جواب:

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح سفر السعادت (مطبوعہ نولکشور ص ۲۷۲) میں اس متن (و نہی فرمود کہ بر سر قبرہا مساجد بنا کنند و یا بر سر گورہا چراغ افروزند و بر فاعل آں لعنت کرد و نہی فرمود از نماز گزاردن در گورستان و در برابر گور و نہی فرمود از خوار داشتن گور بحدے کہ پامال کنند یا براں تکیہ کنند یا بالائے آں نشیند) کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

آنچہ مصنف ذکر کردہ حق است و احادیث صحیح دریں باب وارد۔ و اصل سنت در زمان بوت و خلفائے راشدین وصحابہ ہمیں بود ولیکن بعد ازاں ایں تکلفات در مقابر پیدا شد۔ و مفاخرت و مباہات بداں راہ یافتہ۔ و در آخر زماں بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظما دیدہ چیزہا افزودند۔ تا از انجا ہیبت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔ و اگر جہال و عوام چیز کنند یقین کہ ارواح بزرگان ازاں راضی نخواہد بود۔ و ساحت عزت ایشان موجب برکت و نورانیت و صفا است۔ و زیارت مقامات متبرکہ و دعا در آنجا متوارث است۔ امام شافعی گفتہ اند کہ قبر امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ و علی آبائہ الکرام تریاق مجرب است برائے اجابت دعا۔ و در زیارت قبور احترام اہل آں را در استقبال و جلوس و تادب ہماں حکم است کہ در حالت حیات بود۔ کذا قال الطیبی و در بعضے ازیں امور مذکورہ بعض وجوہ در کتب فقہ متاخرین توسعہ و ترخیصے نیز میتواں یافت واللہ اعلم۔

تفسیر روح البیان (جزء اول، ص ۸۷۹) میں ہے:

قال الشيخ عبدالغنى النابلسى فى كشف النور عن اصحاب القبور ماخلاصته القبور ماخلاصته ان البدعه الحسنه الموافقه لمقصود الشرع

تسمی سنه. فبناء القباب علی قبور العلماء والاولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب علی قبورحهم جائز اذا كان القصد بذلک التعظيم فی اعين العامه حتی لا يحتقروا صاحب هذا القبر و كذا ايقاد القناد يل والشمع عند قبور الاولياء والصلحاء من باب التعظيم والاجلال ايضا للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن. ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبه فيهم جائز ايضا لا ينبغی النهی عنه.

شیخ عبدالغنی نابلسی نے جوکشف النور عن اصحاب القبور میں فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت کہلاتی ہے۔ پس علماء واولیاء وصلحا کی قبروں پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر پردے اور عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے۔ جبکہ اس سے مقصود عوام کی نظروں میں تعظیم ہو تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ اور اسی طرح اولیاء وصلحا کی قبروں کے پاس قنادیل وشمع کا جلانا بھی ان کی تعظیم وقدر افزائی کی قسم ہے۔ پس اس میں نیک مقصد ہے۔ اور اولیاء اللہ کے لئے از روئے تعظیم ومحبت روغن زیتون اور شمع کی نذر بھی جو ان کی قبروں کے پاس جلائی جائے جائز ہے۔ ایسی نذر سے منع نہ کرنا چاہئے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ (جزء اول ص ۳۷۲) میں ہے:

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه.

سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبر پر عمارت کو روا رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں۔ اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

ردالمحتار حاشیہ درمختار (مطبوعہ مصر، جزء خامس، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ص ۲۵۳) میں ہے:

كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب علی قبور الصالحين والاولياء قال فی فتاوی الحجه وتكره الستور علی القبور.

بعض فقہاء نے صالحین اور اولیاء کی قبروں پر پردوں، عماموں اور کپڑوں کے ڈالنے کو مکروہ کہا ہے۔ فتاویٰ حجہ میں کہا کہ قبروں پر پردے مکروہ ہے۔

ولكن نحن نقول الان اذا قصد به التعظيم في عيون العامه حتى كه يحظروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعه فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقرى حتى يخرج من المسجد اجلاله للبيت حتى قال في منهاج السالكين انه ليس فيه سنه مرويه ولا اثر محكي وقد فعله اصحابنا اه كذافي كشف النور عن اصحاب القبور للاستاد عبدالغني النابلسي قدس سره.

لیکن ہم اب کہتے ہیں کہ جب اس سے مقصود عام لوگوں کی نظروں میں صاحب قبر کی تعظیم ہو اور یہ غافل زائرین کے ادب وخشوع پیدا کرنے کے لئے ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ اگر چہ یہ بدعت ہے۔ پس یہ امر فقہاء کے اس قول کی مثل ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لئے طواف وداع کے بعد رجعت قہقری کرے یہاں تک کہ مسجد حرام سے نکل جائے۔ حتیٰ کہ منہاج السالکین میں کہا کہ اس بارے میں نہ کوئی سنت آئی ہے نہ کوئی اثر۔ حالانکہ اس کو ہمارے اصحاب نے کیا ہے۔

کشف النور عن اصحاب القبور مصنفہ استاد عبدالغنی نابلسی قدس سرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

سوال:

دستور ہے کہ مردے کے کفن کو آب زم زم سے تر کرتے ہیں۔ اور ستر کعبہ یا کوئی اور تبرک کفن میں شامل کر دیتے ہیں۔ اور عہد نامہ یا کلمہ شریف کفن پر لکھتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے۔

جواب:

حجۃ الاسلام امام غزالی (مضنون کبیر، ص ۲۹۔۳۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

لووضع شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم او عصاه اوسوطه على قبر عاص او مذنب نجازالک المذنب ببركات تلک الذخيره من العذاب وان كانت في دار انسلن اوبلده لا يصيب تلک الدار واهلها وتلک البلده وسكانها بركاتها بلاء وان لم يشعربها صاحب الدار وساكن البلده (الى ان قال) وكل من اطاع سلطانا وعظمه فاذا دخل بلدته وراى فيها سهما من ججه ذلک السلطان اوسوطاله فانه يعظم تلک البلده فالملائكه عليهم السلام يعظمون النبى فاذا راواذخائره فى دار اوبلده اوقبر عظموا صاحبه وخففوا عليه العذاب ولذلک السبب ينفع الموتى ان توضع على قبورهم المصاحف ويتلى القرآن على رءوس قبورهم ويكتب القرآن على قراطيس وتوضع القراطيس فى ايدى الموتى.

اگر رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک یا آپ کا عصا مبارک یا آپ کا کوڑا مبارک کسی عاصی یا گنہگار کی قبر پر رکھا جائے تو وہ گنہگار اس ذخیرے کی برکتوں سے عذاب سے نجات پاتا ہے۔ اگر یہ ذخیرہ کسی انسان کے گھر یا کسی شہر میں ہو تو اس گھر اور گھر والوں اور اس شہر اور باشندگان شہر کو اس کی برکتوں سے کوئی بلا نہیں پہنچتی۔ اگرچہ صاحب خانہ اور باشندہ شہر کو اس ذخیرہ کا علم نہ ہو (یہاں تک کہ کہا مصنف نے) اور جو کسی بادشاہ کی اطاعت و تعظیم کرتا ہو جب وہ اس بادشاہ کے شہر میں داخل ہو اور اس میں اس بادشاہ کی ترکش کا ایک تیر دیکھے یا اس کا کوڑا دیکھے تو وہ اس شہر کی تعظیم کرے گا۔ اسی طرح ملائکہ علیہم السلام کو ہے ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی گھر یا شہر یا قبر میں آپ کے ذخائر کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ صاحب قبر کی عزت کرتے ہیں اور اس پر عذاب ہلکا کر دیتے ہیں۔ اسی سبب سے مردوں کی قبروں پر قرآن مجید کا رکھا جانا اور ان کی قبروں کے پاس قرآن مجید پڑھا جانا اور کاغذوں پر قرآن شریف لکھ کر مردوں کے ہاتھوں میں رکھا جانا فائدہ دیتا ہے۔

تفسیر روح البیان (جزءاول، ص ۷۵۵) میں بحوالہ اسرار محمدیہ **وان لم یشعر بھا** کے بعد یہ بھی لکھا ہے:

ومن ھذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ وبطانہ استار الکعبہ والتکفن بھا.

اسی قبیل سے ہیں آب زمزم اور آب زمزم سے تر کیا ہوا کفن اور ستر کعبہ کا استر اور اس کو کفن بنانا۔

طبقات ابن سعد (جزء خامس، ترجمہ عمر بن عبدالعزیز، ص ۳۰۰) میں ہے:

اخبرنا محمد بن عمر قال نامحمد بن مسلم بن جمار عن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ قال اوصی عمر بن عبدالعزیز عند الموت فدعا بشر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظفار من اظفارہ وقال اذا مت فخذوا الشعر والظفار ثم اجعلوہ فی کفنی ففعلوا ذلک.

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہا خبر دی ہم کو محمد بن مسلم بن جمار نے عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ سے کہ کہا اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت کی۔ پس نبی ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک طلب کئے اور فرمایا کہ جب میں مر جاؤں، ان موئے مبارک و ناخن مبارک کو لے کر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

درمختار میں لکھا ہے کہ ''اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میت کو بخش دے۔'' اس پر شامی نے بحث کی ہے اور نظر براحترام قرآن مجید و اسمائے حسنیٰ اس

کے جواز میں تامل کیا ہے۔ (ردالمحتار' جزء اول' ص ۶۶۷)

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔ لیکن ایں راد وطریق است اول اینکہ بر سینہ مردہ و درون کفن یا بالائے کفن گزارند۔ ایں طریق را فقہاء منع میکنند ومیگویند کہ از بدن مردہ خون وریم سیلان مے کنند وموجب سوء ادب باسماء بزرگان میشود۔ وطریق دوم ایں ست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بہ گزارند۔ ودر آں کاغذ شجرہ رانہند۔

(فتاویٰ عزیزیہ' مطبوعہ مجتبائی دہلی' جلد اول' ص ۱۷۴)

پس اگر عہد نامہ کو بھی قبر کے اندر مردے کے سرہانے ایک طاقچہ میں رکھ دیں تو اس کے جواز یں کسی کو بھی کلام نہیں۔

سوال:

کیا والدین اور اولیاء صالحین کی قبروں کو بوسہ دینا اور اماکن متبرکہ اور بزرگوں کے ہاتھوں کو چومنا جائز ہے؟

جواب:

بہ نیت تبرک جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری (کتاب الکراہیہ' باب ۱۶) میں ہے:

ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذلک من عادہ النصاری ولا باس بتقبیل قبر والدیه کذافی' الغرائب.

قبر پر ہاتھ نہ ملے اور نہ اس کو بوسہ دے کیونکہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ اور والدین کی قبر کے بوسہ دینے میں کچھ ڈر نہیں۔

علامہ ابن مرزوق قصیدہ بردہ کی بیت لاطیب یعدل کی شرح میں لکھتے ہیں:

فلیس المراد به تقبیل القبر الشریف فانه مکروہ.

الشام سے مراد قبر شریف کو بوسہ دینا نہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

اس پر علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

الالقصد تبرک فلا کراهه کما اعتمادہ الرملی.

اگر بہ قصد تبرک قبر شریف کو بوسہ دے تو بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ علامہ رملی نے فتویٰ دیا ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب' جزء ثامن' ص ۳۱۵)

علامہ بدرالدین عینی حنفی (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' جزء رابع' ص ۵۰۷) میں تحریر فرماتے ہیں:

وقال (شیخنا زین الدین) ایضا واما تقبیل الاماکن الشریفه علی قصد

التبرک وکذلک تقبیل ایدی الصالحین وارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد والنیه وقد سال ابوهریره الحسن رضی الله تعالیٰ عنه ان یکشف له المکان رضی الله تعالیٰ عنه ان یکشف له المکان الذی قبله رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو سرته فقبله تبرکا باثاره وذریته صلی الله علیه وسلم وقد کان ثابت البنانی لا یدع ید انس رضی الله عنه حتی یقبلها ویقول ید مست ید رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال ایضا واخبرنی الحافظ ابوسعید بن العلائی قال رایت فی کلام احمد بن حنبل فی جزء قدیم علیه خط ابن ناصر وغیره من الحفاظ ان الامام احمد سئل عن تقبیل قبر النبی صلی الله علیه وسلم وتقبیل منبره فقال لاباس بذلک قال فاریناه للشیخ تقی الدین بن تیمیه فصار یتعجب من ذلک ویقول عجبت احمد عندی جلیل یقوله هذا کلمه او معنی کلامه وقال وای عجب فی ذلک وقد روینا عن الامام احمدانه غسل قمیصا للشافعی وشرب الماء الذی غسله به واذا کان هذا تعظیمه لاهل العلم فکیف بمقابر الصحابه وکیف باثار الانبیاء علیهم الصلاه والسلام. ولقد احسن مجنون لیلی حیث یقول ۔

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

وقال المحب الطبری ویمکن ان یستنبط من تقبیل الحجر واستلام الارکان جواز تقبیل ما فی تقبیله تعظیم الله تعالیٰ فانه ان لم یرد فیه خبر بالندب لم یرد بالکراهیه قال وقد رایت فی بعض تعالیق جدی محمد بن ابی بکر عن الامام ابی عبدالله محمد بن ابی الصیف ان بعضهم کان اذا رای المصاحف قبلها واذا رای اجزاء الحدیث قبلها واذا رای قبور الصالحین قبلها قال ولا یبعد هذا والله اعلم فی کل مافیه تعظیم لله تعالیٰ.

اور (ہمارے شیخ زین الدین نے) یہ بھی کہا کہ تبرک کے ارادے سے اماکن شریفہ کو بوسہ دینا اور اسی طرح صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دینا ارادے اور نیت کے اعتبار سے اچھا پسندیدہ ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن

رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے وہ جگہ برہنہ کر دیں جسے رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ اور وہ آپ کی ناف مبارک تھی۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی ذریت اور آپ کے آثار کو متبرک سمجھ کر اسے بوسہ دیا۔ اور حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بوسہ دیئے بغیر نہ چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے۔ اور شیخ زین الدین نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھے حافظ ابو سعید بن العلائی نے خبر دی کہا (حافظ موصوف نے) کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے کلام میں ایک پرانے جزء میں جس پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ کی تحریر تھی یہ لکھا دیکھا ہے کہ امام احمد نے نبی ﷺ کی قبر شریف اور منبر شریف کے بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں۔ حافظ موصوف کا بیان ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ ابن تیمیہ کو دکھایا اور اس پر وہ تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے تعجب ہے امام احمد میرے نزدیک بزرگ شخص ہیں۔ یہ ابن تیمیہ کا کلام ہے یا اس کے کلام کے معنے ہیں۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ اس میں کیا عجب ہے ہم سے امام احمد کی نسبت روایت کی گئی کہ آپ نے امام شافعی کی قمیص کو دھویا اور اس کا غسالہ پی لیا۔ جب آپ اہل علم کی اتنی تعظیم کرتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آثار کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور لیلیٰ کے عاشق مجنوں نے اچھا کہا ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذا الجدار واذا الجدارا

"میں لیلیٰ کے گھروں پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو۔"

وما حب الدیار شغفن
ولکن حب من سکن الدیار

"اور گھروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے"

اور محب طبری نے کہا کہ حجر اسود اور ارکان کعبہ کو بوسہ دینے سے یہ مسئلہ نکل سکتا ہے کہ جسے شے کے بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے استحباب میں کوئی حدیث نہیں آئی تو اس کی کراہیت میں بھی کوئی حدیث وارد نہیں۔ کہا (محب طبری نے) کہ میں نے اپنے جد بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابوعبداللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ جب قرآن کریم کو دیکھتا تو اسے بوسہ دیتا۔ اور جب حدیث کے اجزاء کو دیکھتا تو انہیں بوسہ دیتا۔ اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتا تو انہیں بوسہ دیتا اور جس شئے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں۔ واللہ اعلم۔

سوال:

کیا بزرگان دین کے مزارات پر خوشبودار پھول رکھنے جائز ہیں؟

جواب:

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر من البول وفی روایہ لمسلم لا یستنزہ من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمہ ثم اخذ جریدہ رطبہ ثم غرزفی کل قبر واحدہ قالوا یارسول اللّٰہ لم صنعت ھذا فقال لعلہ ان یخفف عنھما مالم ییبسا متفق علیہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں سے گزرے۔ پس آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جاتے ہیں اور کسی بڑے (۱) گناہ کے سبب عذاب نہیں دیئے جاتے۔ ان میں ایک تو پیشاب سے پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا غیبت کے لئے لوگوں کی طرف جایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ لی اور اسے دو

(۱) عذاب کردہ نمے شوند بجہت گناہ ہے بزرگ یعنی درگمان ایشان یادرکار یکہ شاق ودشوار بود پرہیز کردن ازاں نہ آنکہ آں چیز در دین کارے آسان است وشناعتے ندارد وہم چنیں باشد کہ کوث بول وتلبس بہ نمیمہ از شنائع وقبائح عظیمہ اندر در دین [illegible]

ٹکڑے کیا پھر ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ کیوں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بدیں امید کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے
یہاں تک کہ یہ دو ٹکڑے خشک ہو جائیں۔ (مشکوٰۃ' کتاب الطہارۃ' باب آداب الخلاء۔)
شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں:

ودر توجیہ ایں حدیث علماء را اختلاف است کہ بنائے امید داشت تخفیف عذاب تا مدت رطوبت آں شاخہا برچیست۔ بعض مردم برآنند بنائے آں برآن است کہ نباتات تا زمانے کہ تر وتازہ اند تسبیح مے گویند حق را۔ ومراد بہ شے در کریمہ (وان من شئ الا یسبح بحمدہ) شے حی است وحیات چوب تا زمانے است کہ خشک نہ شدہ است۔ و حیات سنگ تا شکستہ نشدہ یا تسبیح خاص مخصوص بحی است وآنکہ عام است ہر شئے را بہ معنی ودلالت بر وجود صانع ووحدت وصفات کمال اوست۔ وتمسک کنند ایں جماعہ بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل ریحان بر قبور۔ وخطابی کہ از ائمہ اہل علم وقدوہ شراح حدیث است ایں قول را رد کردہ است وانداختن سبزہ وگل را بر قبور بہ تمسک بایں حدیث انکار نمودہ وگفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد ودر صدر اول نبودہ۔ انتہی بقدر الحاجہ۔

(اشعۃ اللمعات' جلد اول' ص ۲۱۵)

علامہ ابن حجر شافعی نے خطابی کے اعتراض کا یوں جواب دیا ہے:

قوله لا اصل له ممنوع بل هذا الحديث اصل اصيل له ومن ثم افتى بعض الائمه من متاخرين اصحابنابان ما اعتيد من وضع الريحان والجريد سنه لهذا الحديث.

خطابی کا یہ قول کہ قبروں پر سبزہ وگل ڈالنے کی کوئی اصل نہیں ممنوع ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس عمل کے لئے اصل اصیل ہے۔ اسی واسطے ہمارے اصحاب متاخرین میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ قبر پر شاخ خرما اور ریحان کا رکھنا اس حدیث کی رو سے سنت ہے۔ (مرقات' شرح مشکوٰۃ' جزء اول' ص ۲۸۶)

علامہ ابن عابدین اس حدیث کی بحث میں لکھتے ہیں:

ويوخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد فى زماننا من وضع اغصان الاس ونحوه وصرح بذلك ايضا جماعه من الشافعيه

وهذا اولی مما قاله بعض المالكيه من ان التخفيف عن القبرين انما حصل ببركه يده الشريفه صلی الله عليه وسلم اودعائه لهما فلا يقاس عليه غيره. وقد ذكر البخاری فی صحيحه ان بريده بن الخصيب رضی الله عنه اوصی بان يجعل فی قبره جريد تان. والله تعالیٰ اعلم.

نباتات کی تسبیح اور اس حدیث سے یہ مسئلہ لیا جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے اتباع کے لئے شاخ کا قبر پر رکھنا مستحب ہے اور یہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ قبروں پر آس کی شاخیں اور اس طرح کی اور چیزیں رکھتے ہیں وہ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اور شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بہتر ہے اس سے جو بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ دونوں قبروں سے تخفیف صرف حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے یا آپ کی دعا سے ہوئی اس لئے اس پر غیر کو قیاس نہ کیا جائے۔ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ۔ نے وصیت کی کہ میری قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔ واللہ اعلم۔

(ردالمحتار' جزء اول' ص ۶۶۷)

جب میں بعون الٰہی یہ کتاب یہاں تک لکھ چکا تو مجھے بسبیل ڈاک مولوی محمد فاضل صاحب کا اشتہار ملا۔ جو بلفظہ مع جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

کہ عام مردگان یا اولیاء اللہ بعد الموت زیارت کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں یا نہ۔ جو کچھ جواب ہووے بمعہ نام کتاب ونقل عبارت ہو۔ بینوا توجروا عند اللہ الوھاب یوم الحساب۔

الجواب:

علاوہ انبیاء علیہم السلام وشہدائے کرام تمام مردگان عموماً کچھ نہیں سنتے۔ اور نہ ان میں سننے سمجھنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ لان المقصود من كلام الافهام والمت يانفيه (ہدایہ یوسفی آخرین' جلد ۳' ص ۲۸۳) والموت ينافيه لانه لا يسمع ولا يفهم (فتح القدیر' نولکشوری' باب الایمان' جلد ۴' ص ۵۶۰) والموت ينافی الكلام لان المراد من الكلام الاسماع والميت ليس باهل للاسماع (عینی شرح ہدایہ نولکشوری' جلد ۲ ص ۶۴۰/۲۰) لان المقصود من الكلام الافهام

والموت ینافیہ (شامی' جلد۳' ص۱۴۳/۱۶) انما السماع یستلزم الحیاۃ وھی مفقود وانما تجیی عند السوال (طحطاوی علی المراقی الفلاح' ۳۲۷' ۱۲) عند اکثر مشائخنا ھو ان المیت لا یسمع (فتح القدیر' باب الجنائز' نولکشوری' جلد۱' ص۴۷۳/۲۴) لان المیت لا یسمع بنفسہ (شرح فقہ اکبر علی قاری ' ص ۱۵۹/ ۲) ولھذا شبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم (خازن' جلد ۲ ص ۱۵) ومعنی الایہ انھم لفرط اعرابھم عما یدعون الیہ کالمیت الذی لا سبیل الی سماعہ. (خازن' جلد۳' ص۴۱۹/۹)

اکثر عدم جواز استمداد کے قائل ہیں اس بناء پر کہ سماع اموات ثابت نہیں (فتاویٰ عبدالحیٔ' جلد اول' ص۱۳۳۸/۱۳) یہ تمام عبارتیں کتب فقہائے حنفی المذہب کی ہیں جو کہ متفق اللفظ ہو کر حکم سناتے ہیں کہ مراد کلام سے مخاطب کا سننا یا سمجھنا ہوتا ہے اور موت سننے و سمجھنے دونوں کو اڑا دیتی ہے۔ جس بناء پر تمام فقہائے حنفیہ و بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ مردہ کچھ نہیں سنتا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ المشتہر: خادم العلماء محمد ابوالحیٔ فاضل امام مسجد چک نمبر ۲۸۷' شالی کوگیرہ' برانچ ڈاک خانہ' چک نمبر ۲۵۶' براستہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ' ضلع لائل پور۔

اقوال وباللہ التوفیق

مجیب نے جو عبارات کتب فقہ سے نقل کی ہیں وہ مسئلہ یمین کے متعلق ہیں۔ مسئلہ یمین یوں ہے کہ اگر قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا تو یہ قسم اس شخص کی حیات پر مقصود ہوگی۔ اصل مسئلہ صرف اتنا ہی ہے اور یہی کتب ظاہر روایت میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام صاحب کے بہت مدت بعد اس متن کی شرح میں قسم زیر بحث کے حالت حیات پر مقصود ہونے کی یہ وجہ درج کر دی گئی ہے کہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے۔ مگر مردہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ پس اگر موت کے بعد اس شخص سے کلام کرے گا تو حانث نہ ہوگا۔ یہی وجہ مجیب نے مختلف کتابوں سے نقل کی ہے۔ ہم اس پر بحوالہ کتب مفصل بحث کر آئے ہیں۔ لہٰذا یہاں اس کا بقدر ضرورت خلاصہ مگر مع الاضافہ درج کیا جاتا ہے۔ عبارت مندرجہ اشتہار سے تو مجیب کی سمجھ کے مطابق انبیائے کرام وشہدائے عظام کا سماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ان عبارتوں میں اگر میت سے مراد فقط بدن مردہ ہے تو اس کے عدم سماع میں کسی کو کلام نہیں۔ ہاں اگر اس سے مراد بدن مردہ کے ساتھ روح کی موت بھی ہے تو روح کی موت بدیں معنے کہ اس کو بدن سے مفارقت کے سبب فقط تالم ہوتا ہے مسلم ہے' اور سماع موتی کے یہی معنے ہیں کہ روح جس پر اس طرح موت وارد ہو چکی ہے بتوسط ابدان یا بلا توسط ابدان سنتی ہے۔ مگر بدیں معنی کے بدن کی موت کے ساتھ روح کے ادراکات زائل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نیست ونابود ہو جاتی ہے مسلم نہیں۔ کیونکہ یہ حنفیہ کرام کا مذہب نہیں بلکہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ حنفیہ کرام کیا بلکہ تمام اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہے کہ موتی کے لئے ادراکات مثل علم وسمع ثابت ہیں۔ اور یہی قرآن کریم اور آثار واحادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا عبارات زیر بحث میں سے شارحین کی مراد بدن مردہ ہے جس سے روح پرواز کر چکی ہو۔ اور سیاق (قبر میں حیات کا دیا جانا) بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی حنفی بھائی اصرار کرے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ نہ بدن مردہ سنتا ہے اور نہ روح مردہ سنتی ہے تو میں نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ جن مشائخ کی طرف ایسے عدم سماع کا قول منسوب ہے وہ یقیناً معتزلی الاصول حنفی الفروع اصحاب ہیں جو مشائخ حنفیہ میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں معتزلہ کا یہ قول سہواً کسی شرح میں درج ہو گیا پھر بغیر تدبر وتنبیہ کے یکے بعد دیگرے اسی کو نقل کرتے چلے آئے ایسا ہونا کچھ محال نہیں۔

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کو دیکھئے کہ تفسیر مدارک میں اللہ یتوفی الانفس۔ الایہ۔ کی تفسیر میں جاراللہ زمخشری کی تفسیر کشاف کی عبارت لفظاً بلفظ نقل کر گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ موت سے روح کے ادراکات سلب ہو جاتے ہیں۔ بریں تقدیر عبارات زیر بحث سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ علامہ شامی و طحطاوی وعلی القاری وعینی وغیرہ سماع موتی کے قائل نہیں کیونکہ سماع موتے تو اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ یہ بزرگ کس طرح اس کے خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ توضیح مطلب کے لئے ہم ان کی دوسری عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

علامہ شامی زیارت قبور کے آداب کو یوں لکھتے ہیں:

وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارہ ماقالوا من انه یاتی الزائر من انه یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لامن قبل راسه لانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره لکن هذا اذا امکنه والافقد ثبت انه علیه الصلاه والسلام قرا اول سوره البقره عند راس میت وآخرها عند رجلیه ومن آدابها ان یسلم بلفظ السلام علیکم علی الصحیح لا علیکم السلام فانه ورد السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء الله بکم لاحقون ونسال الله لنا ولکم العافیه ثم یدعو قائما طویلا وان جلس یجلس بعیدا اوقریبا بحسب مرتبته فی حال حیاته. اه

لباب المناسک کی شرح جو ملا علی القاری نے لکھی ہے اس میں یہ لکھا ہے پھر زیارت قبور کے آداب میں سے فقہاء نے یہ بتایا ہے کہ زائر میت کے پاؤں کی طرف سے آئے۔ اور سر کی طرف سے نہ آئے۔ کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کے بصر کے لئے زیادت مشقت کا باعث ہے۔ بخلاف صورت اول کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا۔ مگر یہ حکم جب ہے کہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ ورنہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورۂ بقرہ کا اول میت کے سر کے پاس اور اسی سورہ کا آخری میت کے پاؤں کے پاس پڑھا۔ اور آداب زیارت سے یہ ہے کہ بنابر قول صحیح لفظ السلام علیکم سے سلام کرے نہ کہ علیکم السلام سے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء الله بکم لا حقون ونسال الله لنا ولکم العافیه۔ پھر دیر تک کھڑے ہوکر دعا مانگے۔ اگر زائر بیٹھے تو حالت حیات میں جو میت کا مرتبہ تھا' اسے ملحوظ رکھ کر دور یا نزدیک بیٹھے۔ (ردالمختار' جزء اول' ص ۶۶۴)

اس عبارت میں سلام کہنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر مزور کو زیارت کا علم نہ ہو تو اس کے سلام کہنے والے کو زائر نہیں کہتے۔ اور آداب زیارت میں سے ایک یہ بتایا گیا کہ میت کو سلام کے وقت زندہ

شخص کی طرح جو سنتا سمجھتا ہو خطاب کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور میت کا دیکھنا بھی مذکور ہے۔ اور پھر یہ حکم ہے کہ میت کی تعظیم حالت حیات کی طرح کرنا چاہئے۔ شامی نے اسی صفحہ (جزء اول، ص ۶۴۴) پر محمد بن واسع کا یہ قول نقل کر کے برقرار رکھا ہے کہ مردے جمعہ کو اور اس سے ایک دن آگے پیچھے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ شامی سماع موتے کے قائل ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن الہمام آداب زیارۃ النبی ﷺ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

وقالوا في زيارة القبور مطلقًا الاولى ان ياتي الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل راسه فانه اتعب لبصر الميت بخلاف الاول لانه يكون مقابل بصره لان بصره ناظر الى جهة قدميه اذ كان على جنبه.

اور فقہاء نے مطلق زیارت قبور میں فرمایا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے آئے نہ کہ اس کے سر کی طرف سے۔ کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کی بصر کے لئے زیادہ مشقت کا باعث ہے۔ بخلاف صورت اول کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا۔ اس لئے کہ میت کی بصر اس کے قدموں کی طرف دیکھنے والی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے پہلو پر ہوتا ہے۔ (فتح القدیر، جزء ثالث، ص ۹۵)

مجیب نے حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ اس میں نہیں ہے بلکہ اس میں زیارت القبور کے بیان میں یوں لکھا ہے:

واخرج ابن ابي الدنيا والبيهقي في الشعب عن محمد بن واسع قال بلغني ان الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما بعده وقال ابن القيم الاحاديث والاثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد عليه وهذا عام في حق الشهداء وغيرهم وانه لا توقيت في ذلك قال وهو اصح من اثر الضحاك الدال على التوقيت.

ابن ابی الدنیا نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کی کہ کہا محمد بن واسع نے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے اپنے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ اور ابن قیم نے کہا کہ احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں کہ زیارت کرنے والا جب آتا ہے تو مزور کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کا سلام سن لیتا ہے۔ اور اس سے میت کا دل بہلتا ہے۔ اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ (یعنی میت کو علم ہو جانا اور زائر کو سلام کا جواب دینا وغیرہ) شہداء اور غیر شہداء کے حق میں عام ہے اور اس کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں۔ اور ابن قیم نے کہا کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ ضحاک کی روایت سے

جو توقیت پر دلالت کرتی ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی مراقی الفلاح' مطبوعہ مصر' ص ۳۴۰)

اس سے علامہ طحطاوی کا عقیدہ درباب سماع موتی ظاہر ہے۔ مجیب نے جو شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا ہے' وہ اسے مفید نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا قول ہے کہ میت کو غیر کے عمل کا ثواب بصورت ایصال پہنچتا ہے۔ جو اس کے منکر ہیں وہ ایک تو آیہ وان لیس للانسان الی ماسعی پیش کرتے ہیں اور دوسرے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثه۔ (الحدیث)(۱)

ملا علی القاری نے آیت کا جواب دے کر اس حدیث کا جواب یوں دیا ہے:

> **واما الحديث فيدل على انقطاع عمله ونحن نقول به وانما الكلام في وصول ثواب غيره اليه والموصل للثواب الى الميت هو الله تعالىٰ سبحانه لان الميت لا يسمع بنفسه والقرب والبعد سواء في قدره الحق سبحانه.**
>
> رہی حدیث سو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مردے کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ اور ہم اسی کے قائل ہیں۔ کلام تو صرف اس میں ہے۔ کہ غیر کے عمل کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے' اور میت کو ثواب پہچانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیونکہ مردہ بالذات سنتا نہیں اور اللہ پاک کی قدرت میں نزدیکی اور دوری برابر ہے۔

(شرح فقہ اکبر' مطبوعہ مجتبائی دہلی' ص ۱۵۹)

یہ عبارت شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر اور مطبوعہ لاہور میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر میرے خیال میں یہاں کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ عدم سماع بالذات اپنے ماقبل کی علت نہیں ٹھہر سکتا۔ پس **لا يسمع بنفسه** کی جگہ **لا يتمتع بنفسه**۔ (یعنی مردہ بذات خود فائدہ نہیں اٹھا سکتا) ہونا چاہئے۔ شیخ اسماعیل حقی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

> **والحاصل ان المرد بهذا الحديث عمله المضاف الى نفسه فهو منقطع واما العمل المضاف الى غيره فلا ينقطع فللغيران يجعل ما له من اجر عمله الى من اراده**
>
> حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مردے کا عمل ہے جو اس کی ذات کی طرف منسوب ہو سو یہ منقطع ہے۔ رہا وہ عمل جو غیر کی طرف منسوب ہو وہ منقطع نہیں۔ غیر کو

---

(۱) عن ابی هريره رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثه صدقه جاريه اوعلم ينتفع به اوولد صالح يدعو له. رواه مسلم. (مشكوة. كتاب العلم. فصل اول)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عمل سے صدقہ جاریہ یا علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک فرزند جو اس کے حق میں دعا کرے۔

جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب جس کو چاہے بخش دے۔

(تفسیر روح البیان' جزء رابع ص ۱۶۸)

اگر لایسمع بنفسہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ہمیں مضر نہیں اور مجیب کو مفید نہیں۔ کیونکہ سماع بالذات کا کوئی قائل نہیں۔ مجیب نے اس مقام پر تدبر سے بالکل کام نہیں لیا۔ اس سے چند سطریں پہلے یہ عبارت ہے:

والشافعی رحمه الله جوزهذا فی الصدقه والعباده المالیه وجوزه فی الحج واذا قری فللمیت اجر المستمع ومنع وصول ثواب القرآن الی الموتی وثواب الصلوٰه والصوم وجمیع الطاعات والعبادات غیر المالیه وعند ابی حنیفه رحمه الله واصحابه یجوز ذلک وثوابه الی المیت.

اور امام شافعی اس کو جائز رکھتے ہیں کہ صدقہ اور عبادت مالیہ اور حج کا ثواب مردے کو پہنچ جاتا ہے اور جب (قبر پر) قرآن پڑھا جائے تو مردے کو سننے والے کا ثواب ملتا ہے اور وہ (یعنی امام شافعی) عبادت مالیہ کے سوا تمام طاعات و عبادات اور صوم و صلوٰۃ اور قرآن کا ثواب مردے کو پہنچنے کے قائل نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور اس کا ثواب مردے کو ملتا ہے۔

(شرح فقہ اکبر' مطبوعہ مجتبائی' ص ۱۵۸)

یہ عبارت شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر اور مطبوعہ لاہور میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر میرے خیال میں یہاں کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ عدم سماع بالذات اپنے ماقبل کی علت نہیں ٹھہر سکتا۔ پس لا یسمع بنفسہ کی جگہ لا یتمتع بنفسہ (یعنی مردہ بذات خود فائدہ نہیں اٹھا سکتا) ہونا چاہئے۔ شیخ اسماعیل حقی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

والحاصل ان المراد بهذا الحدیث عمله المضاف الی نفسه فهو منقطع واما العمل المضاف الی غیره فلا ینقطع فللغیر ان یجعل ما له من اجر عمله الی من اراد.

حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مردے کا عمل ہے جو اس کی ذات کی طرف منسوب ہو سو منقطع ہے۔ رہا وہ عمل جو غیر کی طرف منسوب ہو وہ منقطع نہیں۔ غیر کو

جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب جس کو چاہے بخش دے۔

(تفسیر روح البیان، جزء رابع، ص ۱۶۸)

اگر لا یسمع بنفسہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ہمیں مضر نہیں اور مجیب کو مفید نہیں۔ کیونکہ سماع بالذات کا کوئی قائل نہیں۔ مجیب نے اس مقام پر تدبر سے بالکل کام نہیں لیا۔ اس سے چند سطریں پہلے یہ عبارت ہے:

والشافعی رحمہ اللہ جوز ھذا فی الصدقہ والعبادہ المالیہ وجوزہ فی الحج واذا قری فللمیت اجر المستمع ومنع وصول ثواب القرآن الی الموتی وثواب الصلوہ والصوم وجمیع الطاعات والعبادات غیر المالیہ وعند ابی حنیفہ رحمہ اللہ واصحابہ یجوز ذلک وثوابہ الی المیت.

اور امام شافعی اس کو جائز رکھتے ہیں کہ صدقہ اور عبادت مالیہ اور حج کا ثواب مردے کو پہنچ جاتا ہے اور جب (قبر پر) قرآن پڑھا جائے تو مردے کو سننے والے کا ثواب ملتا ہے اور وہ (یعنی امام شافعی) عبادت مالیہ کے سوا تمام طاعات وعبادات اور صوم وصلوٰۃ اور قرآن کا ثواب مردے کو پہنچنے کے قائل نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور اس کا ثواب مردے کو ملتا ہے۔

(شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مجتبائی، ص ۱۵۸)

فخر الملۃ والدین قاضی خاں محمود اوزجندی حنفی (متوفی ۵۹۲ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

وان قرء القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسھم صوت القرآن فانہ یقرء فان لم یقصد ذلک فاللہ تعالیٰ یسمع قراءۃ القرآن حیث کانت.

اگر قبروں کے پاس سے قرآن پڑھے تو اگر اس سے یہ نیت کرے کہ قرآن کی آواز مردوں کا جی بہلائے گی بے شک پڑھے۔ اگر یہ مقصود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ قرآن کی قراءت سنتا ہے جہاں وہ قراءت ہو۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب الحظر والاباحہ، فصل فی التسبیح والتسلیم والصلوٰۃ النبی ﷺ)

حاصل کلام یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک چونکہ عبادات بدنیہ محضہ مثلاً نماز و تلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اس لئے ان کے نزدیک میت کو صرف قرآن سننے والے کا ثواب ہوگا اور حنفیہ کرام چونکہ

قائل ہیں کہ مردے کو عبادات مالیہ وبدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے اس لئے ان کے نزدیک اس صورت میں میت کو نفس ثواب قاری ملے گا اور مردہ اگرچہ قراءت سنتا ہے مگر سننے کا ثواب نہ ملے گا۔ کیونکہ اس کا عمل منقطع ہو چکا ہے۔

ہاں اس قراءت سے میت کا جی بہلے گا۔ پس اس مسئلے سے ثابت ہو گیا کہ حنفیہ وشافعیہ بالاتفاق سماع موتی کے قائل ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس میں کہ مردہ جو قرآن سنتا ہے آیا اس کو سننے والے کا ثواب ملتا ہے۔ یا نہیں۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

قال القرطبی وقد قیل ان ثواب القراءة للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقه الرحمه قال الله تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون قال ولا یبعد فی کرم الله تعالیٰ ان یلحقه ثواب القراءة والاستماع معا ویلحقه ثواب مایهدی الیه من القراءة وان لم یسمع کالصدقه والدعاء.

امام قرطبی (ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری اندلسی قرطبی متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: البتہ کہا گیا ہے کہ قراءت کا ثواب قاری کے لئے ہے اور مردے کے لئے سننے کا ثواب ہے۔ اسی واسطے مردے پر رحمت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کے لئے کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ کہا امام قرطبی نے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں کہ مردے کو قراءت اور سننے دونوں کا ثواب ملے اور مردے کو قراءت کا ثواب جو بخشا جائے ملتا ہے خواہ وہ نہ سنے جیسا کہ صدقہ اور دعا۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی۔ والقبور، مطبوعہ مصر۔ ۲۳ تفسیر روح البیان جزء رابع ۱۶۷)

امام ابوبکر احمد بن خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع العلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے کہ:

کانت انصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبره یقرء ون عنده القرآن	جب انصار مدینہ منورہ میں کوئی میت ہو جاتی تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔

(کتاب الروح لابن القیم، ص ۱۴، الصدور للسیوطی ص ۱۲۳)

امام احمد بن حنبل کا ایک نابینا کو قبر پر قرآن پڑھنے کی اجازت دینا اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔ سماع موتی کے متعلق مسئلہ قراءت سے ملتا جلتا دفن کے بعد عمل تلقین ہے۔ چنانچہ علامہ طحطاوی اس کی بابت لکھتے ہیں:

سئل القاضی محمد الکرمانی عنه فقال ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن کذافی القهستانی و کیف لا یفعل مع انه لا ضرر فیه بل فیه نفع للمیت لانه یستانس بالذکر علی ماورد فی بعض الآثار ففی صحیح مسلم عن عمرو بن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدرما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی.

قاضی محمد کرمانی سے دفن کے بعد تلقین کی نسبت دریافت کیا گیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ قہستانی میں ایسا ہی لکھا ہے اور تلقین کیوں نہ کی جائے۔ باوجودیکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس میں مردے کے لئے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ ذکر سے انس و آرام پاتا ہے جیسا کہ بعض آثار میں آیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے وصیت کی جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنا ٹھہرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۰۶)

اس حدیث مسلم سے معلوم ہو گیا ہے کہ ذکر سے مردے کا جی بہلتا ہے۔ اور یہ بغیر سماع کے متصور نہیں۔ اس مقام پر ایک اور فقہ کا مسئلہ قابل غور ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

وکره قلع الحشیش الرطب وکذا الشجر من المقبره لانه مادام رطبا یسبح الله تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکر الله تعالیٰ الرحمه.

ہری گھاس اور درخت کا مقبرے سے اکھاڑنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جب تک وہ ہری رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتی ہے۔ پس مردے کا جی بہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

(فصل فی زیارت القبور، ص ۳۴۲)

یہی عبارت علامہ شامی نے بحوالہ امداد نقل کی ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔

(ردالمختار، جزء اول، ص ۶۶۷)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

یکرہ قلع الحطب والحشیش من المقبرہ فان کان یابسا لاباس بہ لانہ مادام رطبا یسبح فیونس المیت.

مقبرے سے جلانے کی لکڑی اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ اگر وہ خشک ہو تو اس کا کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ جب تک سبز و تازہ رہتی ہے اللہ کی پاکی بولتی ہے پس مردے کا جی بہلاتی ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ باب غسل المیت، وما یتعلق بہ)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قطع الحشیش الرطب من المقابر یکرہ لانہ یسبح ویندفع بہ العذاب عن المیت اویستانس بہ المیت.

مقبروں سے ہری گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ کی پاکی بولتی ہے اور اس سے مردے سے عذاب دور ہوتا ہے یا اس سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ بہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، مطبوعہ مصر، جزء سادس، ص ۳۵۲)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ومکروہ است خارے یا گیاہے یا چوبے را کہ برقبر روئیدہ برکندن۔ زیرا کہ آن تسبیح میکند مادام کہ تر است وموجب تخفیف عذاب وانس میت میباشد۔ چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام دو شاخ نواز خرما بر سر قبرہا نہادہ فرمودند مادام کہ خشک نشود بہ برکت تسبیح درعذاب ایں تخفیف ماند۔ (فتاویٰ عزیزیہ، مطبوعہ مجتبائی، جلد دوم، ص ۱۰۶)

فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب (جلد سوم، ص ۶۷) میں ہے:

مادام کہ تر است تسبیح میکند وموجب تخفیف عذاب وانس میت میشود لہذا برکندن آں مکروہ است وہرگاہ کہ خشک شود برکندن آں درست است۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ہر گھاس تسبیح کرتی ہے۔ اور حدیث کے حوالے سے یہ

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب دفن کر کے گھر کو لوٹتے ہیں تو مردہ جنازے کے ہمراہیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں مولانا علی القاری روح کو بدن کے ساتھ پانچ طرح کا تعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والرابع تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها اليه التفات البته فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلم عليه وورد انه يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه وهذا الرد اعاده خاصه لا يوجب الرد اعاده خاصه لا يوجب حيوه البدن قبل يوم القيامه.

چوتھا تعلق روح کا بدن کے ساتھ برزخ میں ہے۔ کیونکہ روح اگرچہ بدن سے جدا اور الگ ہو جاتی ہے مگر اس طرح بالکل جدا نہیں ہوتی کہ اس کو بدن کی طرف ہرگز کوئی التفات باقی نہ رہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مردے کو سلام کہتا ہے تو روح اس کے بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب جنازے کے ہمراہی لوگ دفن کر کے پیٹھ پھیرتے ہیں۔ تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ یہ روح کا لوٹایا جانا خاص اعادہ ہے جو قیامت کے دن سے پہلے بدن کی حیات کا موجب نہیں۔ (شرح فقہ اکبر، مجتبائی دہلی، ص ۱۵۴)

حدیث سلام کو علامہ عینی یوں نقل فرماتے ہیں:

وعند ابن عبد البر بسند صحيح مامن احد يمر بقبر اخيه المومين كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الاعرفه ورد عليه السلام.

ابن عبدالبر کے نزدیک سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا گزرتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے وہ بھائی اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جزء رابع، ص ۷۷)

اسی حدیث کو علامہ طحاوی نے یوں نقل کیا ہے:

واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمهید بسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ مامن احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام.

ابن عبد البر مالکی (متوفی ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستذکار اور کتاب التمہید میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے۔ (الخ) (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۴۱)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے (نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض، جزء ثالث، ص ۵۵۰) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن حجر مکی شافعی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (جوہر المنظم، مطبوعہ مصر، ص ۳۲) ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۲ھ) نے کتاب القبور باب معرفۃ الموتی بزیارۃ الاحیاء میں اس حدیث کو باسناد متصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے۔ (کتاب الروح لابن القیم، ص ۵) حافظ ابو محمد عبدالحق اشبیلی۔ (متوفی ۵۸۲ھ) نے اسے "احکام صغریٰ" میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ "اس کا اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح ہے۔ (وفاء الوفا للسمہودی، جزء ثانی، ص ۴۰۴) علامہ سیوطی نے شرح الصدور (ص ۸۰) میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتی والقبور (ص ۲۶) میں اسے نقل کیا ہے اور ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اب فرمائیے کہ اس حدیث میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ مقتولین بدر کا قصہ جو سماع موتی پر نص ہے پہلے آچکا ہے۔ قصہ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے (قصہ قوم صالح اور قصہ قوم شعیب علیہما السلام) قرآن کریم میں سے بیان ہو چکے ہیں جن میں سماع موتی اظہر من الشمس ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں:

بدانکہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از آحاد بشر خصوصاً انبیاء را علیہم السلام۔ (جذب القلوب، مطبوعہ کلکتہ، ص ۲۷۵)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں

واخرج الشیخ ابن حبان فی کتاب الوصایا عن قیس بن قبیصہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یومن لم یوذن له فی الکلام مع الموتی قیل یارسول اللہ وھل یتکلم الموتی قال نعم ویتزاورون.

شیخ محمد بن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے کتاب وصایا الاتباع وبیان الابتداع من قیس بن قبیصہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایمان نہ لایا' اسے مردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ عرض کی گئی یارسول اللہ کیا مردے کلام کرتے ہیں' آپ نے فرمایا ہاں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

(بشری الکیب بلقاء الحبیب بہامش شرح الصدور' ص ۸۱)

امام عبدالوہاب شعرانی سیدی شمس الدین حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان رضی اللہ عنہ اذا زار القرافہ سلم علی اصحاب القبور فیردون السلام علیہ بصوت یسمعہ من معہ.

سیدی شمس الدین حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرافہ (مصر) کی زیارت کرتے تو اہل قبور کو سلام کہتے۔ پس وہ آپ کے سلام اجواب ایسی آواز سے دیتے ہیں جسے آپ کے ہمراہی سن لیتے۔

(طبقات الکبریٰ' جزء ثانی' ص ۸۸)

مولوی محمد فاضل صاحب نے جو تفسیر خازن شافعی کی عبارت نقل کی ہے۔ اس میں میت سے مراد دھڑ ہے بے روح جو قبر میں پڑا ہے۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب کی جو عبارت مجیب نے نقل کی ہے وہ مولانا صاحب کی نہیں بلکہ مولوی محمد اسحاق بزدوسری بہاری کی ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب تو سماع موتی کے قائل ہیں۔ چنانچہ جامع صغیر کے حاشیہ میں آپ نے مسئلہ یمین زیر بحث پر یوں لکھا ہے:

قد وجھہ اکثر الشراح بان الکلام مایخاطب بہ للافہام والسماع وھو غیر متصور فی المیت وفھم منہ بعض اصحاب الفتاوی انہ مبنی علی عدم سماع الموتی فنسبوہ الی القدماء ومن ثم اشتھر بین العوام ان عند الحنفیہ لاسماع للموتی والحق انھم بریون عن ذلک کما حققہ ابن الھمام وغیرہ والمسئلہ التی نحن فیھا لیست مبنیہ علیہ بل علی ان الکلام والخطاب فی العرف انما

يطلق على الخطاب مع الحي ومع الميت لا يعرف كلاما والايمان مبنيه على العرف فلذا لا يحنث بالكلام مع الميت اذا حلف لا يكلمه وكيف ينكر قدماء اصحابنا سماع الموتى مع ظهور النصوص الداله عليه.

اکثر شارحین نے کلام کے حیات پر مقصود ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کلام وہ ہے جس کے ساتھ سمجھانے اور سنانے کے لئے خطاب کیا جاتا ہے اور وہ مردے میں متصور نہیں۔ اس تقریر سے بعض اصحاب فتاویٰ یہ سمجھے ہیں کہ یہ مسئلہ عدم سماع موتی پر مبنی ہے۔ لہذا انہوں نے عدم سماع کی قدماء کی طرف منسوب کر دیا' اور یہاں سے عوام میں مشہور ہو گیا کہ حنفیہ کے نزدیک مردوں کیلئے سماع نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ اس الزام سے بری ہیں جیسا کہ ابن الہمام وغیرہ نے اسے تحقیق کیا ہے۔ اور مسئلہ یمین جو زیر بحث ہے وہ عدم سماع پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس امر پر مبنی ہے کہ عرف میں کلام و خطاب کا اطلاق زندہ کے ساتھ خطاب پر ہوتا ہے۔ اور میت کے ساتھ کلام کو خطاب نہیں کہا جاتا اور ایمان کا مبنی عرف پر ہوتا ہے۔ اسی واسطے جب کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا تو وہ موت کے بعد اس شخص سے کلام کرنے سے حانث نہ ہو گا۔ قدماء حنفیہ سماع موتی سے کیونکہ انکار کر سکتے تھے حالانکہ سماع پر دلالت کرنے والے نصوص ظاہر ہیں۔ (جامع صغیر' مطبوعہ مصطفائی' ص ۴۷)

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست۔ (فتاویٰ عزیزیہ' مطبوعہ مجتبائی' جلد اول' ص ۸۸)

حاصل کلام یہ کہ مردوں کے ادراک و شعور کا انکار کرنا اگر کفر نہیں تو اس کے الحاد (بے دینی) ہونے میں شک نہیں۔

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث و فقہ و اجماع اہل سنت و جماعت سے سماع موتی ثابت ہے۔ منکرین سماع جو شروح فقہ کی عبارت پیش کرتے ہیں اس میں میت سے شارحین کے مراد بے روح جسم ہے۔ یہ ایک مسلم [illegible] حیات و [illegible] علم سمع وغیرہ ادراکات روح کا وظیفہ ہیں نہ کہ

بدن کا۔ حالت حیات میں جب تک روح بدن میں مقید رہتی ہے اس کے قوی محدود ہوتے ہیں اور بدن اس کے ادراکات کا آلہ ہوتا ہے۔ مگر جب موت کے سبب روح کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس کے قوی میں نہایت حیرت انگیز ترقی ہو جاتی ہے جس کا ابن حزم ظاہری تک کو بھی اعتراف ہے۔ اس کی قوت سماع کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن و ذکر تو درکنار وہ قبر پر ہری گھاس کی تسبیح تک کو سن لیتی ہے۔ اور آپ خواہ آسمانوں پر یا بہشت میں ہو قبر پر سلام کہنے والے کے سلام کو سن لیتی ہے۔ اور اس کا جواب دیتی ہے۔ تو یہ عامہ مومنین کی روحوں کا حال ہے۔ آؤ ہم تمہیں اولیاء اللہ کی روحوں کا کچھ حال سنائیں۔ چونکہ بحث مسئلہ سماع میں ہے لہذا یہاں نہایت اختصار سے حالت حیات و ممات میں اولیاء اللہ کے سننے اور سنانے کی قوت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها.

اور میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہے۔ جس سے وہ چلتا ہے۔
(صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب التواضع)

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی قوت سماع کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔ مولانا روم نے اسی حدیث کے مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

مطلق آں آواز خود از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
گفت او رامن زبان و چشم تو
من حواس و من رضا و خشم تو

روکہ بی یسمع وبی یبصر توئی
سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

اب اس حدیث کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار یوں فرمایا: یا ساریہ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ) آپ کی یہ آواز نہاوند واقع ملک ایران میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سن لی۔اس قصے کا اسناد پہلے بیان ہو چکا ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات میں لکھتے ہیں:

وازآنجملہ آنست کہ جیشے بہ یکے از بلد بعیدہ فرستادہ بود روزے در مدینہ آواز برداشت کہ یاللبیکاہ یالبیکاہ وہی کس ندانست کہ آں چیست تاباں وقت کہ آں جیش بمدینہ مراجعت نمود۔وصاحب جیش فتح ہائے راکہ خدا تعالیٰ توفیق آنس دادہ بود تعدادمی کرد' امیر المومنین رضی اللہ عنہ گفت ایں ہارابہ گزار حال آں مرد کہ ویرا بزرجر در آب فرستادی چہ شد۔گفت واللہ یا امیر المومنین کہ من بوے شرے نخواستم۔بہ آبے رسیدم کہ عبورآنرا امید انستم تا از آنجابہ گزرم وے را برہنہ ساختم ودرآب فرستادم ہوا خنک بود درو ے سرایت کرد وفریاد برداشت کہ واعمراہ واعمراہ وبعدازاں ازشدت سرما ہلاک شد۔چوں مرداں آنرا شنید ندوانستند کہ لبیک وے در جواب ندائے آں مظلوم بودہ است۔بعد ازاں صاحب جیش راگفت اگر نہ آں بودے کہ ایں بعد از من دستورے بماندے ہرآئینہ گردن ترا بزدمے بر وودیت ویرا بال وے رساں وچناں مکہ کہ دیگر ترا بہ بینم پس گفت کشتن مسلمانے پیش من بزرگ تر ست انجلال بسیارے۔(شواہد النبوۃ' مطبوعہ نولکشور' ص ۱۵۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے دور شہروں میں سے ایک میں لشکر بھیجا ہوا تھا۔ایک دن مدینہ منورہ میں آپ نے بآواز بلند کہا یالبیکا یالبیکا (اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں۔اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں۔) اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کیا معاملہ ہے یہاں تک کہ وہ لشکر مدینہ میں واپس

آ گیا۔ صاحب لشکر ان فتحوں کو جو بتوفیق الٰہی اسے حاصل ہوئیں شمار کر رہا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان کا ذکر چھوڑ اس شخص کا حال جس کو تو نے جھڑک کر پانی میں بھیجا کیا ہوا۔ اس نے عرض کی اللہ کی قسم اے امیر المومنین میں نے اس کی کوئی بدخواہی نہیں کی۔ میں ایک پانی پر پہنچا جس کی تھاہ مجھے معلوم نہ تھی تاکہ وہاں سے گزر جاؤں۔ میں نے اس کو ننگا کیا اور پانی میں بھیجا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اس میں اثر کر گئی۔ اور اس نے فریاد کی۔ واعمراہ واعمراہ (اے عمر اے عمر) اور اس کے بعد وہ جاڑے کی شدت سے مر گیا۔ جب لوگوں نے یہ حال سنا تو سمجھ گئے کہ امیر المومنین کی لبیک اس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد صاحب لشکر سے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میرے بعد یہ ایک قانون باقی رہ جائے گا میں البتہ تجھے قتل کر ڈالتا۔ جا اور اس کا خون بہا اس کے اہل کو پہنچا دے۔ اور ایسا نہ کر کہ پھر میں تجھے دیکھوں۔ پھر فرمایا میرے نزدیک ایک مسلمان کا قتل بہتوں کے ہلاک سے بڑا ہے۔

مولانا جامی حضرت ابو قرصافہ جندرہ بن حیشہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں:

وے در عسقلان بود و پسر دے قرصافہ در روم بغزا رفتہ بود ہرگاہ کہ صبح شدے ابو قرصافہ از عسقلان آواز دادے با آواز بلند کہ یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ۔ قرصافہ از بلاد روم جواب دادے کہ لبیک یا ابتاہ اصحاب وے گفتندے ویحک کرا جواب میدہی قرصافہ گفتے پدر خود را سوگند برب الکعبہ کہ مرا از برائے نماز بیدار میکند۔

حضرت قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عسقلان میں تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت قرصافہ رضی اللہ عنہ جہاد پر ملک روم میں گئے ہوئے تھے۔ جس وقت صبح ہوتی حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ عسقلان سے بآواز بلند یوں پکارتے یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوہ الصلوہ (اے قرصافہ اے قرصافہ نماز نماز) حضرت قرصافہ روم کے شہروں سے یوں جواب دیتے (لبیک یا ابتاہ) (میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اے میرے

باپ) حضرت قرصافہ کے ہمراہی کہا کرتے: اے خرابی تیری تو کسے جواب دیتا ہے۔
حضرت قرصافہ فرماتے اپنے باپ کو۔ رب کعبہ کی قسم وہ مجھے نماز کے لئے جگاتے ہیں۔
ایک روز حضور غوث پاک قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اثنائے وعظ میں فرمایا:

قدمی هذه علی رقبه کل ولی الله میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اس پر تمام حاضرین مجلس نے اپنی اپنی گردنیں حضور کے آگے جھکا دیں اور اسی وقت دنیا کے مختلف مقامات میں تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے آپ کا یہ قول سن کر اپنی گردنیں جھکا دیں۔ جن کی تفصیل یوں ہے۔ حرمین شریفین ۱۷' عراق ۶۰' عجم ۴۰' شام ۳۰' مصر ۲۰' مغرب ۲۷' یمن ۲۳' حبشہ ۱۱' سد یاجوج ماجوج ۷' وادی سرندیب ۷' کوہ قاف ۴۷' جزائر بحر محیط ۲۴۔ اس واقعہ کو شیخ شطنوفی (متوفی ۷۱۳ھ) نے باسناد متصل بہجتہ الاسرار (مطبوعہ مصر' ص ۷ تا ۱۰) میں بیان کیا ہے۔

شیخ ابوعبداللہ محمد بن الازہری الحسینی ذکر کرتے ہیں کہ جو مشائخ بغداد میں آتے وہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ضرور حاضر ہوتے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی بغداد میں آئے ہوں مگر میں نے ان کو کئی دفعہ طفسونج (واقع عراق) میں دیکھا ہے کہ دیر تک خاموش رہتے اور فرماتے کہ میں اس لئے چپ رہتا ہوں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا کلام سنوں۔ اور میں نے کئی دفعہ شیخ عدی بن مسافر (متوفی ۵۵۸ء) کو مقام بالس میں (جو دریائے فرات پر واقع ہے) دیکھا ہے کہ آپ اپنے حجرے سے نکل کر پہاڑ میں چلے جاتے اور اپنے عصا سے دائرہ کھینچ کر اس میں داخل ہو جاتے اور فرماتے کہ جو شخص سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا کلام سننا چاہے وہ اس دائرے کے اندر آ جائے۔ پس آپ کے بڑے بڑے اصحاب اس میں داخل ہو جاتے اور آپ کا کلام سنتے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص شیخ عدی کی تقریر کو بقید تاریخ و ماہ قلمبند کر لیتا اور بغداد میں آ کر اس کا مقابلہ اس تحریر سے کرتا جو اہل بغداد نے اسی دن سیدنا شیخ عبدالقادر کی زبان مبارک سے سن کر لکھی ہوتی تو دونوں کو بالکل یکساں پاتا۔ اور جس وقت شیخ عدی دائرے میں داخل ہوتے تو سیدنا شیخ عبدالقادر اپنے حاضرین مجلس میں فرماتے کہ عین شیخ عدی بن مسافر تم میں ہیں۔ (بہجتہ الاسرار' ص ۹۷)

شیخ عبدالوہاب شعرانی' سیدنا شیخ احمد بن ابی الحسین الرفاعی (متوفی ۵۷۰ھ) کے ترجمہ میں

لکھتے ہیں:

وکان رضی اللہ عنہ اذا صعد الکرسی لایقوم قائما وانما یتحدث قاعدا وکان یسمع حدیثہ البعید مثل القریب حتی ان اھل القری التی حول ام عبیدہ کانوا یجلسون علی سطوحھم یسمعون صوتہ ویعرفون جمیع ما یتحدث بہ حتی کان الاطروش والاصم اذا حضروا یفتح اللہ اسماعھم بکلامہ۔

شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کرسی پر چڑھتے تو کھڑے نہ رہتے اور بیٹھ کر کلام کرتے اور آپ کے کلام کو دور بیٹھنے والے اسی طرح سنتے جس طرح قریب کے لوگ یہاں تک کہ ام عبیدہ کے گرد کے گاؤں والے اپنی چھت پر بیٹھ جاتے اور آپ کی آواز کو سن لیتے اور آپ کے تمام کلام کو سمجھ لیتے۔ یہاں تک کہ گونگے اور بہرے جب حاضر ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے کلام سے ان کے کان کھول دیتا۔

(طبقات کبریٰ، جزء اول، ص ۱۲۱)

امام حجۃ الاسلام غزالی صوفیہ کرام کے طریقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن اول الطریقہ تبتدی المکاشفات والمشاھدات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکہ وارواح الانبیاء علیھم الصلاہ والسلام ویسمعون منھم اصواتا ویقتبسون منھم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدہ الصور والامثال الی درجات یضیق عنھا نطاق النطق۔

اس طریقہ میں اول سے مکاشفات و مشاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ صوفیہ کرام حالت بیداری میں فرشتوں اور پیغمبروں کی روحوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور ان سے آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فائدے حاصل کرتے ہیں پھر یہ حال صور و امثال کے مشاہدے سے ترقی کر کے ایسے درجوں تک پہنچ جاتا ہے جو احاطہ بیان میں نہیں آ سکتے۔

(کتاب المنقذ من الضلال، مطبوعہ مصر، ص ۴۳)

حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے اور آپ ان کا سلام سن لیا کرتے تھے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی، جزء ثانی، ص ۷۱، تنویر الحلک فی رویہ النبی والملک للسیوطی، ص ۶)

یہ تو اولیاء اللہ کی حالت بیداری کا حال ہے عالم خواب میں روح کے قوے اس سے بھی بڑھ کر

ہوتے ہیں۔ کیونکہ روح فرش سے عرش تک جہاں چاہتی ہے۔ چلی جاتی ہے' اور عالم برزخ تو عالم خواب سے بھی وسیع ہے کیونکہ اس میں بدن سے تجرد کے سبب روح کو قریباً قوت ملکیہ حاصل ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ عامہ مومنین کی روحیں بہشت سے زائر کا سلام سن لیتی ہے۔ اس سے دار برزخ ان ارواح طیبہ کی قوت سماع کا اندازہ ہو سکتا ہے جو دار دنیا میں مہینوں کی راہ سے سن سکتی تھیں۔

تین طریق سے باسناد متصل مروی ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار شنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۵۲۹ھ میں مقابر شونزی کی زیارت کی۔ آپ کے ساتھ فقہاء و فقراء کی ایک بڑی جماعت تھی۔ آپ شیخ حماد باس کی قبر کے پاس بہت دیر کھڑے رہے یہاں تک کہ گرمی زیادہ ہوگئی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ پھر آپ واپس ہوئے اور آپ کے چہرے میں بشاشت تھی۔ آپ سے طول قیام کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بغداد سے جمعہ کے دن بتاریخ ۱۵ شعبان ۴۹۹ھ شیخ حماد باس کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا تا کہ ہم جامع رصافہ میں نماز جمعہ پڑھیں اور شیخ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم نہر کے پل کے پاس پہنچے تو شیخ نے مجھے دھکیل کر پانی میں پھینک دیا۔ اور سردی زیادہ تھی۔ میں نے کہا بسم اللہ نویت غسل الجمعہ (بسم اللہ میں نے جمعہ کے غسل کی نیت کر لی) مجھ پر صوف کا جبہ تھا اور میری آستین میں کتاب کے چند اجزاء تھے۔ اس لئے میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا تا کہ بھیگ نہ جائیں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں پانی سے نکلا' جبہ کو نچوڑا اور ان کے پیچھے ہولیا۔ سردی سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ شیخ نے اصحاب نے میری مدد کرنی چاہی مگر شیخ نے ان کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ میں نے آزمائش کے لئے اس کو اذیت دی۔ مگر اسے ایسا پہاڑ پایا۔ جو حرکت نہیں کرتا۔ آج میں نے شیخ کو قبر میں دیکھا کہ ان پر جواہر سے مرصع حلہ ہے سر پر یاقوت کا تاج ہے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں' پاؤں میں سونے کا پاپوش ہے مگر دہنا ہاتھ ہلا نہیں سکتے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے تجھے پانی میں دھکیلا تھا۔ کیا تو مجھے معاف کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ شیخ نے فرمایا تو اللہ سے دعا مانگ کہ وہ میرا ہاتھ درست کر دے۔ پس میں دعا کرنے کے لئے کھڑا رہا اور پانچ ہزار اولیاء نے اپنی اپنی قبروں میں آمین کہی۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری درخواست قبول کرے۔ میں اس مقام میں اللہ سے دعا کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کا ہاتھ درست کر دیا۔ اور شیخ نے اسی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا اور اسے اور مجھے کمال خوشی حاصل ہوئی۔ (بہجۃ الاسرار' ص ۵۲)

بیان بالا سے معترضین کا وہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اولیاء اللہ سے مدد کیوں مانگتے ہو وہ تو سنتے ہی نہیں۔ استمداد کی نسبت اگرچہ پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر مزید توضیح کے لئے یہاں بھی کچھ اضافہ کیا جاتا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ درحق شہداء می فرماید: بل احیاء عندربھم. اقول مراد شاید آن باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شاں را قوت اجساد میدہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند۔ وایں حکم مخصوص بہ شہداء نیست انبیاء وصدیقان از شہداء افضل اند۔ واولیاہم درحکم شہداء اند کہ جہاد اکبرست۔ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر. ازاں کفایت ست۔ ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اندارواحنا اجسادنا او جسادنا ارواحنا یعنی ارواہ مکا کار اجساد مے کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید ومیگویند کہ رسول خدارا سایہ نبود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ارواح ایشاں در زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند۔ ودوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگاری مے فرمائند۔ ودشمنان راہلاک مے نمائند۔ واز ارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نے خود بلکہ کفن ہم مے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اندرحق سبحانہ تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح میوہد کہ در قبور نماز میخوانند وذکر میکنند وقرآن میخواہند۔ (تذکرۃ الموتی والقبور، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، ص ۳۰-۳۱)

اللہ تعالیٰ شہیدوں کے حق میں فرماتا ہے: بل احیاء عند ربھم۔ (بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک) میں کہتا ہوں شاید مراد یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں، اور یہ حکم شہیدوں کے لئے خاص نہیں انبیاء اور صدیقین شہیدوں سے افضل ہیں۔ اور اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا جو جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے: رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس کی کافی دلیل ہے۔ اسی واسطے اولیاء اللہ نے فرمایا ہے

: ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا۔ یعنی ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ ان کی روحیں زمین وآسمان وبہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ اور ان کی روحوں سے بطریق اویسیہ باطنی فیض پہنچتا ہے۔ اور اسی حیات کے سبب قبر میں ان کی جسموں کو مٹی نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی باقی رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں' اور خدا پاک ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے۔ کہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔

امام شعرانی سیدنا شیخ ابوالمواہب شاذلی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان یقول من الاولیاء من ینفع مریده الصادق بعد موته اکثر ما ینفعه حال حیاته ومن العباد من تولی الله تربیته بنفسه بغیر واسطه ومنهم من تولاه بواسطه بعض اولیاء ولو میتا فی قبره فیربی مریده وهو فی قبره ویسمع مریده صوته من القبر ولله عباد یتولی تربیتهم النبی صلی الله علیه وسلم بنفسه من غیر واسطه بکثره صلاتهم علیه صلی الله علیه وسلم۔

اور شیخ شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ اپنے مرید صادق کو موت کے بعد حالت حیات سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ جنکی تربیت کے متولی خود خدا تعالیٰ بغیر واسطہ ہوتا ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ ان کی تربیت کا متولی خدا تعالیٰ کسی ولی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ خواہ وہ ولی بعد موت قبر میں ہو۔ وہ قبر میں سے اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے اور اس کا مرید قبر سے اس کی آواز سنتا ہے۔ اور خدا کے بعض بندے ایسے ہیں کہ نبی ﷺ ان کی تربیت بذات خود بلا واسطہ فرماتے ہیں اس لئے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں۔ (طبقات' کبریٰ' جزء ثانی' ص ٦)

ابوالمعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی نے بیان کیا کہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن النجار

البغدادی نے بغداد میں ہمیں خبر دی کہ مجھے عبداللہ جبائی نے لکھا اور میں نے اس کے خط سے نقل کیا کہ ہمیں ہمدان میں اہل دمشق میں سے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے۔ اس نے کہا میں نیشاپور یا کہا خوارزم کے راستے میں بشر قرظی سے ملا اور اس کے ساتھ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے ذکر کیا وہ ہم ایک خوفناک جنگل میں اترے۔ جہاں بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ جب ہم نے شروع رات سے بوجھ لادے تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو نہ پایا۔ میں نے ہر چند تلاش کی مگر نہ ملے اور قافلہ چل دیا۔ میں اونٹوں کو ڈھونڈنے کے لئے پیچھے رہ گیا اور شتربان بھی مدد کے لئے میرے ساتھ ٹھہر گیا۔ ہم نے اونٹوں کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا یہ قول آیا کہ اگر تو کسی سختی میں مبتلا ہو تو مجھے پکار وہ سختی جاتی رہے گی۔ اس لئے میں نے یوں پکارا یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ جاتے رہے۔ یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ جاتے رہے۔ پھر مشرق کی طرف جو میں نے توجہ کی تو فجر کی روشنی میں ایک شخص کو میں نے ٹیلے پر دیکھا جو نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا وہ اپنی آستین سے مجھے اشارہ کر رہا تھا۔ یعنی کہہ رہا تھا کہ ادھر آؤ۔ مگر جب ہم ٹیلے پر چڑھے تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر ہم نے چاروں اونٹ ٹیلے کے نیچے جنگل میں بیٹھے دیکھے ہم نے پکڑ لئے اور قافلہ سے جا ملے۔

ابوالمعالی کا قول ہے کہ پھر میں شیخ ابوالحسن علی خباز کے پاس آیا اور اس سے یہ حکایت بیان کی۔ اس نے کہا میں نے شیخ ابوالقاسم عمر بزار کو سنا کہ کہتے تھے میں نے شیخ محی الدین عبدالقادر کو سنا کہ فرماتے تھے "جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی وہ مصیبت دور ہو گئی جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا وہ سختی جاتی رہی۔ جس نے کسی حاجت میں اللہ کی طرف میرا وسیلہ پکڑا وہ حاجت پوری ہو گئی۔"

سیدنا ابوالعباس احمد زروق کے اشعار (ص ۲۰۶) اور سیدنا شمس الدین محمد حنفی کی وصیت (ص ۱۹۱) بھی قابل غور ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی سیدنا شیخ محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی چند سال بعد ۸۵۰ھ) کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكان رضى الله عنه يقول انا من المتصرفين فى قبورهم فمن كانت له حاجة فليات الى قباله وجهى.

اور سیدنا شیخ محمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ان میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں تصرف فرماتے ہیں اس لئے جسے کوئی حاجت ہو وہ میرے پاس

(طبقات طبری جزء ثانی ص ۹۳)

امام موصوف سیدنا ابوالعباس احمد بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۶۷۵ھ) کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں :

وکان سیدی عبدالعزیز اذا سئل عن سیدی احمد رضی اللّٰہ عنہ یقول ھو بحر لا یدرک لہ قرار واخبارہ ومجیہ بالاسری من بلاد الافرنج واغاثہ النّاس عن قطاع الطریق وحیلولتہ بینھم وبین من استنجدبہ لاتحویھا الدفاتر رضی اللّٰہ عنھہ' قلت وقد شاھدت انا بعینی منہ خمس واربعین وتسعمائہ اسیرا علی منارہ سیدی عبدالعال رضی اللّٰہ عنہ مقیدا مغلولا وھو مخبط العقل فسالتہ عن ذلک فقال بینا انا فی بلاد الفرنج آخر اللیل توجھت الی سیدی احمد فاذا انابہ فاخذنی وطاربی فی الھواء فوضعنی ھنافمکث یومین وراسہ دائرہ علیہ من شدہ الخطفہ رضی اللّٰہ عنہ.

اور سیدی عبدالعزیز سے جب سیدی احمد رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا جاتا تو فرماتے آپ بحر بے پایاں ہیں۔ آپ کے اخبار اور فرنگیوں کے شہروں سے آپ کے قیدیوں کو اٹھا لانے اور رہزنوں سے لوگوں کی فریاد اور رہزنوں اور مدد مانگنے والوں کے درمیان آپ کے حائل ہونے کے حالات بہت سے دفتروں میں نہیں آسکتے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ۹۴۵ھ میں اپنی آنکھوں سے سیدی عبدالعال رضی اللہ عنہ کے منارے پر ایک قیدی کو ہاتھ پاؤں جکڑے دیکھا جو مخبوط العقل تھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا جب میں رات کے اخیر حصے میں فرنگیوں کے شہروں میں تھا تو میں نے سیدی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس ہیں۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور ہوا میں لے اڑے اور یہاں لاکر رکھ دیا۔ پس وہ دو دن رہا اور اس کا سر گرفت کی شدت سے چکراتا تھا۔ (طبقات کبریٰ جز اول ص ۱۵۹)

جنوں میں بھی یہ بات ہے کہ عامل کے طلب کرنے پر خواہ وہ اقصائے مغرب یا مشرق میں ہوں حاضر ہو جاتے ہیں مگر ان میں یہ وصف طبعی ہے۔ اولیاء کرام میں اس کا وجود اکرام و تشریف ہے تا کہ وہ فضائل ثقلین کے جامع بن جائیں۔ وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء خلاصہ کلام یہ کہ حیات و ممات میں انبیاء کرام وشہدائے عظام اور اولیاء اللہ باذن الٰہی قضائے حاجات فرماتے ہیں۔ اگر مزارات پر حاضر ہونا متعذر ہو تو دور سے باادب عرض کرنا بھی جائز و مستحسن ہے۔ مثلاً:

(مدینہ منورہ کی طرف توجہ ہو کر)

یارسول اللہ بفریادم برس
یانبی اللہ ندارم جز تو کس

مشکلم پیش است ومن دربیکسی
یارسول اللہ مارا تو بسی

(بغداد شریف کی طرف متوجہ ہو کر)

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
بہر خدا دل شاد کن یا شیخ عبدالقادر!

(بخارا شریف کی طرف متوجہ ہو کر)

یاشاہ نقشبند بہ بیں حال زار ما
رحمے بہ کن بحالت پر اضطرار ما

ھذا اخر الکلام فی ھذا المقام. والحمد للّٰہ علی حسن الاختتام. والصلوۃ والسلام علی وسیلتنا فی الدارین سیدنا محمد خیر الانام وعلی الہ الطیبین واصحابہ الغر الکرام.

ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت محبوب الٰہی

خواجہ محمد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

○

تدوین و تہذیب

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

نوری کتب خانہ۔ لاہور

Marfat.com